خلیج
(ناول)
خالد فتح محمد

جُمہوری پبلیکیشنز

Independent & Progressive Books

• مصنف۔ خالد فتح محمد	• نام کتاب۔ خلیج (ناول)
• سرورق۔ مصباح سرفراز	• اشاعت۔ 2015ء
• جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ	• ناشر۔ جمہوری پبلیکیشنز لاہور

ISBN:978-969-8455-39-2

قیمت 350 روپے

درج بالا قیمت صرف اندرونِ پاکستان

اہتمام: فرخ سہیل گوئندی

Khaleej(Novel)

Jumhoori Publications

2 Aiwan-e-Tijarat Road,Lahore-Pakistan

T: +92-42-36314140 F: +92-42-36283098

info@jumhooripublications.com

www.jumhooripublications.com

انتساب

شاہد شیدائی کے نام

پہلا حصہ

۱
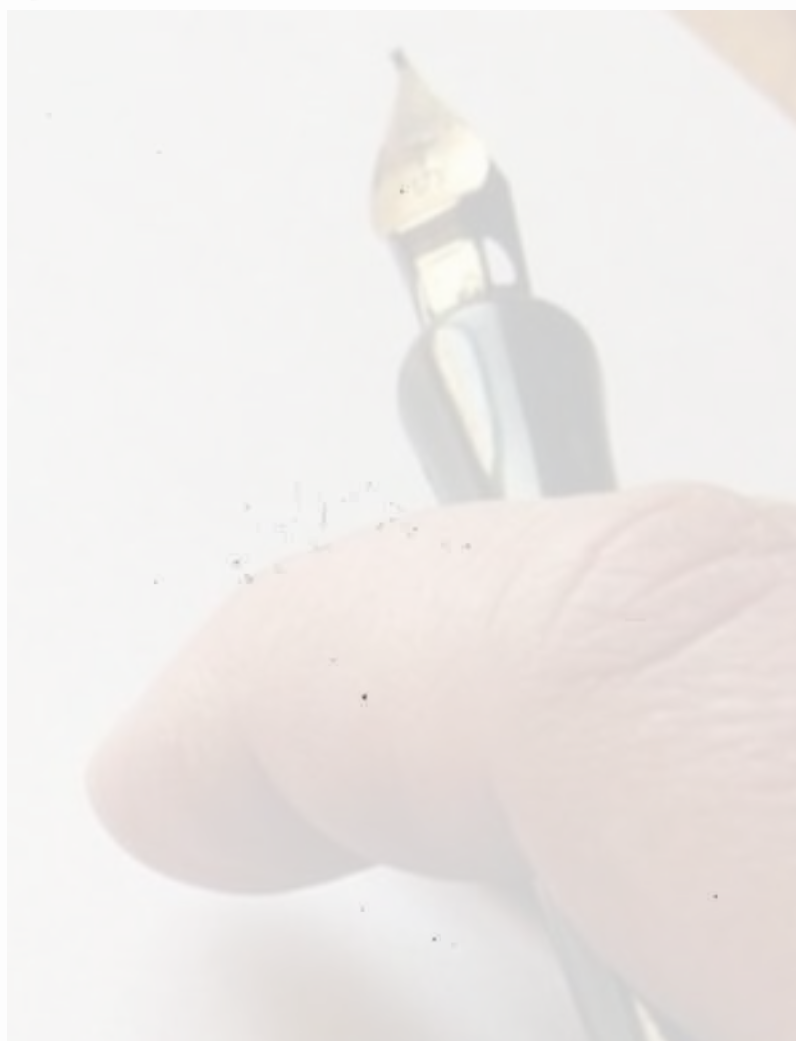
ہندوستان کی فضائی حدود سے پروازیں بند ہونے کے بعد مشرقی پاکستان جانے کے لیے ہوائی جہاز بحرِ ہند کے اوپر سے جا رہے تھے اور یہ کافی طویل سفر تھا۔ بوئنگ 747 تقریباً بھرا ہوا تھا اور زیادہ مسافر فوجی تھے۔ اِن مسافروں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا تھا۔ ایک وہ مغربی پاکستانی جو رخصت، عارضی ڈیوٹی کے اختتام یا مُستقل پوسٹنگ پر مشرقی پاکستان جا رہے تھے، دوسرے وہ مشرقی پاکستانی جو رُخصت پر گھر جا رہے تھے اور جن کی اکثریت شاید ڈیوٹی پر واپس نہیں گئی تھی۔ اپریل ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں بغاوت سی کیفیت تھی اور نوجوان افسروں کو وہاں عسکری تجربے کے لیے بھیجا جا رہا تھا۔ اُن افسروں کا ایک گروہ اُسی پرواز میں تھا۔ یہ لوگ وردی میں سفر کر رہے تھے، اِن کی وجہ سے سفر دلچسپ بن گیا تھا۔ افضل بھی اِسی گروہ میں شامل تھا۔ اِن لوگوں نے اپنے اونچے لہجوں اور بلند قہقہوں سے جہاز کے ساکن اور قدرے بھاری ماحول کو زندہ اور متحرک بنا دیا تھا۔ مگر بیشتر مسافر سنجیدہ اور پریشان سے نظر آ رہے تھے..... وہ شاید پرواز کے اختتام پر وقوع پذیر ہونے والی زندگی سے واقف تھے یا تو وہ حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے یا اُنھیں مکمل تفصیل بتائی جا چکی تھی اور وہ آنے والے دنوں کی کٹھنائیوں اور صعوبتوں میں اُلجھے ہوئے تھے۔

لیفٹیننٹ افضل کھڑکی والی نشست پر اکیلا بیٹھا تھا۔ اُس کے ساتھ ایک مشرقی پاکستانی افسر کی نشست تھی جو افضل کو ساتھ پاکر قدرے بے زاری سے اُٹھ کر کہیں اور چلا گیا۔ افضل نے ائیر ہوسٹس کو بلانے کے لیے اوپر کنسول میں بتی جلائی اور چند ہی لمحوں بعد ایک ائرہوسٹس نے تھوڑا جھک کے اِس طرح سوچ آف کیا کہ افضل اُس کی قمیص کے کٹاؤ کے اندر تک جھانک گیا اور اُس نے پہلی بار اُسے غور سے دیکھا۔ وہ تقریباً بیس بائیس برس کی ایک خوش شکل لڑکی تھی۔ افضل پہلی دفعہ سفر کر رہا تھا اور اُس نے یہ بھی سُن رکھا تھا کہ ایئر ہوسٹسیں نوجوان فوجی افسروں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتی ہیں۔ افضل نے جھجکتے

ہوئے کہا:

''مجھے ایک ڈرنک چاہیے۔'' ائرہوسٹیس نے بھی غور سے افضل کو دیکھا اور ہلکا سا قہقہہ لگایا:

''آپ کیا لیں گے ...بیئر، وہسکی یا کوئی وائین؟ آپ کو دو سے زیادہ ڈرنکس کی اجازت نہیں۔'' افضل اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔

''آپ سمجھ لیں کہ تمام مسافر ڈرنک لے رہے ہیں۔'' وہ ایک میٹھی سی ہنسی ہنسی۔ افضل کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا، ویسے بھی اُس نے گھر کی عورتوں کے علاوہ نسوانی قہقہے نہیں سُنے تھے۔

''میں وہسکی لوں گا۔ پہلے ایک چھوٹی اور بعد میں بڑی۔'' افضل نے یونٹ بار والی روٹین دہرائی۔ ائرہوسٹیس افضل پر ایک نظر ڈال کر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد وہسکی لے آئی۔ افضل تین ڈرنکس لے چکا تو اُس کا ایک جاننے والا افسر آیا: ''تم آرمرڈ کور والے ہر جگہ گردن میں سریا رکھتے ہو۔'' افضل اپنے جاننے والے کی بات سے محظوظ ہوا اور ہنسنے لگا۔ اُسے اپنے قہقہے میں ائرہوسٹیس والی مٹھاس تو نہ لگی لیکن اُسے محسوس ہوا کہ اِس قہقہے نے اُس کے اندر کوئی گرہ کھول دی ہے۔ وہ پچھلے دو دِن سے کراچی آنے کے بعد خود کو ڈھاکہ جانے کی تیاری کے عمل کا حصہ محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اُس کے ساتھی ایک عجیب سے جوش کی کیفیت میں تھے لیکن وہ اپنے اندر کوشش کے باوجود ایسا کوئی جذبہ پیدا نہ کر سکا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہاں مچا ہوا غدر کسی جنگ کا حصہ نہیں اور اِسے جنگ کہنے والوں کو اِس کا کوئی اور نام رکھنا چاہیے۔ دو ڈرنکس اور ائرہوسٹیس کے قہقہے نے اُسے اپنی سوچ کے گرداب سے باہر نکال دیا۔ افضل نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''نہیں یار، تم اپنے زخم چاٹو! میں وہاں....'' اُس نے راہ داری کے پچھلی طرف اشارہ کیا جہاں زیادہ ساتھی ائرہوسٹیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے: ''جا رہا ہوں۔''

افضل نے ائرہوسٹیس کو بلانے کے لیے بٹن دبایا تو وہی لڑکی آئی۔ پچھلی دونوں ڈرنک دینے کے لیے کوئی اور ہوسٹیس آئی تھی۔ افضل کو ایسے محسوس ہوا کہ وہ اُس لڑکی کو بلانے کے لیے پیے جانا چاہتا ہے۔ وہ جب آئی تو افضل کو لگا کہ اُس کے ہونٹوں پر مخموری مُسکراہٹ پھیل گئی ہے۔ اُس مسکراہٹ کا عکس وہ اپنی آنکھوں میں بھی محسوس کر رہا تھا۔

''ایک اور ڈرنک اور اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر....'' اُس نے ساتھ والی سیٹ کی طرف اشارہ کیا، ''یہاں بیٹھیں!'' ہوسٹیس ایک محتاط سی مسکراہٹ سے اُسے دیکھتے ہوئے گلاس لانے چلی گئی اور نیا گلاس اُسے تھما کر بیٹھ گئی۔ افضل کچھ دیر کھڑکی سے باہر نیچے بادلوں کے پہاڑ دیکھتا رہا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ بتیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ اُس نے اچانک اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کیا اور اعتماد کی

بحالی کے لیے ہوسٹیس کی طرف دیکھا۔

''آپ کا نام؟''

''فاخرہ۔''

افضل نے دائیں جیب پر لگی نام کی پلیٹ کی طرف اشارہ کیا تو فاخرہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ یہ اُس قہقہے سے مختلف تھی اور اِس ہنسی نے افضل کو ایک دفعہ پھر مطمئن سا کر دیا۔

''آپ کو کتنا عرصہ ہو گیا؟'' افضل نے آنکھوں سے پورے جہاز کی طرف اشارہ کیا۔ فاخرہ پھر مُسکرائی۔ اِس دفعہ افضل کو اُلجھن سی محسوس ہوئی کہ فاخرہ کی مُسکراہٹ میکانکی ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اُس نے سوچا، اُس کا پریشان ہونا ایک بے سود رِدّعمل ہے کیوں کہ ایسی مُسکراہٹیں اور قہقہے فاخرہ کے پیشے کا حصہ تھے۔

''یہ پہلا سال ہے۔'' افضل کو اِس جواب سے کچھ تسلی ہوئی۔ اُسے لگا، شاید فاخرہ اتنی تجربہ کار نہیں کہ وہ اپنے پیشے میں صحیح طرح کھُبی نہ لگتی تھی۔ وہ ایک دم مُسکرانے لگا۔ ''آپ جانتی ہیں کہ میں مُسکرا کیوں رہا ہوں؟'' فاخرہ تھوڑا سا جھجکی اور پھر اُس نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ شاید ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہو۔'' فاخرہ پھر ہنسی مگر اِس دفعہ افضل کو قہقہے میں پیشہ ورانہ بناوٹ نظر نہ آئی۔

''ہم نے دو راتیں ڈھاکہ میں قیام کرنا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ملاقات ہو سکتی ہے۔'' افضل نے کوشش کی کہ اپنے چہرے پر خوشی کا عکس نہ آنے دے۔

''سچی بات تو یہ ہے کہ میں ضرور ملنا چاہوں گا مگر ملاقات کہاں ہو؟''

''میں بندوبست کرلوں گی۔ چھاؤنی میں اٹیچمینٹ پر آئے افسروں کا پتا چلانا کوئی مشکل کام نہیں ۔ ویسے بھی وہاں آمدورفت محدود ہو کر رہ گئی ہے۔'' افضل کو حیرت ہوئی کہ صرف ایک سال کے تجربے والی لڑکی اتنی پُراعتماد ہے!

''آپ کو ڈھاکہ کے حالات کی مکمل بریفنگ تو دی گئی ہو گی!''

''کسی حد تک۔ بتایا گیا تھا کہ تفصیلی بریفنگ ایسٹرن کمانڈ میں دی جائے گی۔''

''میں اتنا کہہ سکتی ہوں کہ حالات اتنے اچھے نہیں ہیں۔ باقی آپ کو بتا دیا جائے گا۔''

وہ خالی گلاس لے کر اُٹھ گئی۔ اُس کے جانے کے بعد افضل نے اپنے آپ کو تنہا اور اُداس محسوس کیا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا یہ وہسکی کا اثر تھا یا گوشت پوست کی عورت کے ساتھ پہلا رابطہ؟

فاخرہ نیا گلاس بنا کر لے آئی: ''یہ آخری ہے۔''.....اُس نے بیٹھتے ہی گلاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ افضل کو حیرت ہوئی وہ کیسے جان گئی کہ وہ اپنی حد کے قریب پہنچ گیا ہے! دراصل اُس نے پہلے اتنی کبھی پی ہی نہیں تھی اور اُسے پینا ختم کرنے کا بہانا چاہیے تھا۔ اُس کے پاس پیسے کم تھے اور مشرقی پاکستان میں قیام کے دوران میں تنخواہ ملنے کی اُمید نہیں تھی۔ وہ آتے ہوئے ایک تنخواہ پیشگی لے آیا تھا جو لاپرواہی کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ اُس نے ضد نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

''آپ فلمیں دیکھتے ہیں؟''

افضل نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔

''جنگ کی فلموں میں جس طرح گلیاں سنسان ہوتی ہیں اور چلنے والا اپنے ہی قدموں کی گونج سے ڈر جاتا ہے، یہی حال ڈھاکہ میں ہے۔ وہاں موت رقص کرتی نظر آتی ہے۔ مجھے یہ باتیں نہیں کرنا چاہئیں مگر مجھے آپ مختلف لگے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے....؟ میں نہیں جانتی لیکن اچھا نہیں ہو رہا۔ ہر ایک ذہن میں ایک ہی سوال ہے کہ اِس کا حل کیا ہوگا!''

افضل نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو بادل کے بجائے بہت نیچے سمندر نیلے رنگ کی طرح بکھرا ہوا تھا اور اُسے وہ نظارہ مسحور کن لگا۔ پہلے بادل پہاڑوں کی شکل میں نظر آ رہے تھے اور اَب نیچے بکھرا ہوا نیل۔ افضل نے فاخرہ کو بھی ساتھ شامل کرنے کا فیصلہ کیا: ''آپ ایسے نظارے تو روز دیکھتی ہیں۔'' اُس نے سمندر کی طرف اشارہ کیا۔

فاخرہ کی مُسکراہٹ میں اُکتاہٹ تھی: ''فوج کی ملازمت لوگوں کے لیے ایک مسٹری لیے ہوتی ہے۔ آپ بتائیں کیا آپ کو یہ مسٹری نظر آتی ہے؟'' اِس دفعہ افضل مُسکرایا تو اُس کی مسکراہٹ میں اُکتاہٹ نہیں تھی۔

وہسکی نے آہستہ آہستہ اُس کے ذہن پر غلبہ پانا شروع کر دیا اور وہ سو گیا۔

جب حفاظتی بند باندھنے کا وقت آیا تو کسی نے اُسے جگایا۔ سیٹ سیدھی کرنے کے بعد اُس نے پھر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ جہاز متواتر نیچے اُتر رہا تھا جب اُس نے مشرقی پاکستان کی پہلی جھلک دیکھی۔ حدِ نظر تک پانی پھیلا ہوا تھا اور پانی میں منتشر چھوٹی چھوٹی سی بستیاں اور درختوں کے گھنے جھنڈ تھے۔ اُس وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور اُسے ڈھاکہ دھند میں لپٹا پُراسرار سا لگا۔ اُنھیں ٹارمک ہی سے ایک ہال میں لے جا کر کرسیوں پر بٹھا دیا گیا۔ ایئر پورٹ پر طیارہ شکن ہتھیار نصب تھے اور فوجی اکیلے یا ٹولیوں کی صورت میں اِدھر سے اُدھر عُجلت میں چل پھر رہے تھے۔ اب وہاں کا غذات بھرنے

اور خوش آمدید کہنے والے افسروں سے گپ کا ایک طویل سلسلہ چل پڑا۔ افضل تھوڑی ہی دیر بعد اُکتاہٹ کا شکار ہو گیا۔ اُسے شدید بھوک لگی تھی کیوں کہ دوپہر کے کھانے کے وقت وہ سوتا رہا تھا اور کسی نے اُسے جگایا نہیں تھا۔ دوسرے وہ واحد آرمرڈ کور کا افسر تھا اور اُس کی کسی سے شناسائی بھی نہیں تھی۔ وہ اکیلا کونے میں بیٹھا سگریٹ پھونکتا رہا۔ اُسے یہ بھی پریشانی تھی کہ سگریٹ ختم نہ ہو جائیں۔ شراب نوشی اور بعد میں سو جانے کی وجہ سے اُسے جہاز سے سگریٹ لینا یاد نہ رہا۔ اُسے اچانک فاخرہ کا خیال آیا۔ اُس نے پہلی دفعہ عورت کو اتنے قریب سے دیکھا تھا۔ اب تک اُس کے ذہن میں کتابوں اور فلموں کی ہیروئینیں تھیں۔ اصلی عورت اُسے کافی دل چسپ اور پُراسرار لگی۔ اُس نے محسوس کیا کہ فاخرہ کے کئی مُوڈ تھے۔ وہ بات کرتے ہوئے ایک دم اجنبی سی ہو جاتی۔ ایسے لگتا کہ اُس کے سامنے فاخرہ نہیں، جذبات سے عاری عورت بیٹھی ہے اور کبھی وہ اُسے مانوس اور ہمدردسی لگی۔ اُس نے سوچا، شاید عورت ایسی ہی ہوتی ہے اور اِسی لیے اُسے اتنا متنازع سمجھا جاتا ہے؛ اپنی ہوتے ہوئے بھی اپنی نہیں اور اپنی نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی ہے۔

اُنہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اُس کو ڈھاکہ میں چند دِن گزارنے کے بعد کچھ افسروں کے ساتھ اُن یونٹوں میں شامل ہونا تھا جو عملی طور پر فسادیوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ اُسے رنگ پور جانا تھا۔ افضل کے اندر اپنے آپ کو پرکھنے کی ایک ہلکی سی خواہش سرسراتی محسوس ہوئی۔ اُس نے سوچا کہ ہر باشعور آدمی کی زندگی میں ایک ایسا موڑ آتا ہے جو اُس کی اہلیت اور اعتماد کا امتحان لیتا ہے۔ وہ ہال میں ایک متحرک سی ہلچل محسوس کر رہا تھا۔ زیادہ لوگ دُشمن کو سبق سکھانے کی بات کر رہے تھے۔ افضل کو یہ عجیب سا لگا۔ اُس نے سوچا، یہ اپنے آپ کو آزمائے بغیر کسی کو کیا سبق سکھا سکتے ہیں!

۲

اگلے دِن ایک میس کے ہال میں اُن کی بریفنگ ہوتی رہی۔ افضل کو یہ بریفنگ ایک سزا لگی۔ پہلے دن کی تمام بریفنگ شیخ مجیب الرحمن، عوامی لیگ اور مکتی باہنی سے متعلق تھی۔ یہ ایک ایسی تکون تھی جو پاکستان کو سالم دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ افضل پاکستان کے قیام تک کے تاریخی حقائق سے واقف نہیں تھا۔ اُسے شک سا گزر رہا تھا کہ سب کچھ اس طرح نہیں ہو سکتا جو اُنہیں بتایا جا رہا تھا: کہیں نہ کہیں دوسرا نقطہءِ نظر ضرور ہوگا۔ مگر ایک وفادار فوجی ہوتے ہوئے اُسے کھوجنا اُس کے دائرہءِ عمل سے باہر تھا۔ وہ ساری سہ پہر سوچتا رہا کہ بطور متجسس انسان، حقائق کا جاننا اُس کا فرض بھی تھا۔ اُسے جب مشرقی پاکستان آنے کے لیے چنا گیا تو وہ خاصا پریشان ہوا تھا کیوں کہ وہ اپنی یونٹ میں ایک پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ گو اُسے فوج کے کچھ ضوابط قطعاً پسند نہیں تھے لیکن وہ اُن کے ساتھ سمجھوتا کر چکا تھا اور اِس پیچیدہ اور اُلجھی ہوئی مشین میں خود کو کارآمد بنانے کی کوشش میں تھا۔ وہ بعض اوقات سوچتا، شاید اُس کا یہ احساس کہ وہ مجبوری کے تحت فوجی بنا ہوا ہے، غلط تھا، اور اُس کی ذات کی گہرائی میں ایک فوجی ہی آباد ہے ، وہ اپنے آپ سے سوال کرتا، کیا وہ کسی اور پیشے میں چل نہ سکتا تھا اور کیا وہ اُن بے شمار لوگوں میں سے نہیں جو فوج میں رہتے ہوئے بھی فوجی نہیں ہوتے!

افضل کو دو اور افسروں کے ساتھ کمرہ ملا۔ وہ سب سے جونیئر تھا اور دستور کے مطابق ہر تکلیف دہ کام اُسی کو کرنا پڑتا۔ اُسے غسل خانہ اُن دونوں سے پہلے استعمال کرنا ہوتا اور رات اُن سے پہلے کمرے میں موجود ہونا پڑتا تا کہ اُس کے دیر سے آنے سے اُن کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ گو اُنھیں چند دِن ہی اکٹھے رہنا تھا لیکن کمرے میں زندگی خاصی دُشوار تھی کہ وہ اُن دونوں کے ساتھ خود کو ایڈجسٹ نہ کر سکا۔ وہ دونوں ہر وقت عورتوں کی باتیں کرتے جب کہ نسوانی جسم کی بھوک نے افضل کو کبھی بے چین نہیں کیا تھا۔ اُس کے نزدیک یہ ایک ضرورت تھی، مجبوری نہیں تھی۔ جو لوگ اسے مجبوری سمجھتے، اُسے پسند نہیں تھے

اور وہ اپنے خیالات چھپاتا بھی نہیں تھا، یہی وجہ تھی کہ اکثر لوگ اُسے ناپسند کرتے۔

وہ تینوں شام سے پہلے کمرے میں پہنچے۔ افضل غسل کرنے کے بعد شام کا لباس پہن ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اُس نے دروازہ کھولا تو فاخرہ ایک اور ائیر ہوسٹس کے ساتھ کھڑی تھی۔ ''ہم اندر نہیں آئیں گی۔ آپ بال بنا کر ہمارے ساتھ چلیں!'' افضل کو پہلے تو یقین نہ آیا۔ وہ دِن کی مصروفیت میں فاخرہ کو بھول چکا تھا۔ اَب وہ اُسے دروازے کے فریم میں کھڑی اُس تصویر کی طرح لگی جسے متواتر دیکھے جانے کو جی چاہتا ہے۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اُسے کمرہ کیسے ملا۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ تو فاخرہ کو اپنی زندگی سے نکال چکا تھا مگر اُس کا فریم میں کھڑے ہونا واقعی خوش گوار حیرت تھی اور اب کہ وہ اُس سے ملنے آ ہی گئی ہے تو اُسے ملاقات کو سوالات سے پیچیدہ کرنے کے بجائے دِل چسپ بنانا چاہیے۔ وہ پرواز کے دوران میں عورت کی صحبت کے خوش گوار اثر کو جان چکا تھا۔ وہ اُنھیں دیکھ کر مُسکرایا اور اُس کی مُسکراہٹ سے خوشی کا عکس چھلک رہا تھا۔ فاخرہ کی جوابی مُسکراہٹ بھی اِسی عکس میں ڈھلی ہوئی تھی۔

کار پارک میں دو فوجی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک کھُلی گاڑی میں مسلح گارڈ اپنے ہتھیاروں کا رُخ چاروں طرف کیے بیٹھے تھے۔ افضل اِس طریقے بخوبی آگاہ تھا جو بوقتِ ضرورت کارآمد ہونے کے بجائے زیادہ تر خائف کرنے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔ دوسری، ٹویوٹا جیپ تھی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں اور ڈرائیور نے اُس کے لیے سامنے کا دروازہ کھولا۔ وہ اُن کے بلا جھجک بیٹھنے سے سمجھ گیا کہ وہ فوجی گاڑی میں پہلی دفعہ نہیں بیٹھی تھیں۔ اُسے تجسس بھی ہوا لیکن وہ جانتا تھا کہ سفر کے اختتام پر اُسے منزل کا پتا چل جائے گا۔ جیپ میس سے نکل کر کسی طرف چل پڑی۔ افضل نے ڈھاکہ کو اُسی طرح دیکھا تھا جس طرح پنجرے میں بند پرندہ دُنیا کو دیکھتا ہے۔ کل اُس کے سر میں ہلکا سا درد تھا اور کچھ تھکاوٹ کا احساس بھی۔ ائیر پورٹ سے آنے کے بعد وہ کمرے میں بند رہا تھا۔

شام کے وقت چھاؤنیوں میں عموماً رونق ہوتی ہے۔ خاندان میل ملاقات یا چہل قدمی کے لیے سڑکوں پر نکلے ہوتے ہیں مگر افضل کو اُس شام کے دھند لکے میں چھاؤنی، خاموش اور اُداس سی لگی۔ چند موڑ کاٹنے کے بعد افضل کو لگا کہ علاقہ دیکھا بھالا لگتا تھا۔ وہ شادی شدہ افسروں کا رہائشی علاقہ تھا۔ جیپ ایک گھر میں داخل ہو گئی۔ ڈرائیور نے پھرتی کے ساتھ پہلے پچھلا دروازہ کھولا اور پھر سامنے والا۔ افضل گاڑی سے باہر نکلا تو وہ دونوں اپنی قمیصوں کو درست کرتے ہوئے اندر کی طرف چل پڑیں۔ افضل وہیں رُکا رہا۔ اُن دونوں نے اُسے ساتھ آنے کا اشارہ بھی نہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اردلی

اُسے بیٹھنے والے کمرے میں لے گیا۔

کرنل بشیر کے ذُمے نان ملٹری لاجیسٹکس تھیں اور ڈھاکہ کا تمام تر انتظام وانصرام اُسی کے سُپرد تھا۔ اِس ذمے داری کی وجہ سے وہ ڈھاکہ کے غیر فوجی حلقوں میں اہم حیثیت کا حامل تھا۔ اُس وقت کمرے میں ایک اور عورت بھی موجود تھی جس کے پُرکشش چہرے کی وجہ سے، ہر تھوڑے عرصے بعد اُس کی طرف نظر اُٹھ جانا ایک قدرتی سی بات تھی۔ افضل نے کمرے میں قدم رکھا تو کرنل بشیر نے تُرش نگاہی سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھایا:

''کرنل بشیر۔''

''لیفٹیننٹ افضل اعجاز سر۔'' افضل نے ہاتھ ملایا۔

''کون سے آرم سے ہو؟''

''آرمرڈ کور۔''

''ہاہا۔ رسالہ بھی آیا ہے۔ صاحب زادہ یعقوب سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ جینئس مگر کمزور آدمی ہے۔ یہاں اِن حالات میں ذہین آدمی کے بجائے ایک فیصلہ کرنے والے آدمی کی ضرورت ہے..... بیٹھو!''

افضل جھجکتے ہوئے ایک صوفے کے کونے پر بیٹھ گیا۔ اُسے اُلجھن سی ہونے لگی کہ فاخرہ اُسے یہاں کیوں لے آئی ہے! کیا وہ ہر پرواز کے بعد کرنل بشیر سے ملنے آتی ہے یا اپنی ساتھی کے ساتھ آئی ہے؟ کمرے میں موجود تیسری عورت کون ہے؟ کیا وہ کرنل بشیر کی بیوی ہے؟ وہ جانتا تھا کہ مشرقی پاکستان سے زندہ بچ جانے والے فوجی خاندانوں کا انخلا ہو چکا تھا۔

''ڈرنک لو۔ رسالہ کبھی انکار نہیں کرتا۔ کیا پیو گے؟ بیئر، وِہسکی یا واڈکا؟''

افضل، کرنل بشیر کے متکبر رویے سے اُکتا چکا تھا۔ اُسے وہ خود پسند اور طاقت کے نشے میں مست آدمی نظر آیا۔ اُس نے اُسے شکست دینے اور زچ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

''سکاچ..... بلیک ڈاگ۔''

کرنل بشیر اِس درخواست سے تھوڑا سا پریشان ہوا۔

''رسالہ اپنی اہمیت سمجھتا ہے۔ میرے پاس صرف آج کی شام کے لیے بلیک ڈاگ ہو گی۔ میں عام وِہسکی لوں گا۔ فاخرہ، تم لوگ ہمیشہ کی طرح جن..... ٹھیک؟'' دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

کرنل بشیر ساتھ والے کمرے میں جا کر ٹرالی پر سارا سامان رکھ لایا۔ وہ ہر ایک کے لیے گلاس بنانے کے بعد تیسری عورت کی طرف متوجہ ہوا:

''ڈارلنگ، تمہارے لیے کیا؟''

''سوڈا آن راکس۔'' اس جواب پر سب ہنس پڑے اور وہ خود بھی اس قہقہے میں شامل ہو گئی۔

وہ عورت پہلی دفعہ بولی تھی۔ افضل فوراً سمجھ گیا کہ وہ مشرقی پاکستان کی تھی۔ اُسے اُس کی وہاں موجودگی بھی سمجھ میں آ گئی۔

سب نے اپنا اپنا گلاس اُٹھایا تو کرنل بشیر کھڑا ہو گیا:

''آج یہاں موجود جوان لوگوں کے لیے!''

افضل نے بھی کھڑے ہو کر اپنا گلاس اُوپر اُٹھایا اور سیال کا گھونٹ پیٹ میں جانے سے لُطف اندوز ہونے لگا۔ کمرے میں تھوڑی دیر خاموشی رہی اور ہر کوئی اپنے گلاس کے اندر دیکھتے ہوئے وہاں کچھ تلاش کرنے کی کوشش میں تھا۔ کرنل بشیر نے خاموشی کو توڑا:

''افضل! معلوم ہے کہ تمہیں کہاں بھیجا جا رہا ہے؟''

''رنگ پور، سر! میں کوشش کروں گا کہ ۲۹ کیولری کے ساتھ رنگ پور میں ہی رہ جاؤں۔''

''غلط! یہاں آنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ تم انفنٹری کے ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ چھاتی پر گولی کیسے روکی جاتی ہے۔ فاخرہ نے تمہاری سفارش کی اور فاخرہ مجھے بہت عزیز ہے۔ وہ اپنی آف شام کریو کے بجائے میرے ہاں گزارتی ہے۔ سو، تم آگے جاؤ اور جنگ کا تجربہ حاصل کرو، یہ خوش نصیبوں کو ہی ملتا ہے۔''

افضل نے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ وہ ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے شام بدمزہ ہو جائے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اُس کے دل میں کرنل بشیر کے بارے میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ اُسے لگ رہا تھا کہ یہ آدمی اصل میں وہ نہیں جو خود کو ظاہر کر رہا ہے۔ اُس کے اندر کے پرت کو وہ ابھی تک سمجھ نہیں سکا تھا۔

پہلا گلاس ختم ہوا تو دوسرا بن گیا۔ افضل محسوس کر رہا تھا کہ کمرے کا ماحول عجیب سا تھا۔ کبھی تو وہاں کسے ہوئے تار سا کھچاؤ محسوس ہوتا اور کبھی ایک پژمردگی کا احساس۔ اُس نے فاخرہ کی طرف دیکھا تو اُس کی نظر کی چوری کو وہ عورت پکڑ گئی۔ فاخرہ بھی سمجھ گئی اور وہ اُس عورت کے ساتھ مل کر مُسکرائی۔ افضل نے گھونٹ لیتے ہوئے سوچا کہ اُسے وہاں آنا نہیں چاہیے تھا، پھر اُسے خیال آیا کہ وہ کرنل

بشیر سے تو ملنے آیا نہیں، فاخرہ اُسے لے آئی اور وہ جب تک وہاں ٹھہرتی ہے اُسے بھی ٹھہرنا ہوگا۔

''تم جہاں بھی جاؤ بس ایک بات یاد رکھنا۔'' کرنل بشیر گھونٹ کے لیے رُکا اور اپنا گلاس خالی کر گیا۔ افضل نے بھی تائید تو کرنل بشیر نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ اُس نے افضل کو گلاس بنانے کا اشارہ کیا اور پھر گلاس تھام کر بات جاری رکھی:

''یاد رکھنا They are the enemy.Kill them,burn them'' افضل ایک ذُمے دار افسر کے منھ سے یہ بات سُن کر حیران رہ گیا۔ یہ ایک حکم تھا اور اُسے حکم عدولی نہیں سکھائی گئی تھی۔ وہ فوج میں جتنے بھی نرم رویوں کا حامی ہو، حکم کی بجا آوری پر سمجھوتے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اُس کی نظر میں اچانک اپنا گاؤں آ گیا۔ اُس نے سوچا، اگر حالات اُلٹ ہوتے اور اُس کے لوگوں کے گھر جلانے کو کہا جاتا تو وہ کیا کرتا! افضل کو گاؤں کے ساتھ بہتی نہر بھی یاد آ گئی جہاں وہ گرمیوں کی ہر دوپہر میں گھر والوں سے چوری نہایا کرتا تھا۔ نہر کے کنارے ٹاہلی کے گھنے درخت تھے جن کے سائے میں گرمی سے بچنے کے لیے مویشی بیٹھے جگالی کرتے، گاؤں کی گلیاں جہاں وہ آنکھ مچولی کھیلتے اور لڑکیوں سے آنکھ لڑاتے ۔سیدھے سادے لوگ جن کے قہقہوں میں خلوص اور سچائی ہے اور جو اپنے کام کے علاوہ اور کسی بات سے واسطہ نہیں رکھتے، کیا وہ اُن کے گھر جلا دے گا؟ اُسے سردیوں کے چمکتے ہوئے دِن اور اندھیری راتیں یاد آ گئیں جب وہ لحاف اوڑھ کے بجلی کے انتظار میں سو جایا کرتا تھا۔ کیا وہ گاؤں اور اُس میں رہنے والے لوگ کسی کے دُشمن ہو سکتے ہیں! اُسے کرنل بشیر کی بات میں منطق اور توازن کی کمی نظر آئی۔

اُسے پتا ہی نہ چلا اور فاخرہ قالین پر اُس کی ٹانگ کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اُس نے عورت کے لمس کو اپنے جسم کے ساتھ محسوس کیا۔ اُس کے جسم کے اندر ایک تڑتھلی سی مچ گئی۔ وہ جان نہ سکا کہ فاخرہ کے جسم کے مس ہونے کی وجہ تھی یا بلیک ڈاگ کے سیال کا اثر۔ وہ فاخرہ کو چھونے کے لیے بے چین ہو گیا۔ وہ اپنے اِس احساس کو اپنے بدن کی زبان میں پڑھ سکتا تھا۔ اُس نے فاخرہ کی طرف دیکھا تو وہ نیم وا ہونٹوں سے مُسکرا رہی تھی۔ اُس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ فاخرہ کی گردن پر رکھا اور اِس لمس نے اُسے قدرے آرام سے کر دیا۔

''فاخرہ!'' عورت نے سب کو خاموشی سے باہر نکالا۔

فاخرہ نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا اور اپنے ہونٹ بند کر لیے۔ وہ اُٹھی اور اُس نے اپنی ساتھی اور اپنے لیے گلاس بنائے۔

''تم لوگوں کو بریفنگ میں سیاسی اور فوجی حالات سے واقفیت دلا دی جائے گی۔ نظر سامنے

رکھتے ہوئے ہمیشہ اپنی پیٹھ کا خیال رکھنا۔ بنگالی پیٹھ پر وار کرنے میں بہت ماہر ہے اور یہی اُس کا کردار ہے۔ وہ سمجھوتا نہ کرنے والی بے رحم جنس ہے۔ تم حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد میری بات کی صداقت کو جانو گے۔ وہ اتنا مکار ہے کہ تمہارے اندر اپنے لیے رحم کے جذبات پیدا کروالے گا اور تم اُس کی مدد کرنا چاہو گے۔''

تب اُس نے فاخرہ کی طرف دیکھا۔ افضل جان نہ سکا کہ اُن کے درمیان کوئی اشارہ ہوا یا نظروں کا تبادلہ یا یہ محض اتفاق تھا۔ اُسے اب اِس گھر میں کسی آسیب کا احساس ہونے لگا۔ کرنل بشیر نے اپنی بات جاری رکھی: ''یہاں جس طرح قتل و غارت اور لوٹ مار ہوئی، زبان اُس کے بیان سے قاصر ہے۔ میں ہر سمجھ دار ہم پیشہ سے کہتا ہوں کہ ہم نے اِس ظلم کا بدلہ لینا ہے۔ جو عزتیں لوٹی گئیں، اُن کا حساب چکانا ہے۔ اگر ہم فراخ دلی کے کسی لمحے میں اُن کو معاف کر دیں تو ہم اُس ظلم میں ساجھی بن گئے اور کم سے کم میں اِس گناہ کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری کسی انفنٹری بٹالین کے ساتھ اٹیچمینٹ کی سفارش کروں گا اور تم نے میری بات پر عمل کرنا ہے۔ اِسے ایک قرض سمجھو۔''

افضل کو لگا کہ وہ پاگل خانے میں پاگلوں کے ساتھ بند ہے اور اگر وہاں سے بھاگ نہ نکلا تو وہ بھی پاگل ہو جائے گا۔ اُس نے ایک دفعہ پھر کمرے میں خود کو اکیلا محسوس کیا۔ اُس نے سہارے کے لیے فاخرہ کی طرف دیکھا تو اُس کی آنکھیں نم تھیں۔ وہ اُلجھن میں گرفتار ہو گیا کہ نمی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے! فاخرہ چمکتی آنکھوں والی لڑکی ہے تو پھر وہاں رطوبت کیوں؟ کیا نمی کی وجہ کوئی حادثہ ہے یا اتفاق؟ شاید اُس نے اُس کی طرف دیکھا ہی اُس لمحے ہو جب ہو وہ جمائی پر قابو پا چکنے کے بعد آنکھوں سے نمی صاف نہ کر سکی ہو۔ افضل کو ٹانگ کے ساتھ حرکت محسوس ہوئی۔ اُس نے دیکھا کہ فاخرہ اُٹھ رہی ہے اور اِس عمل میں اُس کے جسم کا ہلکا سا وزن اُس کی ٹانگ پر بھی آ گیا ہے۔

''تازہ ہوا میں چلتے ہیں!'' فاخرہ نے کھڑے ہو کر کرنل بشیر کی طرف دیکھتے ہوئے افضل سے کہا۔ افضل نے ایک قدم ہٹ کر اُسے باہر جانے کا راستہ دیا اور اُس کے پیچھے چل پڑا۔

باہر تازہ ہوا میں سانس لینے سے افضل اپنے حواس میں واپس آنے لگا۔ کار پورچ سے گیٹ تک چند گز کے فاصلے پر دونوں، قدم ملاتے ہوئے، چکر کاٹنے لگے۔ چاروں طرف خاموشی تھی جسے کبھی کبھار کسی تیز رفتار فوجی گاڑی کے پہیوں کی گونج ریزہ ریزہ کر دیتی۔ تھوڑی دیر کے بعد فاخرہ نے پوچھا:

''آپ کچھ سمجھ پائے؟''

''پاگل اور باہوش ہونے کے درمیان میں کہیں لٹکا رہا۔''

فاخرہ کے قہقہے میں ایک بوجھل پن تھا جو اُسے شام کی چُپ کا حصہ لگا۔ وہ افضل کے سامنے کھڑی ہوگئی:

''کرنل بشیر ایک شدید نفسیاتی دباؤ میں سے گزر رہے ہیں۔ عوامی لیگ کے کہنے پر یہاں جو بغاوت ہوئی، اُسے گول مال کہتے ہیں۔ گول مال میں آپ جانتے ہیں، کیا کچھ ہوا؟ گول مال سے دو دِن پہلے جب حالات کسی رُخ بیٹھے نہیں تھے، کرنل کی بیوی حفاظتی دستے کے ساتھ بازار گئیں۔ وہاں اُن پر حملہ ہوا۔ اُن کے بازو اور ٹانگیں دھڑ سے جُدا کر دی گئیں۔ اُن کے محافظ بھی مارے گئے۔ لوگوں کو آزادی کا بلاوا دینے والی جماعت عوامی لیگ کے سر بازوں کے ہاتھوں مرنے والی وہ پہلی مغربی پاکستانی خاتون ہیں۔ تب سے کرنل بشیر بدلہ لے رہے ہیں۔ وہ بدلہ اور مغربی پاکستانی عورتوں کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہر آنے والی فلائیٹ کی ہوسٹیسیں اِن کے ہاں ٹھہرتی ہیں۔ غالباً اِنٹر کانٹینینٹل بھی اِتنا ہی محفوظ ہے مگر وہ مطمئن نہیں۔''

افضل کو کرنل بشیر میں ایک اور آدمی نظر آنے لگا۔ اُسے گھر میں آسیب کی موجودگی کا شک صحیح لگا اور وہ آسیب کو پہچان گیا۔ کرنل بشیر کے ساتھ اُس کی مقتول بیوی اِس طرح زندہ تھی جیسے اُس کی موت نے کرنل بشیر کو مار ڈالا ہو۔ افضل کو کرنل بشیر سے ہمدردی ہونے لگی۔ وہ ساری شام فاخرہ اور کرنل بشیر کے تعلق کے بارے سوچتا رہا۔ وہ اپنے بے بنیاد شکوک کی وجہ سے خود کو سطحی سا آدمی محسوس کرنے لگا۔ اُسے کرنل بشیر کے اعصاب کی داد دینا پڑی جو اتنے گہرے صدمے سے گزرنے کے باوجود اپنے سرکاری فرائض نبھانے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل طور پر مختلف کارروائی میں لگے ہوئے تھے۔

''کیا اُن کے اِس کام کو سرکاری تائید بھی حاصل ہے؟''

''نہیں، مگر میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتی، شاید ہو! یہ آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔''

''اور وہ خاتون کون ہیں؟''

''اوہ!'' وہ ایک دبی سی ہنسی ہنسی۔ اُس شام وہ پہلی ہنسی تھی۔ ''وہ آج کل کرنل کے ساتھ رہ رہی ہے۔ یہ بدلتی رہتی ہیں۔''

افضل کو اچانک شدید بھوک کا احساس ہوا۔ اُسے ایک دم محسوس ہوا کہ اُس نے ساری شام کوئی سگریٹ نہیں پیا۔ اُسی وقت فاخرہ نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا:

''کمرے میں واپس چلیں؟''

''اگلی ملاقات؟'' افضل نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ایسے ہی کسی فلائیٹ پر۔'' فاخرہ کی سرگوشی میں ایک اُداسی تھی۔

افضل نے غور سے اُس کی طرف دیکھا۔ڈھاکہ کی زندگی سے عاری اور بجھی ہوئی رات میں اُسے فاخرہ کی آنکھوں میں چمک نظر آئی۔وہ اُسے دیکھتے ہی چلے جانا چاہتا تھا۔فاخرہ اپنے اندر ایک الجھاؤ سا محسوس کر رہی تھی۔افضل جانتا تھا کہ فاخرہ اُسے زندگی میں پھر کبھی نہیں ملے گی۔ہوائی جہاز میں ہونے والی ایک غیر اہم مُلاقات شاید زندگی میں کبھی نہ بھولے۔پھر اُس نے فاخرہ کو ہونٹوں سے چھونے کا فیصلہ کیا۔وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ہونٹ اُس کے ماتھے پر رکھے یا ہونٹوں پر کہ فاخرہ نے مشکل آسان کر دی۔اُس نے ایڑھی اُٹھا کر گردن تھوڑا پیچھے کی تو فاخرہ کی دبی ہوئی ہنسی میں رات کی تمام اُداسی اور اُس ملاقات کی مٹھاس گھلی ہوئی تھی۔
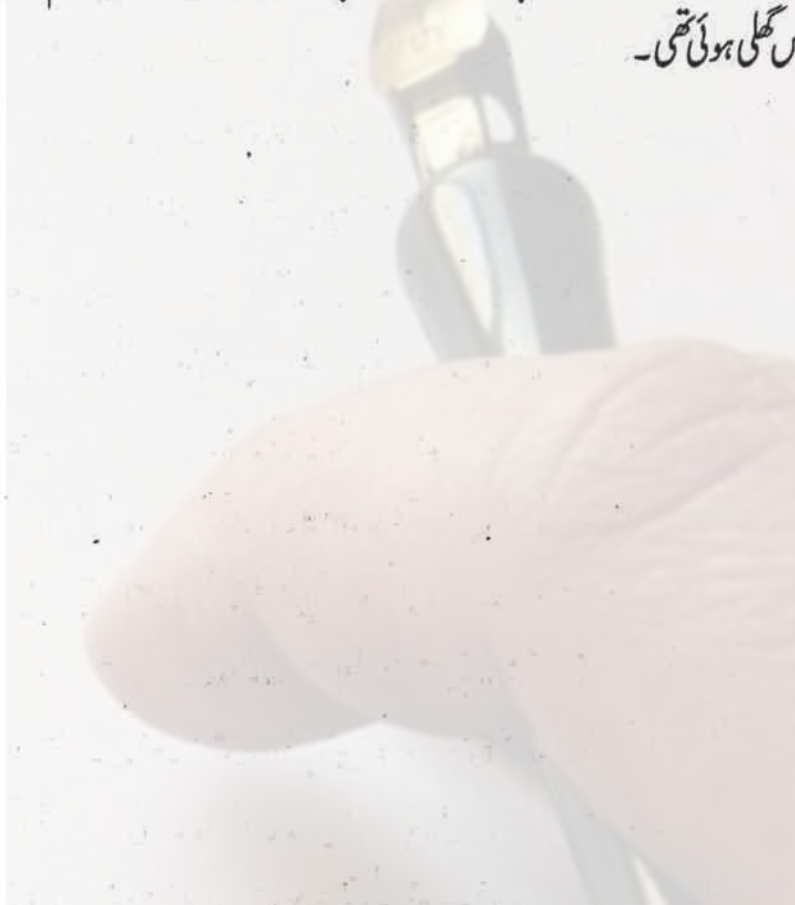
۳

اگلا تمام دِن بریفنگ میں صرف ہوا۔ اُس دِن اُنہیں بغاوت کی تفصیل بتائی گئی۔ جو واقعات سُننے میں آئے، وہ انسان کے غیر مہذب ہونے کی گواہی تھے۔ عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا۔ املاک کو آگ لگائی گئی۔ مُردہ جسموں میں جھنڈے گاڑ کر آزادی کا جشن منایا گیا۔ صوبے کی اکثر چھاؤنیوں میں ہجوم نے حملہ کر دیا۔ وہاں تعینات فوجیوں کے پاس ہجوم کو روکنے یا منتشر کرنے کے لیے اسلحہ ناکافی تھا۔ ہجوم نے جب مدافعتی کوششوں پر قابو پا لیا تو فوجیوں اور اُن کے ساتھ وابستہ افراد کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ نفرت کا ایسا دریا تھا جس کے کنارے آگ کے بنے ہوئے تھے۔ فوجی جنھوں نے مُلک کی بقا کے لیے جان تک قُربان کرنے کا حلف لیا تھا، اُسی ملک کو توڑنے کے درپے تھے۔ وہ چھاؤنیوں میں ذخیرہ کیا گیا تمام اسلحہ لے کر مغربی پاکستان کی فوج کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ وہ اُس فوج کے جنگی حربوں اور طریقہء کار سے واقف تھے سو اُن کو کامیابی ملنا شروع ہوئی۔ مغربی پاکستانی فوجی اپنا اعتماد اور حوصلہ کھو چکے تھے۔ ڈھاکہ میں صرف چھاؤنی اور انٹر کانٹینینٹل ہوٹل حکومتِ پاکستان کے زیرِ اثر تھے جب کہ باقی شہر پر عوامی لیگ کا قبضہ تھا۔ یہ صورتِ حال حکومتِ پاکستان کے لیے تکلیف دہ اور خجالت کا سبب تھی۔ اُنھوں نے نہ صرف اِس بغاوت کو کچلنا تھا بلکہ قیامِ پاکستان کے بنیادی نظریے کا بھی تحفظ کرنا تھا۔ چناں چہ مغربی پاکستان سے فوری طور پر فوج وہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پی آئی اے کی خصوصی پروازیں فوج کو لے کر آنا شروع ہو گئیں۔ فوجی صرف ہلکے ہتھیاروں کے ساتھ وہاں پہنچ رہے تھے اور اُنھیں جہاز سے اُترتے ہی کسی طرف روانہ کر دیا جاتا۔ یہ فوجی اپنے ہی ملک میں ایک عجیب نوعیت کے آپریشن میں مبتلا ہو گئے۔ اُن کے سامنے صرف ایک ہی آپشن تھا اور وہ تھا بدلہ! ایسٹرن کمانڈ میں ہونے والی بریفنگ کا بھی ایسا ہی لب و لہجہ تھا۔ رات کو افضل، کرنل بشیر کی گفتگو سُن چکا تھا اور اُسے اُس کے حالات سے بھی آگاہی ہو گئی تھی۔ افضل کو اُس کے ساتھ ہمدردی تھی۔ وہ اُس کے الیے کو مکمل طور پر محسوس

کرر ہا تھا۔ اُس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اصل حل کیا ہو سکتا ہے! گول مال کی تفصیل اُس کے اندر ایک آگ لگا دیتی اور مارے جانے والے لوگ اُسے اپنے جسم کا حصہ معلوم ہوتے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایک طرف سے انتہائی اقدام اُٹھایا گیا تو کیا ویسا ہی جوابی اقدام ضروری تھا! وہ بریفنگ میں یہ سوال پوچھنا چاہتا تھا لیکن اپنے ساتھیوں کا جوش وخروش دیکھ کر جھجک گیا اور اُس نے کسی حد تک خود کو جسمانی طور پر اکیلا ہونے کے باوجود نظریاتی طور پر بھی تنہا محسوس کرنا شروع کر دیا۔ وہ سارا دِن سوچتا رہا، کیا وہ خود اذیتی کا شکار تھا کہ اتنے سارے لوگوں کو ایک دوسرے کا ہم خیال پانا اُسے اچھا نہ لگا اور وہ اپنے لیے الگ راہ بنا بیٹھا! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس کی سوچ اگر وہ جان جائیں تو اُس کا مذاق اُڑائیں گے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی منزل خود طے کرے گا لیکن اِس تلاش میں اپنے فرض اور ذمے داری سے کبھی پہلوتہی نہیں کرے گا۔

وہ اتنا جان گیا تھا کہ اِنسان مہذب اور جدید ہونے کے باوجود غیر مہذب ہے اور غاروں کے دور سے آگے نہیں نکلا۔ اُس کے ظلم کرنے کے طریقے وہی تھے جو دوسری جنگِ عظیم میں نازیوں نے اپنائے، برِ صغیر میں تقسیم پر دیکھنے کو مِلے، مشرقی پاکستانیوں نے صوبے میں آئے ہوئے مغربی پاکستانیوں پر آزمائے، اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہی اُس کی فوج بھی کرے۔ وہ اُنہیں روکنا چاہتا تھا لیکن ایسا کرنے کے لیے اُس کے پاس نہ تو ذرائع تھے اور نہ ہی اختیارات۔ وہ اِس بہت بڑی عمارت میں ایک غیر اہم سی اینٹ تھا جسے کسی بھی وقت نکالا جا سکتا تھا اور اُس کے اخراج کا کسی دیوار، چھت، فرش یا مٹی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ بریفنگ میں ایک وقت ایسا آیا کہ وہ اُکتا کر سگریٹ پینے کے بہانے ہال سے باہر نکل آیا اور پھر واپس نہیں گیا۔ اُنہیں چھاؤنی سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی اور چھاؤنی کے اندر بھی کوئی افسر یا فوجی اکیلا نہیں پھر سکتا تھا۔ اُس کا یہ ایک جائز سا اندازہ تھا کہ اب بھی پاکستان کی حکومت صرف چھاؤنی کے اندر ہی محفوظ ہے اور باہر گھات کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ رات کی طرح اُسے چھاؤنی اب بھی اُداس سی لگی۔ اُس نے ڈھا کہ چھاؤنی پہلے تو نہیں دیکھی تھی مگر وہ یہاں فوج کی تعداد کی وجہ سے جو گہما گہمی ہونا چاہیے تھی، اُس کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ یہاں دن کو بھی کوئی غیر معمولی نقل وحرکت نہیں تھی۔ آرمی انجینئرز چھاؤنی کو ایک قلعہ بنانے کے لیے دفاعی مورچوں کو مضبوط کر رہے تھے۔ سپاہی ادھر اُدھر اُس غرور سے نہیں چل پھر رہے تھے جو ایک سپاہی کا خاصا ہوتا ہے۔ وہ قدرے سست اور تھکے سے تھے۔

افضل کافی دیر میس کے اندر بیٹھا رہا اور پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اُس نے سوچا کہ فاخرہ اب تک کراچی پہنچ چکی ہوگی۔ اُن کی ملاقات ایسے حالات اور ماحول میں ہوئی کہ وہ اُس کے رہائشی شہر کا

بھی نہ پوچھ سکا۔ اپنی سہولت کے لیے اُس نے کراچی کو اُس کا شہر طے کرلیا تھا۔ وہ اُسے کسی جدید متوسط طبقے کے رہائشی منصوبے میں درمیانے سے گھر میں ستاتے ہوئے اپنے متعلق سوچتے دیکھ سکتا تھا۔ فاخرہ اُس کی زندگی میں ایک مختصر سے عرصے کے لیے رنگ بکھیرنے والی پہلی عورت تھی اور وہ جانتا تھا کہ اُس کے ساتھ ملاقاتوں کا عکس ہمیشہ کے لیے اُس کی یاد میں زندہ رہے گا۔ اُس نے سوچا، کیا وہ فاخرہ کی مُسکراہٹ اور سرگوشی میں سے اُٹھتا گھٹا گھٹا سا قہقہہ کبھی بھول پائے گا! وہ اپنی مسہری پر لیٹا ہونٹوں کے ملائم لمس کے متعلق اُس وقت تک سوچتا رہا جب تک اُس کے دونوں نہ ساتھی آ گئے۔ وہ اُن دونوں سے سارا دِن بات نہیں کرسکا تھا۔

''ہلو رومیو! جولیٹس کہاں ہیں؟'' ایک نے پوچھا۔

''مغربی پاکستان۔'' افضل نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' دوسرا اپنی حیرت کو نہ چھپا سکا۔

''وہ ہماری فلائٹ کی ائیر ہوسٹیس تھیں۔''

افضل نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ تم رسالے والے، انگریزی بول کر بازی لے جاتے ہو اور دیکھو، ہمیں لوکل ٹیلینٹ پر گزارا کرنا پڑا۔''

''کیا مطلب؟''

''ہم شہر گئے تھے۔''

''وہ تو آؤٹ آف باؤنڈ ہے۔''

''وہ تو ہے، مگر، ہم گئے۔ حفاظت کے انتظامات تھے۔ لوڈ ڈ سنتری دروازے کے باہر رہے۔''

افضل کو اچانک کراہت کا احساس ہونے لگا!

۴

افضل اُن دس افسروں میں سے تھا جنہیں رنگ پور کی طرف جانا تھا۔ رنگ پور ڈھاکہ سے تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ چھوٹا سا شہر ہے جہاں ایک بریگیڈ ہیڈ کوارٹر اور ۲۹ کیولری تھی۔ افضل کو اکیلے رنگ پور جانا تھا جب کہ باقی نو افسروں کو راستے میں مختلف شہروں اور پوزیشنوں پر اُتر جانا تھا۔

یہ ایک طویل سفر تھا۔ اُنھوں نے فوجی گاڑیوں، سٹیمر اور ریل گاڑی سے یہ فاصلہ طے کرنا تھا۔ ایک مسلح دستہ لگاتار اُن کے ساتھ رہا جس کے جوان راستے میں مختلف جگہوں پر تبدیل ہوتے رہے۔ اِس سفر کے کئی پہلو تھے۔ افضل کو پہلی بار مشرقی پاکستان کے لینڈ سکیپ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ سفر ایک ہی طرح کے علاقے میں تھا جو مسلسل ہموار تھا۔ سڑکوں اور ریل کی پٹڑی کو تھوڑے تھوڑے فاصلے کے بعد ندیاں، نالے اور دریا کاٹ رہے تھے۔ دور دور تک پانی میں خشک زمین، چھوٹی چھوٹی بستیاں اور جھنڈ بکھرے ہوئے تھے۔ خشک زمین اور کم گہرے پانی میں دھان کے پودے لہرا رہے تھے۔ مشرقی پاکستان میں ایک سال کے اندر دھان کی تین فصلیں لی جاتی ہیں۔ یہاں کا چاول چھوٹا اور بدمزہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جہاں بھی قیام کرتے اُن کی خاطر مدارات میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جاتی۔ اُنھیں ہر کھانے میں دوسرے لوازمات کے ساتھ چاول ضرور پیش کیے جاتے جو بدمزہ اور کم ہاضم ہوتے۔ اُن کے مہمان دار چاول کے ایسے معیار پر معذرت بھی کرتے۔

اِن لوگوں سے مغربی پاکستان کے بارے میں ایسے سوالات کیے جاتے جیسے وہ صوبہ ایک خواب کی بستی ہو۔ اُنھیں اپنی تمام مشکلات کا حل، مغربی پاکستان میں، پاکستانی افواج کا ہندوستان پر برتری حاصل کرنے میں نظر آتا۔ اُنھیں یقین تھا کہ جنگ کی صورت میں مغربی محاذ پر ہندوستان کو شکست ہوگی اور اِس کے ساتھ ہی ہندوستان اور عوامی لیگ کا بنگلہ دیش بنانے کا خواب شرمندہءِ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

وہ کئی بستیوں اور قصبوں میں سے گزرے جہاں بربادی کے آثار دیکھے جاسکتے تھے۔ ہر جگہ جلی یا گری ہوئی عمارتیں دیکھنے کو ملتیں اور احساس ہوتا کہ وہ علاقے کسی جھڑپ یا لڑائی کا میدان رہے ہیں۔ جب وہ اُن علاقوں میں سے گزرتے تو لوگ اُنھیں عجیب نظروں سے دیکھتے۔ افضل کو اُن کی نظروں میں بہ یک وقت نفرت، خوف اور ایک حوصلہ نظر آتا۔ یہ نفرت فوج کے خلاف تھی یا مغربی پاکستانیوں کے خلاف؟ شاید خوف اِس حساس کا تھا کہ وہ بے سہارا ہیں اور اُن کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ اور حوصلے کی وجہ اُن کا خود پر اعتماد تھا۔

افضل کو مشرقی پاکستان کے لینڈ سکیپ میں ایک خوابیدہ سی انگڑائی نظر آئی جو طویل ہوئے جا رہی تھی۔ وہ محسوس کرسکتا تھا کہ لوگ اپنے معمولات سے دست بردار ہو چکے ہیں اور وہ زندگی یا موت کو اہمیت نہیں دیتے۔ اگر فوج کے دستے کو دیکھ کر اُن کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ حوصلہ بھی نظر آتا ہے تو اُن کے اندر اپنے مقصد کی بارآوری کا الاؤ ابھی روشن ہے۔ وہ بطور اِنسان اِس جذبے کو دیکھ کر خوش ہوتا اور ایک فوجی ہوتے ہوئے قدرے خائف ہو جاتا۔ اُسے احساس تھا کہ ایسے ارادے کو شکست دینے کے لیے اِس سے بھی بڑے ارادے کی ضرورت تھی۔ کیا وہ ان لوگوں سے برسرِ پیکار ہونے آیا ہے یا اُن سے جو قتل و غارت کر کے مکتی باہنی کا حصہ بن گئے ہیں! اُسے کرنل بشیر کی بات یاد آ گئی: Kill them,burn them.They are the enemy۔ افضل کو کرنل بشیر پر ترس آیا۔ اُسے اُس کے ساتھ ہمدردی تھی لیکن کیا وہ اُس کے بدلے کے نظریے کا حامی بن سکتا ہے؟

افضل کو لینڈ سکیپ تھکا تھکا سا لگا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہا ہے مگر اُس کی زبان ساتھ نہیں دے رہی۔ راستہ جس پر وہ سفر کر رہے تھے، مغربی پاکستان سے آئی پاکستان کی فوج، ڈھاکہ سے نکل کر اُسی پر چلی تھی۔ راستے میں فوج کو ابتدائی کامیابی سے شادمان پاکستان سے بغاوت کرنے والی مشرقی پاکستان کی یونٹیں، فوجی اور دیگر عوامل کے علاوہ ہندوستانی دستوں سے ہر رکاوٹ اور اہم مقام پر لڑنا پڑا۔ جب پاکستانی دستے ڈھاکہ سے نکلے تو اُنھیں مشرقی پاکستان میں ہوئے گول مال کے متعلق بتا دیا گیا تھا۔ اُس وقت اُن کے ذہن میں صرف دو باتیں تھیں۔ صوبے پر دوبارہ قبضہ کر کے پاکستان کی حکومت قائم کی جائے اور پاکستان کی فوج، فوجیوں اور اُن کے خاندانوں، بے شمار غیر فوجی مغربی پاکستانیوں، جو کسی نہ کسی مقصد کے لیے یہاں تھے، اور پاکستان کے حامی مقامی باشندوں پر ڈھائے گئے مظالم کا بدلہ لیا جائے! چناں چہ جس گھر، بستی یا قصبے سے مزاحمت کا سامنا ہوا اُسے جلا دیا گیا۔ یہ ایک خطرناک حد تک جرات مندانہ آپریشن تھا۔ کمانڈروں کو ضروری ہدایات اور نقشے دے کر اُن کی منزل بتا دی گئی۔ علاقے اور

دُشمن کے متعلق مکمل جان کاری کے بغیر کسی بھی روایتی آپریشن کو منصوبہ بندی کی میز پر جگہ نہیں ملتی۔ یہ آپریشن ایک مہم کی طرح تھا۔ راشن اور کھانے کی دوسری ضروری چیزوں کے لیے مقامی ذرائع کو استعمال میں لانا تھا۔ سنگین زخمیوں کا جنگ کے علاقے میں سے انخلا بذاتِ خود ایک پے چیدہ آپریشن تھا۔ باغیوں سے برسرِ پیکار دستوں کے پاس ایمبولینسوں کی کمی تھی اور زخمیوں کو طویل سفر طے کرنے کے بعد فوجی ہسپتالوں تک حفاظت سے پہنچانا پُرخطر تھا۔ اکثر اوقات راستے میں گھات لگی ہوتی اور وہاں سے بحفاظت نکلنا ایک اور آپریشن کا طلب گار ہوتا۔ اِن دستوں کی پیش قدمی اور کامیابی کے ساتھ ٹیلی فون کے رابطے میں مشکلیں بڑھتی رہیں۔ ایک منزل سے دوسری تک پہنچنے کے بعد دونوں کے درمیان میں لائن کا رابطہ قائم کرنا ایک فوجی ضرورت تھی۔ لائنیں لمبی ہوتی گئیں اور اُن کی حفاظت کے لیے افرادی ذرائع بھی خرچ ہونے لگے۔ شہروں اور قصبوں کے ٹیلی فون ایکسچینج فوج سنبھالتی گئی۔

یہ دستے ذاتی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ اِن کے پاس مشین گن سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں تھا اور اِسی طرح اِن ہتھیاروں کے لیے شروع میں گولیوں کی مقدار بھی کم تھی۔ پیش قدمی کو انتظامی امداد پہنچانا ایک ناممکن سا کام تھا، پھر بھی متعلقہ لوگوں نے اِن دستوں کو گولہ بارود کی کسی بھی مرحلے پر کمی نہ آنے دی۔ یہ ایک ناممکن کام تھا جسے ممکن بنایا گیا۔

ہر یونٹ کی اپنی ایک کہانی تھی جو ایک وقت پر فکشن لگنے لگتی۔ یہ انسانی برداشت کے ناقابلِ یقین واقعات تھے۔ افضل نے شروع میں اِن واقعات کو فرضی سمجھا کیوں کہ بہادری کے ایسے واقعات عقل کی گرفت سے باہر تھے۔ جب اُسے اُن کی صداقت کا یقین ہوا تو وہ سوچنے لگا کہ کیا وہ ایسے حالات میں اُن لوگوں سا ثابت قدم رہ سکتا؟ وہ اُن کے جذبے اور برداشت کے سامنے اپنے آپ کو بونا محسوس کرتا۔ یہ لوگ سارا دِن اپنے ہدف کی طرف چلتے رہتے اور نہیں جانتے تھے کہ اُن کے لیے گھات کہاں لگی ہوگی۔ بعض اوقات سڑک کے پیچ وخم یا دو سے زیادہ سڑکوں کے سنگم پر، جہاں جھنڈ بھی ہوتا، گھات کے لگے ہونے کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ یہ اُس جگہ کی طرف چوکس و تیار بڑھتے اور وہاں دُشمن کے موجود ہونے کی صورت میں، کامیاب ہو جاتے۔ یہ نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ کامیاب ہوتے۔ بعض اوقات ایسے دُشمن سے بھی واسطہ پڑتا جسے اُس کے مورچوں سے نکالنا مشکل ہو جاتا۔ لیکن کسی بھی دُشمن کا انخلا ضروری تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اُنھیں اپنی نفری کو بھی مکمل طور پر محفوظ رکھنا تھا کیوں کہ ایک آدمی کی کمی بھی ناقابلِ برداشت تھی۔

اِس مہم میں تمام عناصر پاکستان کی فوج کے خلاف تھے۔ باغیوں کو ابتدائی کامیابی کے بعد

نفسیاتی برتری حاصل تھی جس سے اُن کے حوصلے بلند تھے۔ اس کامیابی نے اُنھیں کسی حد تک لاپروا بھی بنا دیا تھا۔ وہ جھڑپ کے دوران میں آڑ کا استعمال کیے بغیر فائر کرتے اور بالآخر مارے جاتے۔ ڈھاکہ ائیر پورٹ پر جب مغربی پاکستان سے آنے والے دستوں کو ہدایات ملتیں تو وہ عجیب قسم کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے۔ اُن پر ایک طرح سے نفسیاتی دباؤ بڑھ جاتا۔ وہ ایک بہت بڑی ذمے داری نبھانے والے تھے۔ اُنھوں نے اپنی تدبیر، ہمت اور بہادری سے ایسے دُشمن کو شکست دینا تھی جس کی معاونت تمام عناصر کر رہے تھے۔ دُشمن کی تعداد، اہلیت اور زمینی حالات سے بے خبری کے علاوہ اُنھیں مقامی امداد بھی حاصل نہیں تھی۔ وہ دوست اور دُشمن کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ دھوتی باندھے، چاولوں کے کھیت میں کام کرتے، آدمی سے وہ علاقے یا راستوں کے بارے میں سوال کرتے اور اُس سے آگے نکلتے تو وہی آدمی اُن پر پشت سے فائیر کرنا شروع کر دیتا۔ ایسی صورت میں بہت کم ہوتا کہ وہ آدمی زندہ پکڑا جاتا۔

ان لوگوں کو پیش قدمی کے ساتھ یہ بھی یقین کرنا تھا کہ جن سڑکوں پر لڑتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہے ہیں، وہ راستے پیچھے نقل و حرکت کرنے والے دستوں کے لیے کھلے رہیں جب کہ مکتی باہنی کی کوشش تھی کہ اِن سڑکوں کو اس طرح نقصان پہنچایا جائے کہ فوری طور پر وہ قابلِ استعمال نہ رہیں۔ ایسٹرن کمانڈ کی طرف سے ہدایات تھیں کہ سڑکیں کسی بھی حالت میں بند نہیں ہونا چاہئیں۔ اِن سڑکوں پر کبھی کبھار غیر مُلکی نامہ نگاروں کو سیر کرائی جاتی۔ بعض اوقات غیر مُلکی نامہ نگاروں کے دورے کے جلد بعد مکتی باہنی اُس سڑک کے کسی ایک حصے پر دوبارہ قبضہ کر کے غیر مُلکی نامہ نگاروں کو وہاں چکر لگوا کر ایسٹرن کمانڈ کے ایک دن پہلے کے دعوے کو غلط ثابت کر دیتی۔

افضل کے ذہن میں ایک بات بار بار کھٹکتی کہ مکتی باہنی جب چاہتی ہے، ایک محدود عرصے کے لیے کسی بھی جگہ پر قبضہ کر لیتی ہے! کسی مرحلے پر ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ مکتی باہنی کی اہلیت میں اضافہ ہونے لگے اور پاکستان کی فوج کی اہلیت میں کمی۔ وہ اِسے ایک ناممکن سا امکان سمجھتا لیکن پھر سوچتا کہ اِسے رد نہیں کیا جا سکتا۔ عالمی تناظر میں پاکستان اکیلا تھا جب کہ مکتی باہنی کے پیچھے ہندوستان کی فوج تھی اور ہندوستان کے پیچھے سویت روس، اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ، موجود تھا۔ وہ سوچتا کہ یہ حقائق اُس جیسے نا تجربہ کار افسر کے ذہن میں تھے اور یقیناً اربابِ اختیار کہیں بہتر طور پر اس کی جان کاری رکھتے ہوں گے اور اُنھوں نے مختلف حالات کے لیے قابلِ عمل منصوبے بھی بنا رکھے ہوں گے!

بعض اوقات افضل کو مقامی آبادی میں ایک واضح جارحیت کا احساس ہوتا اور اُس وقت اُسے اُن کی نظروں میں خوف ایک مصنوعی اور خود پیدا کردہ عمل لگتا۔ کوئی مقامی آدمی اگر دھان کے کھیت میں

کام کرتے ہوئے پلاسٹک کے اندر لپٹے ہتھیار کو اُٹھا کر پیچھے سے فائیر کر کے، پکڑے جانے کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر، دوبارہ کام شروع کر سکتا تھا تو سامنے آ کر اُسے جان دینے کا خوف نہیں ہو سکتا تھا، اور ایسٹرن کمانڈ میں بتائی گئی تھیوری کہ بنگالی بزدل ہے، اُسے مضحکہ خیز لگی۔ افضل کو یہ موٹیویشن کی انتہا لگتی۔ وہ سوچتا؛ جن لوگوں کو مر جانا زندہ رہنے سے آسان لگے، کیا وہ لوگ کبھی ہار سکتے ہیں! افضل کو احساس تھا کہ وقت کے پلڑے کا جھکاؤ اُن لوگوں کی طرف تھا اور مغربی پاکستان سے آئے ہوئے لوگ شاید وقت کے روڈ رولر تلے روندے جائیں۔ کیا ایسا وقت تو نہیں آ جائے گا جب پورا صوبہ ایک دفعہ پھر پاکستان کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو اور اگر ایسے ہوا تو کیا فوج کامیاب ہو سکے گی؟ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا اور خود کو خطرے میں محسوس کرنے لگتا۔ پھر اُسے اِس خیال سے تقویت ملتی کہ وہ اکیلا نہیں، اُس کے ساتھ بے شمار اور لوگ بھی ہیں..... ایسی حالت میں انفرادی زندگی سے اجتماعی موت قابلِ تحسین ہو گی!

وہ اکثر سوچتا؛ کیا فوج اجتماعی موت کی طرف تو رواں نہیں؟

۵

وہ پچھلے چار دنوں سے سفر میں تھے۔ افضل واحد آدمی تھا جس کی خواہش تھی کہ سفر جاری رہے۔ اُس کے ساتھی سفر کی یکسانیت سے اُکتا چکے تھے اور وہ ایکشن میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ افضل نے سوچا کہ اُس کا منزل پر پہنچنے سے گریز کہیں بُزدلی تو نہیں! ڈھاکہ میں بھی اور اُس کے بعد ہر مقام پر اُس کے ساتھیوں میں ایک جوش پایا جاتا اور وہ تمام اکٹھے گھومتے پھرتے۔ وہ اُنھیں کی طرح کے عمل سے گزر کر افسر بنا تھا لیکن اپنے اندر اُن کے لیے ایک بیگانگی اور سرد مہری سی کیوں محسوس کرتا ہے؟ اُس کے کم آمیز ہونے کی وجہ اُس کے اندر کوئی مخفی خوف تو نہیں؟ وہ خوف کیا ہو سکتا ہے..... بنگالیوں سے نبرد آزما ہونے کا؟ اُس نے سوچا؛ یہ پہلا موقع تھا کہ اُس نے اُنھیں بنگالی کہا ورنہ وہ اُنہیں ہمیشہ مشرقی پاکستانی کہتا آیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ وہ بھی اُسی سوچ کا حصہ بنتا جا رہا ہو جس نے مشرقی پاکستان کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ وہ انسانوں کے ایک جنگل میں تھا جہاں ہر طرف خوف کی دُھند چھائی ہوئی تھی۔ اُس خوف پر قابو پانے کے لیے انسان ایک دوسرے کو مار رہے تھے اور جیسے جیسے اُس خوف کی جڑیں گہری ہوتیں، قتل و غارت میں اضافہ ہوتا جاتا۔

اُس نے سوچا؛ انسان نفرت کیوں کرتا ہے..... کہیں ایسا تو نہیں کہ اُس کے اندر سب سے حاوی جذبہ ہی نفرت کا ہو اور اُس نے اسے منافقت کے لبادے میں چھپا رکھا ہو! وہ جانتا تھا کہ منافقت ہی انسان کی تکمیل کرتی ہے۔ افضل نے زندگی کے مختصر سے عملی تجربے میں منافق کو ہمیشہ کامیابی سے ہم کنار پایا۔ اُس نے ابھی زندگی کے اُس زینے پر قدم نہیں رکھا تھا جہاں کامیابی اور ذات معانقہ کرتے ہیں، اِس لیے وہ اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ بریفنگ میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ بنگالی بُزدل ہونے کے علاوہ مُنافق بھی ہیں۔ افضل اُنھیں بُزدل ہرگز نہیں سمجھتا تھا۔ جو کہانیاں سنائی گئی تھیں، اُن میں اکثر اوقات فائیرنگ سکواڈ سے مار دیے جانے والے ''جے بنگلہ'' کا نعرہ لگا کر جان دیتے۔ وہ

اپنے اندر کو کھنگالتا رہتا کہ اگر ایسا ہی موقع آیا تو کیا وہ جان دینے سے پہلے ''پاکستان زندہ باد'' کا نعرہ لگا سکے گا؟ اور کیا اُس کے ساتھی ایسا کر سکیں گے؟

وہ اِن چار دنوں میں جہاں بھی گیا، اُس کے ساتھی اپنے ہم مرتبہ افسروں سے ضرور پوچھتے:

''ٹیلنٹ کیسا ہے؟''

جواب آتا:

''فینٹاسٹک اور کافی۔''

''کیا......؟''

''یقیناً۔ جب بھی کہو۔ ہم مہمان نواز لوگ ہیں۔'' ایک قہقہہ بلند ہوتا اور افضل ریپلشن سے بھر جاتا۔ وہ آدمی اور عورت کے تعلق کو ہوس کے بجائے احساس میں گندھا دیکھتا تھا۔ وہ عورت کے ساتھ خود کو اِس قسم کے رشتے میں باندھ کر دیکھتا تو اُس کے اندر متلی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی۔ وہ دونوں کو کبھی ایک نہ دیکھتے ہوئے بھی ایک ہی دیکھتا۔ وہ عورت کو ایک پیار کرنے والی ہستی سمجھتا تھا اور جب اُس کے ساتھ کسی زیادتی یا ناانصافی کے بارے میں سُنتا، اُسے دُکھ ہوتا۔ وہ عورت کو کسی مُلک یا خطے میں قید نہیں دیکھتا تھا، وہ اُس کے لیے ایک یونیورسل وجود تھی جسے اُسی آفاقیت سے دیکھنے کی ضرورت تھی جو اُس کے لیے مخصوص ہے۔ وہ کائنات کی حتمی تسلی اور سکون کا باعث ہونے کے باوجود ایک مخصوص قسم کے استحصال کا شکار اور مشرقی پاکستان میں اِس کی زد پر تھی۔ یہاں اُسے کائنات کی حتمی تسلی اور سکون سمجھے جانے کے بجائے ایک ذریعے کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ وہ بدلے کی ایک علامت بن گئی اور اُس کے وجود کو کئی قسم کی اذیتوں سے گزار کر فتح حاصل کی جاتی۔

شام کو اُسے رنگ پور پہنچ جانا تھا۔ اُس کے ساتھی مختلف جگہوں پر اُتر گئے اور اب وہ اکیلا ریل گاڑی میں سفر کر رہا تھا، صرف ایک مسلح گارڈ اُس کے ساتھ تھا۔ افضل تھوڑا سا خائف بھی تھا کہ وہ پوری ریل گاڑی میں اکیلا ہی افسر تھا اور اُس کا محافظ شاید اُس کی حفاظت کے لیے ناکافی۔ اگر ریل گاڑی میں سوار لوگ اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں تو دونوں کا تکہ بوٹی ہو جائے۔ چناں چہ وہ اُن کے سفر کی منصوبہ بندی کرنے والے لوگوں کی دانش مندی پر حیران ہو رہا تھا کہ اُنھیں مسافروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ افضل مسافروں سے نظریں ملانے کے بجائے کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ وہ تیسرے درجے کے ڈبے میں سفر کر رہے تھے کہ ریل گاڑی میں کوئی اور درجہ نہیں تھا۔

افضل باہر کے نظارے میں گُم تھا کہ ریل گاڑی کی رفتار کم ہونے لگی۔ ریل گاڑی جب رُکی تو

ایک لیفٹیننٹ اور چھ سپاہی سوار ہوئے۔ افضل اور اُس کا گارڈ وردی میں تھے اور اُنہیں دیکھ کر وہ حیران ہوئے۔

''میرا نام شہباز ہے۔'' افضل اُس کے نام کی تختی پڑھ چکا تھا۔

''افضل اعجاز۔'' افضل نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''ہم پٹرولنگ پر تھے۔ چند میل اور جانا تھا۔ ٹرین آئی تو فیصلہ کیا پیدل کیوں جایا جائے سو روک کر آپ لوگوں سے ملاقات کر لی۔'' افضل کے چہرے پر حیرانی دیکھ کر شہباز نے جلدی سے وضاحت کر دی:

''یہاں اب کوئی سسٹم نہیں رہا۔ ہم جو بھی کریں وہ ہی سسٹم ہے!''

شہباز، افضل کا ہم رُتبہ تھا۔ افضل کو اُس کے ساتھ ایک تعلق سا محسوس ہوا۔ اُس نے شہباز کے ساتھ تبادلہء خیال کرنے کا فیصلہ کیا۔

''کیا ایسا کرنا مناسب ہے؟ کیا یہ ایک نظام کو ناکام کرنے کی ارادی کوشش نہیں؟''

''نظام پہلے ہی ناکام ہو چکا ہے۔ ہم نے نیا نظام ترتیب دینا ہے۔''

''اِن کے بغیر؟'' افضل نے ڈبے میں بیٹھے لوگوں کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔ وہ پہیوں کے شور کے باوجود سرگوشیوں میں بات کر رہے تھے۔

''ہاں۔ ان کے بغیر۔ اِن کو ختم کرنا ہے۔''

''لیکن یہ تو اپنے ہیں۔ صرف بھٹک گئے ہیں۔ اِن کو اعتماد میں لے کر ری ہیبلی ٹیٹ کرنے کی ضرورت ہے۔''

''مائی بلڈی فُٹ۔'' شہباز کی آواز میں نفرت کی ایسی شدت تھی کہ افضل کانپ اُٹھا۔ وہ حیران ہوا کہ ابھی کچھ دیر پہلے شہباز کے لب و لہجے میں اپنائیت تھی، اور اب یہ جارحیت!

''جو اُنھوں نے کیا، کیا ہمارے لیے کرنا ضروری ہے؟''

''بالکل۔ ورنہ تم اِس طرح اکیلے سفر نہ کر سکتے۔''

''میں تو خوف زدہ تھا۔ تمہارے خیال میں یہ بھی خوف زدہ تھے؟'' افضل تھوڑا سا بے زار ہونے لگا۔ شہباز ایسے لوگوں کی وجہ سے اُس کے اندر بے گانگی اور سرد مہری در آتی تھی۔ وہ شہباز کے قریب آ گیا تھا۔ اُس نے خود کو پھر اُن کے نظریے سے دور ہوتے محسوس کیا۔

''ہاں۔ اِن کے لیے یہی بہتر ہے۔ تم لوگوں کا اگر بال بھی بیکا ہوتا تو میں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر

ایک ایک کو ختم کر دینا تھا۔ابھی دکھاتا ہوں۔"

شہباز اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے اپنے ایک ماتحت کو اشارے سے بلایا:

"میں کیرو کو غلط ثابت کروں گا۔ اس ڈبے میں اٹھارہ اور پچیس برس کے درمیان کے لوگوں کو لاؤ۔"

ریل گاڑی چلے جارہی تھی۔

شہباز کی بات افضل کی سمجھ میں نہ آئی اور وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کیا کرے گا! اُسے محسوس ہوا کہ یہ ڈبہ تجربہ گاہ بن گیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شہباز اُس کے سامنے یا اُس کی وجہ سے کسی کو تضحیک کا نشانہ بنائے۔اُس نے شہباز کو آنکھ کے اشارے سے بُلانے کی کوشش کی مگر وہ اُس وقت آپے میں نہیں لگتا تھا۔

سپاہی دو نوجوانوں کو پکڑ لایا۔اُن میں سے ایک خوف سے کانپ رہا تھا جب کہ دوسرے کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔لگتا تھا کہ اُس نے ہر بات سے سمجھوتا کر لیا تھا اور اب کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی تھی۔شہباز نے دونوں کے ہاتھوں پر قسمت کی لکیریں دیکھیں اور پھر قدرے حیرت سے سر ہلایا۔اب افضل کو اندازہ ہونا شروع ہو گیا تھا۔وہ اُٹھا مگر شہباز نے اُسے بٹھا دیا:

"یہاں میں انچارج ہوں!"

"تمہارے ہاتھ کی لکیروں کے مطابق تمہاری عمر لمبی ہے اور میں تمہیں گولی ماروں گا۔" اُس نے خوف زدہ نوجوان کو بتایا۔وہ اپنے جسم کی کپکپی کو قابو میں نہیں رکھ پا رہا تھا۔افضل کو اُس کی کپکپی اپنے جسم کا حصہ معلوم ہوئی اور وہ جان گیا کہ نعرہ لگاتے ہوئے مرنا کتنا مشکل ہے!

"باہر کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔تمہیں پیچھے سے گولی ماری جائے گی اور تم باہر گرنا۔ یاد رکھو، خون کا ایک قطرہ بھی ڈبے میں نہیں گرنا چاہیے۔میں نہیں چاہتا کہ ایسٹرن ریلوے کو کل ڈبا دھونا پڑے۔چلو۔"

افضل سکتے میں آ گیا۔وہ اِنسانی زندگی کو اِس کائنات کی سب سے مہنگی چیز سمجھتا تھا۔اُسے اس کے اس قدر ارزاں ہونے پر دُکھ بھی ہوا اور حیرت بھی۔

ریلوے پٹڑی کے جوڑوں پر پہیوں کا شور ایک دم ناقابلِ برداشت ہو گیا۔

ہر کوئی اپنی سیٹ سے جڑا ہوا شہباز اور اُس نوجوان کو دیکھے جا رہا تھا۔شہباز اپنی طاقت میں گم ہر بات سے بے نیاز تھا۔اُس نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا تو اُس نے نوجوان کو دھکیل کر دروازے میں کھڑا کر دیا۔دوسرے سپاہی نے رائفل تان لی اور جوں ہی نوجوان نے اپنا توازن برقرار کیا، اُس نے لبلبی دبا

دی۔ ڈبے میں ایک دھماکا ہوااور اُس نوجوان کی کمر سے خون کا ایک فوارہ نکلا۔ گولی لگنے کے جھٹکے کے ساتھ ہی وہ دروازے سے باہر گر گیا۔ اُس نے شہباز کے حکم کی مکمل تعمیل نہیں کی تھی۔ وہ دروازے کے باہر گرا ضرور مگر فرش پر خون کا ایک دھبا چھوڑ گیا۔

شہباز نے ڈبے میں سوار مسافروں کو مخاطب کیا:

''میرا حکم تھا کہ ڈبا گندا نہ کیا جائے۔ تم لوگ اب اس گند کو صاف کرو! جلدی۔ میں نے دوسرے کو بھی نمٹانا ہے۔'' کچھ لوگ اُٹھے اور اپنی دھوتیوں سے فرش کو رگڑ کر واپس اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔

دوسرے نوجوان کو دروازے میں کھڑا کر دیا گیا۔ افضل کو ایسے لگا کہ ایک تنگ جگہ سے جانوروں کو گزارتے وقت پہلا جانور اڑی کے ساتھ گزرتا ہے اور باقی پیچھے چلتے جاتے ہیں۔ یہی اُس نوجوان نے کیا:

''تمہاری عمر کی لکیر چھوٹی ہے۔ میں اب کے لکیروں کا پابند رہوں گا...... ریڈی؟'' شہباز نے رائفل والے آدمی کی طرف دیکھا تو اُس نے رائفل تان لی۔ اُسی وقت ریل گاڑی ایک چھوٹے سے دریا کے اوپر سے گزری اور نوجوان ''جے بنگلا'' کا نعرہ لگا کر دروازے سے باہر کود گیا۔ رائفل والا آدمی اور شہباز دروازے کی طرف لپکے مگر وہ پانی میں گر چکا تھا۔ باقی سپاہی مسافروں پر رائفلیں تان کر کھڑے ہو گئے۔ شہباز نے زنجیر کھینچی اور ریل گاڑی کی رفتار کم ہونا شروع ہو گئی۔ جب ریل گاڑی رُکی تو افضل نے دیکھا کہ وہ نوجوان دریا پار کر کے تھوڑے فاصلے پر واقع ایک جھنڈ کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ اُس نے ایک نظر ڈبے میں بیٹھے لوگوں کو دیکھا تو اُسے اُن سب کے چہروں پر خوف میں ڈوبی فتح کا عکس نظر آیا۔ وہ خود بھی اُس نوجوان کی حاضر دماغی اور بہادری سے متاثر ہوا۔ افضل نے زندگی میں پہلی مرتبہ موت اور زندگی کے درمیان کی غیر مرئی لکیر کو اتنے قریب سے دیکھا تھا اور اُسے زندگی کے غالب آنے کا نظارہ اچھا لگا تھا۔

شہباز نے اپنے تین آدمیوں کو جھنڈ کی طرف جانے کو کہا اور اُنہیں یہ بھی ہدایت کی کہ وہ کسی بھی وقت اُس سے نظری رابطہ منقطع نہ کریں۔ افضل سمجھ گیا کہ پیچھا کرنے کا یہ عمل ڈبے میں سوار لوگوں کی کھپت کے لیے تھا اور شہباز جانتا تھا کہ بھاگنے والے اور اُس کے سپاہیوں کے درمیان فاصلہ بڑھتے ہی چلے جانا تھا۔

شہباز نے ڈرائیور اور گارڈ کو ہدایت کی کہ وہ رنگ پور تک ٹرین روکیں گے نہیں اور افضل گارڈ کے ڈبے میں اور اُس کا محافظ انجن میں بیٹھے گا۔ ریل گاڑی افضل کو اُتارنے کے بعد واپسی کا اُلٹا سفر شروع کرے گی۔ افضل نے شہباز کو اُس آدمی کو پکڑنے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔

''یہ ضروری نہیں۔ تمھیں اپنے شیڈول کے مطابق جہاں پہنچنا ہے، پہنچو۔'' شہباز نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ افضل نے بھی مزید اصرار نہ کیا۔

ریل گاڑی چلی تو افضل گارڈ کے بے آرام ڈبے میں تھا۔ سہ پہر کا واقعہ اُس کے ذہن پر چھایا ہوا تھا۔ اُسے شہباز کے فعل پر حیرت ہوئی۔ وہ کیا ثابت کرنا چاہتا تھا؟ آیا اُسے متاثر کرنا مقصود تھا یا یہ روز کا معمول تھا، اور اُس دن ہی وہ غیر معمولی واقعہ پیش آ گیا۔ افضل پر اُس تمام کارروائی نے گہرا اثر چھوڑا جو اُس کے لیے ایک نشان بن گئی تھی۔ اُس نے عہد کیا کہ کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس کی بدولت اُسے یا فوج کو خفت اُٹھانا پڑے۔

ریل گاڑی سست رفتار سے چلتی رہی۔ افضل محسوس کر رہا تھا کہ ڈرائیور محتاط ہو گیا تھا اور کسی قسم کا ناخوش گوار واقعہ اُس کے لیے سنگین نتائج کا حامل ہو سکتا تھا۔ افضل کو لینڈ سکیپ اُداسی میں لپٹا نظر آیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ حدِ نظر تک پھیلا ہوا یہ منظر اپنے لوگوں کی ذہنی کیفیت اور اُن کے جذبات میں مکمل طور پر شامل ہے۔ اُسے یہ اُن کی ذہنی حالت کا حصہ معلوم ہوا۔ اُسے اپنا گاؤں یاد آ گیا۔ وہاں بھی اِسی طرح حدِ نگاہ تک نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہاں لوگ خائف نہیں تھے اور نہ ہی اُن کے ذہن میں کسی کی جان لینا یا اپنی جان کی حفاظت کرنا تھا۔ وہ ایک محفوظ زندگی گزار رہے تھے اور لینڈ سکیپ میں ایک اعتماد تھا۔ اُسے وہ خوشی سے مُسکراتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایک ہی مُلک میں دو لوگ اتنی مختلف قسم کی زندگی کیوں گزار رہے ہیں! کیا یہ ہمیشہ جاری رہے گا اور خلیج بڑھتی رہے گی؟ اُسے شہباز ایسے لوگوں پر حیرت ہونے لگی جو واقعات کی گہرائی تک دیکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور ایک مخصوص سطحیت کی وجہ سے خلیج کو بڑھائے چلے جا رہے ہیں۔ اُن کے سامنے ایک جھوٹی انا اور کنفیوزڈ سا نظریہ تھا۔ وہ انا کی تسکین کے لیے ایسے بیہودہ اعمال کے مرتکب ہو رہے تھے جو اُن کے دائرۂ کار سے باہر تھے اور مجموعی طور پر حالات کو ایسی ڈگر پر ڈال رہے تھے جہاں سے واپسی ممکن نہ تھی۔

افضل کو ڈھاکہ میں بریفنگ کا سیشن اور کرنل بشیر کی باتیں یاد آ گئیں۔ اُسے دونوں میں ایک مماثلت نظر آئی۔ کسی نہ کسی طرح پیغام تھا کہ زیادہ سے زیادہ سختی سے کام لیا جائے۔ اِس سے افضل نے اندازہ لگایا کہ لوگوں کا اعتماد بحال کرنے کا وقت گزر چکا ہے اور اَب صرف حکومت کرنا ہی مقصود ہے۔ اُس نے سوچا: کیا وہ بھی اِسی المیے کا حصہ بننے جا رہا ہے یا اپنے لیے اِن ناخوش گوار حالات میں سے ایک ایسا راستہ تلاش کر سکتا ہے جو دوسروں سے مختلف ہو! اُسے یہ خیال ایک پاگل آدمی کی دانائی لگا۔ وہ ایک کمبل کی بُنت میں بُنا ہونے کے ناتے اپنا نمونہ الگ کیسے کر سکتا ہے؟

٦

رنگ پور دو پلیٹ فارم والا ریلوے سٹیشن تھا۔ گاڑی وہاں پہنچی تو اُس وقت اندھیرا اور اُجالا اپنے راستے جُدا کر رہے تھے اور پلیٹ فارموں پر قمقمے روشن تھے۔ ریلوے گارڈ نے افضل کو سامان اُتارنے میں، جو ٹین کے ٹرنک اور بستر بند پر مُشتمل تھا، مدد دی۔ اتنی دیر میں انجن ڈرائیور اور اُس کا اپنا محافظ بھی پہنچ گئے۔ افضل کو رنگ پور کا یہ سفر بہت تکلیف دہ لگا تھا کیوں کہ اُس کی وجہ سے تمام مسافروں کو دُشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ریلوے کو ایک فالتو چکر کے اخراجات برداشت کرنا پڑے تھے۔ شہباز کی منطق اُس کی سمجھ سے باہر تھی۔ اگرچہ اُس نے یہ سب اُس کی حفاظت کے لیے کیا تھا لیکن اِس میں ایک پیغام بھی تھا، اور وہ پیغام مسافروں کے لیے تھا جنہیں بتایا گیا کہ طاقت کا منبع کہاں ہے!..... یہ افضل کا اپنا تجزیہ تھا۔ شہباز کی کارروائی اُس وقت کے حالات کا ایک سفاکانہ عمل تھی۔ اُسے وہاں موجود تمام قوتیں بے بس اور مجبور لگیں۔ شہباز اور وہ خود ایسے عناصر تھے جو شاید حالات کے جالے میں اِس طرح اُلجھ چکے تھے کہ اَب فرار ممکن نہیں تھا۔

افضل نے ڈرائیور اور گارڈ کا شکریہ ادا کیا اور محافظ کے ساتھ مل کر سامان کو باہر جانے والے گیٹ کے پاس لے آیا۔ اس دوران میں ریل گاڑی دو لمبے ہارن دینے کے بعد واپس چل پڑی۔ افضل نے پلیٹ فارم پر نظر دوڑائی تو اُسے وہاں کوئی فوجی نظر نہ آیا۔ وہ پریشانی میں مُبتلا ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے! اُسے نہ تو کسی راستے کا علم تھا اور نہ ہی کوئی رابطہ دیا گیا تھا، صرف اتنا بتایا گیا تھا کہ ریلوے سٹیشن پر استقبال کے لیے کوئی نہ کوئی موجود ہوگا۔ وہ تھوڑا سا خائف ہونا بھی شروع ہو گیا۔ اُس وقت پلیٹ فارم پر دو آدمی چہل قدمی کر رہے تھے۔ افضل نے اپنے محافظ سے کہا کہ وہ سٹیشن ماسٹر کے دفتر سے ٹیلی فون کا پتا کرے۔ اتنی دیر میں پلیٹ فارم پر ٹہلتے ہوئے دونوں آدمی بھی وہاں پہنچ گئے۔ دونوں نے سفید کرتے اور کُھلے پائنچوں والے پائے جامے پہن رکھے تھے۔

''سر! دفتر کو تالا لگا ہوا ہے۔'' سپاہی نے آکر بتایا۔ افضل اگلے قدم کے بارے میں سوچنے لگا کہ اُن دو آدمیوں میں سے ایک نے بات کی:

''میں اسٹیشن ماسٹر ہوں حضور..... میرے لیے کوئی حکم!''

''مجھے لینے کے لیے سواری آنا تھی۔ میں اپنے آنے کی اطلاع کرنا چاہتا تھا۔''

''گول مال کے دوران، سارا نظام ختم کر دیا گیا لیکن شکر ہے کہ اسٹیشنوں کا آپس میں رابطہ ہے۔ ہم شہر میں کسی سے بھی رابطہ نہیں کر سکتے۔'' اُس نے افضل کے جواب کا انتظار کیا اور جواب نہ پا کر اپنی بات جاری رکھی:

''حضور بہت ظلم ہوا یہاں۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں نئے ہیں۔ یہ اسٹیشن آپ دیکھ رہے ہیں؟'' اُس نے چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے کہا: ''یہ سب لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ غیر بنگالیوں کو جب کہیں جگہ نہ ملی تو اِس طرف بھاگ آئے۔ بس ایک افواہ تھی کہ یہاں سے محفوظ جگہوں کی طرف ٹرینیں جائیں گی۔ ہر کوئی یہاں آ گیا۔ یہ ایک چال تھی۔ یہاں پر گھیر کر سب کو مار دیا گیا، کوئی خوش قسمت ہی بچ کر نکل سکا ہوگا۔''

اُس نے افضل کو سگریٹ اور پان پیش کیا۔ ایک لمحے کے لیے اُس کا جی پان کی پیش کش قبول کرنے کو چاہا۔ وہ کبھی کبھار میٹھا پان کھایا کرتا تھا اور اُسے اچانک سیال کوٹی دروازے کا پان یاد آ گیا۔ اُس وقت وہ وردی میں تھا اور پان کھانا اُسے وردی کے آداب کے منافی لگا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پیش کش قبول نہ کی۔

''آپ کو کیسے اندازہ ہوا کہ میں یہاں نیا ہوں۔'' افضل نے کسی حد تک بے تکلف ہونے میں کوئی بُرائی نہ سمجھی۔

''آپ کے ریل گاڑی سے اُتر کر گرد و نواح کا جائزہ لینے اور ہمیں نظر انداز کرنے سے۔ غالباً مشرقی پاکستان میں نئے ہیں۔''

''جی ہاں، میں نیا ہوں۔ اب یہاں حالات کیسے ہیں؟'' افضل نے سرسری طور پر پوچھا۔ وہ دراصل فوجی نقطۂ نظر کے علاوہ مقامی رائے بھی جاننا چاہتا تھا۔

''حضور، آپ لوگ مغربی پاکستان سے آتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے مکر اور فریب نہیں سمجھ سکتے۔ یہ انتہائی مکار اور بے رحم لوگ ہیں۔ قتل کرنا یا گڑگڑا کر معافی مانگنا اِن کے لیے ایک ہی بات ہے۔ آپ ان سے محتاط رہیے گا حضور۔ یہ مخالفین کو قابو کرنے کا ڈھنگ خوب جانتے ہیں۔''

''کیسا ڈھنگ؟''

''جادو۔'' افضل کا دِل کھل کھلا کر ہنسنے کو چاہا مگر اُس نے چہرے پر سنجیدگی قائم رکھتے ہوئے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔

''جادو سے مُراد ٹونا وغیرہ نہیں حضور..... اِن کی عورتیں جادو ہیں! وہ اپنے شکار کے گرد اپنی زلف اور جسم کا ایسا جالا بنتی ہیں کہ وہ ان کے اشاروں پر رقص کرنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے شکار کرنا شروع کرتی ہیں، اپنے ہونٹوں سے شکار کو جکڑ لیتی ہیں اور پھر جسم سے بے بس کر دیتی ہیں۔ در اصل اُن کو اِس سارے عمل کی تربیت دی جاتی ہے۔ عورت کا جادو اُن کی تہذیب کا حصہ ہے۔'' اُس آدمی نے اپنے کُرتے کی جیب سے ڈبیا نکال کر پان مُنہ میں ڈلا اور ریلوے کی پٹڑی پر پیک پھینکی۔

''جناب، اُن کی عورتیں اب بھی یہ کام کر رہی ہیں۔ ہم لوگ سیدھے سادے ہیں اور اُن کے حربے کو سچ سمجھ کر کسی اور نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم کیا، تمام کمیونٹی چھاونی میں راتوں کی رنگینیوں سے واقف ہے۔''

''کون سی کمیونٹی؟''

''آپ اور ہم!''

''کمیونٹی میں تمام اجزا شامل ہوتے ہیں۔''

''جناب، وہ حصہ نہیں ہو سکتے۔''

''کیوں؟''

''تمدنی اختلافات کی وجہ سے۔''

افضل اب جاننا چاہتا تھا کہ سٹیشن ماسٹر کن تمدنی اختلافات کی بات کر رہا ہے مگر اُس نے پھر خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

''حضور ہماری زبان، لباس اور بود وباش اُن سے مختلف ہے۔ آپ غور کریں، اُن کی اور ہماری زبان کی معاشرتی اقدار میں فرق بہت واضح ہے۔ اُن کی زبان سن خوردہ اور زنگ آلود ہے جب کہ ہماری زبان میں تازگی ہے۔ آپ نے اُن کا لباس تو دیکھ لیا ہوگا؟ دھوتی اور کمر ننگی اور کچھ ایسا ہی حال عورتوں کی ساری کا ہے۔'' افضل کو اُردو، پنجابی اور انگریزی کے علاوہ ہر زبان غیر مانوس اور کرخت لگتی تھی۔ اُسے بنگالی بھی ایسے ہی لگی تھی۔ اُس کا زبانوں اور تہذیبوں کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا اور جو وہ تھوڑا بہت جانتا تھا اُسے، بنیاد بنا کر اُن کی بات پر کوئی رائے نہیں دے سکتا تھا۔ اُسے وہ دونوں سٹیشن

پر اس طرح پھرتے ہوئے وہاں قتل ہونے والے بے شمار لوگوں کی روحیں لگے۔

''جہاں تک میں سمجھتا اور جانتا ہوں، ہر زبان کا اپنا مزاج اور اپنی اقدار ہوتی ہیں۔ بنگالی زبان برِ صغیر کی زرخیز زبانوں میں سے ایک ہے۔'' پھر اُس نے جلدی سے اضافہ کیا:

''میرا علم ادھر اُدھر کی سُنی سنائی ہوئی باتوں پر مشتمل ہے۔''

''حضور، اِن کی زبان میں جنسیت غالب ہے اور یہی ان لوگوں کی زندگی کا مقصد بھی ہے۔ جس طرح ہم مذہب کو زندگی کا سب سے اہم جزو جانتے ہیں، وہ جنس کو فوقیت دیتے ہیں۔ عورتوں کو باقاعدہ اِس کی تربیت دی جاتی ہے۔ آپ نوجوان اور خوش شکل ہیں۔ ان کی کسی عورت نے معصومیت کے ساتھ آپ کے دل میں داخل ہو کر آپ پر جادو کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ مشورہ یہ ہے کہ ان سے دور رہیے! اِن کے آدمی ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ عورتیں میدان میں داخل ہو کر اپنے جادو کو بطور ہتھیار استعمال کرتی ہیں۔''

افضل کو یہ باتیں کسی الف لیلوی داستان کا حصہ لگیں۔ اُس نے کرنل بشیر کی داشتہ کے سوا کسی اور بنگالی عورت کو غور سے نہیں دیکھا تھا۔ کھیتوں میں کام کرتی ہوئی عورتوں میں اُسے اپنے گاؤں کی عورتوں جیسی خوب صورتی کی ملائمت کے بجائے محنت کا کھردرا پن نظر آیا تھا۔ اُس نے بنگالی عورتوں کے متعلق سُن رکھا تھا کہ وہ بے باک، پُرکشش اور نمک میں ڈوبی ہوتی ہیں مگر اُسے یہ ایک کہاوت کی طرح مبالغہ لگا۔ اُسے اُن میں کشش کی کمی اور نمک کہیں بھی نظر نہ آیا۔ اکثریت کی رنگت سیاہ تھی۔ ہاں، کرنل بشیر کی داشتہ ایسی پُرکشش عورت تھی کہ نظر کو فوراً اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھی جو اُسے ایک خصوصی اتفاق لگا۔

''میں ڈھاکہ سے زمینی سفر کے ذریعے یہاں کئی دنوں میں پہنچا ہوں۔ راستے میں شہروں اور قصبوں سے گزرتے ہوئے، میں نے کہیں بھی، سوائے ایک عورت کے، کوئی خوب صورت عورت نہیں دیکھی۔ جادو تو دور کی بات، اُن میں اپنی طرف متوجہ کرنے کی بھی اہلیت نہیں۔''

''حضور، اِن کی عورتیں شہد کی مکھیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ جادوگر عورتیں بہت کم نظر آتی ہیں۔ وہ تو صرف مخصوص موقعوں پر جلوہ نما ہوتی ہیں اور بس.....'' وہ تلخ سی ہنسی ہنسا۔ افضل نے سگریٹ سُلگایا۔

''حضور ایک مشورہ ہے۔'' افضل نے آنکھ کے اشارے سے بات جاری رکھنے کو کہا:

''اِن پر رحم کبھی نہ کھایئے۔ انھیں آپ پر کبھی رحم نہیں آئے گا۔ انصاف کرتے وقت ایک آنکھ سے دیکھنے کے بجائے دو آنکھوں سے دیکھئے گا۔'' افضل کو کرنل بشیر کی بات یاد آ گئی'' Kill them,burn

them۔''اس کے ساتھ ہی وابستہ کرنل کا المیہ اُس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔اُسے اِن سب باتوں میں کہیں پر چھپی ہوئی حقیقت نظر آنے لگی۔اُسے خیال آیا؛اُس کا نظریہ کہ ہر زیادتی کے پیچھے کوئی اور زیادتی چھپی ہوتی ہے،کہیں غلط ہی نہ ہواور مشرقی پاکستان کے لوگ واقعتہً ظالم ہوں۔پھر اُس نے سوچا کہ اگر جادو والی بات درست ہے تو کرنل بشیر کی داشتہ لازماً جادوگرنی ہے۔کیاوہ بھی ظالم تھی یا کرنل بشیر اُس جیسی عورتوں سے اپنے المیے کا بدلہ لے رہا تھا؟ کیابدلہ لینا اُس کے المیے کو کم کردیتا تھا یا یہ ایک نفسیاتی برتری تھی جو اُسے کسی قدر تسکین دے رہی تھی؟ یہ مردانہ برتری کا زمانہ تھا اور اِس میں عورت ایک وجود کے بجائے جنس تھی اور تمام حساب چکانے کا ایک ذریعہ۔اُس کا ماں،بہن،بیوی یا محبوبہ ہونا غیر اہم تھا۔اگر کوئی بات اہم تھی تو وہ آدمی کی سہولت اور اُس کی غیرت۔وہ کبھی غیرت کے نام پر اور کبھی سہولت کو ذہن میں رکھ کر عورت کو غیرت بنا کر استعمال کرتا۔یہ تکون افضل کے لیے ایک معمہ بنتی جارہی تھی۔

افضل اُن کی باتوں سے ایک دم بے زار ہوگیا۔اُسے یہ آدمی کسی ایسی سازش کا حصہ محسوس ہوئے جسے وہ مشرقی پاکستان میں آنے کے بعد متواتر کسی نہ کسی شکل میں دیکھ رہا تھا،خواہ وہ شہباز کی صورت میں تھی یا کرنل بشیر یا اُس کی داشتہ کی شکل میں جو سوڈا آن راکس پیتی تھی۔کیا کرنل بشیر اُس کے ساتھ یا کسی اور بنگالی عورت کے ساتھ سرکاری معملات پر تبادلہء خیال کرتا تھا؟اُس کے سامنے آج کے جادو کا انکشاف تھا جو اُسے کسی حد تک درست معلوم ہوا۔افضل سمجھ گیا کہ ہر عورت خواہ وہ کہیں کی بھی ہو ،جادو کرنا جانتی ہے۔مشرقی پاکستان کی عورت کو جادو کرنے والی کہنا دراصل یہاں کی عورت کو محدود کرنا ہے.....یہ بھی شاید ایک بدلہ تھا۔

۷

سٹیشن سے باہر گاڑی رُکنے کی آواز آئی تو افضل سمجھ گیا کہ اُسے لینے کے لیے کوئی آ گیا ہے۔ اُس نے اندر آنے والے راستے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے ایک شناسا سا آدمی داخلے کے پھاٹک کے اندر آتا نظر آیا۔ افضل اُسے فوراً پہچان گیا۔ یہ کیپٹن غفار شاہ تھا جو راولپنڈی کا رہنے والا تھا۔ اُس کا چھوٹا بھائی سلطان شاہ، کیڈٹ کالج حسن آباد میں افضل کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ افضل اُسے دیکھ کر خوشی سے کِھل اُٹھا اور پچھلے چند روز سے جو مایوسی وہ محسوس کر رہا تھا یک دم کافور ہو گئی۔ کھاریاں میں پوسٹنگ کے دوران میں ان کی ملاقات ہفتے میں ایک آدھ بار کلب میں ہو جاتی تھی ۔ گو وہ کیپٹن غفار سے کافی جونیئر تھا اور دونوں کا حلقہء احباب بھی اپنا تھا مگر کیپٹن غفار ایسا ہر دِل عزیز افسر تھا جو اپنے سے جونیئر افسروں کے ساتھ مِل کر ایک آدھ بیئر پینے میں کوئی بُرائی نہیں سمجھتا تھا۔ افضل کو اُس کے ساتھ کئی ملاقاتوں کی بے مقصد مگر دِل چسپ باتیں یاد آ گئیں۔ کیپٹن غفار جیسا غیر ذمے دار اور بے فکرا آدمی اُس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اِس گھٹن سے بھاری ماحول میں کیپٹن غفار کا چہرہ اُسے شدید گرمی میں بارش کے پہلے قطرے کی طرح لگا۔ اُس نے سوچا، وہ کچھ دیر کے لیے بے مقصد سی دِل چسپ باتیں کر کے اپنے آپ کو ہلکا کر لے گا۔ وہ کیپٹن غفار کی طرف ایسے بڑھا جیسے سکول سے واپسی پر بچہ ماں کی طرف لپکتا ہے:

"لیفٹیننٹ افضل اعجاز سر۔" افضل نے آگے بڑھ کر سلیوٹ کیا۔ کیپٹن غفار ایک دم قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ افضل کو لگا کہ کھردرے کپڑے کے تھان کو لمبائی میں پھاڑ دیا گیا ہے۔

"اوئے تم بھی پکڑے گئے؟ یاد ہے، آتشک لگ جانے کو پکڑا جانا کہتے ہیں؟ ویسے یہاں آ کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔" دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ کیپٹن غفار نے اپنے ساتھ آئے ہوئے تینوں آدمیوں کو افضل کے سامان کی طرف اشارہ کیا اور وہ ٹرنک اور بستر بند کی طرف لپکے۔

''اوئے!'' افضل جانتا تھا کہ یہ اُس کا تکیہءکلام ہے۔ ''میرے ساتھ کمرہ شیئر کرو گے؟''

افضل نے اثبات میں سر ہلایا۔ اُس کے بعد وہ سٹیشن ماسٹر اور اُس کے ساتھی سے ہاتھ ملا کر کیپٹن غفار کے پیچھے چل پڑا۔ اُسے لینے کے لیے دو گاڑیاں آئی تھیں۔ ایک ولیز جیپ جس میں وہ بیٹھ گئے اور دوسری سامان کے لیے، چین کی بنی ہوئی، فوجی گاڑی تھی۔

اُس نے راستے میں اندازہ لگایا کہ رنگ پور ایک چھوٹا سا قصبہ نما شہر ہے۔ یہ شہر بھی مشرقی پاکستان کے باقی شہروں کی طرح اُجڑا ہوا تھا اور چاروں طرف بربادی دیکھی جا سکتی تھی۔ یہ پہلا شہر تھا جہاں اُسے سڑکیں سنسان نظر آئیں۔ اکا دکا راہ گیر گاڑیوں کو آتے دیکھ کر سڑک چھوڑ دیتے۔ افضل کو یہ منظر مشرقی پاکستان کا حصہ محسوس ہوا۔

راستے کا سفر اُنھوں نے خاموشی میں گزارا۔ چھوٹی سی چھاؤنی ریلوے سٹیشن سے زیادہ دور نہیں تھی اور وہ جلد ہی افسروں کی رہائش کے سامنے پہنچ گئے۔ کیپٹن غفار کا کمرہ کسی بھی فوجی افسر کے کمرے کی طرح تھا۔ وہاں ایک مسہری، دو کرسیاں، کارنس پر ریڈیو، کونے میں پڑی میز پر تھرمس اور پانی کا جگ رکھا تھا اور تکیے کے نیچے سے ''پلے بوائے'' جھانک رہا تھا۔ افضل فوراً رسالے کی طرف جھپٹا:

''میں تہذیب کا حصہ بننا چاہتا ہوں۔'' اُس نے تیزی سے سنٹر سپریڈ کھول کر ہلکی سی سیٹی بجائی۔ کیپٹن غفار نے کھردرے کپڑے کے تھان کو لمبائی میں پھاڑا۔

افضل کرسی پر بیٹھ گیا۔ جلد ہی کمرے میں دوسری مسہری آ گئی جس پر اُس کا بستر بچھا دیا گیا۔ افضل نے مسہری کے نیچے سے ٹرنک نکال کر وردی، قمیص اور پتلون استری کے لیے دی۔ کیپٹن غفار یہ کہتے ہوئے ڈیوٹی پر چلا گیا کہ اُس کی واپسی تک سو نہ جائے تاکہ کھانا دونوں اکٹھے کھائیں۔ کمرے کے ساتھ ملحقہ سٹور تھا اور پھر غسل خانہ۔ افضل نے دیکھا کہ سٹور کتابوں سے بھرا ہوا تھا اور وہاں کسی بھی چیز کے رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ وہ اپنا ٹرنک مسہری کے نیچے دھکیلے جانے کی وجہ جان گیا۔ وہ لباس تبدیل کر کے بغیر چائے پیے سو گیا۔ کیپٹن غفار کے ساتھ بے تکلفی اور اپنایت نے اُسے ذہنی اور جسمانی طور پر پُرسکون کر دیا تھا۔ سونے سے پہلے اُسے لگا کہ اُس کی اٹیچمینٹ شروع ہونے کے بجائے ختم ہو گئی ہے۔

کیپٹن غفار بارہ بجے کے قریب آیا:

''پٹرولنگ پر چلا گیا تھا۔''

''اوئے!'' کھانے کے بعد کیپٹن غفار، ایک دم ہنسنا شروع ہو گیا۔ ''پتا ہے میرے ساتھ کیا ہوا؟''

''نہیں پتا، سر!'' اور دونوں ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ افضل جانتا تھا کہ یہ ہنسی صرف فوجیوں ہی کا حصہ ہے۔ اِس ہنسی میں اُن کی بے باکی اور سادگی چھپی تھی۔ فوجی ہر کسی کو اپنا راز دان اور ہمدرد سمجھتا ہے اور اُسے اپنے احساسات چھپانا نہیں آتا، اِسی لیے وہ کھُل کر ہنستا ہے۔

''مجھے اپنی شادی سے ایک دن پہلے یہاں بھیج دیا گیا۔ تمام بندوبست ہو چکا تھا۔ صبح نکاح ہونا تھا اور شام کو کراچی پہنچنے کا حکم ملا۔ اِسی لیے یہ جگہ مجھے زہر لگتی ہے۔'' وہ پھر ہنسا مگر اس دفعہ نہ تو تھان پھٹا اور نہ ہی افضل اُس کی ہنسی میں شریک ہوا۔ افضل، غفار کی ہنسی میں چھپی تلخی کو سمجھ رہا تھا۔ اُسے یہ ایک طرح سے غفار کے لیے بہتر بھی لگا۔ اُسے یہاں آنے کا حکم اگر شادی کے دو گھنٹے بعد ملتا تو پھر شاید وہ اور زیادہ تلخ اور مایوس ہوتا۔ اِس وقت وہ غیر شادی شدہ تھا اور تب بھی اُسے غیر شادی شدہ ہی رہنا تھا۔ دونوں حالتوں میں ملاپ کی خواہش تو رہتی لیکن منگیتر یا بیوی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

''تم نے دیکھا ہو گا کہ یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں۔ حکومت کے دعوے تو ہیں مگر......'' اُس نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا، ''اور میری منگیتر مجھے روزانہ دھمکی دے رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ فوراً اُس سے شادی کر لوں۔ اُس کی مجبوری ہو گی جو نہیں بتاتی اور میری کو سمجھتی نہیں۔ بعض اوقات لگتا ہے کہ منگنی شاید ختم ہی ہو جائے گی۔''

افضل نے رائے دینا مناسب نہ سمجھا۔

''تمہارے خیال میں میری شادی ہو جائے گی؟'' کیپٹن غفار کے لہجے نے تھوڑی دیر پہلے والے خوش گوار ماحول کو اُداس کر دیا۔ اُسے خیال آیا؛ یہاں کتنے شادی شدہ لوگ بیوی، بچوں اور خاندانوں سے دور ناموافق حالات میں زندگی گزار رہے تھے۔ یہ وہ زندگی تھی جس سے مشرقی پاکستان میں فوجی مطمئن نہیں تھے۔ شروع کی کامیابی اور جذبہ آہستہ آہستہ ایک خوف میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا۔ اُن سب کی حالت کیپٹن غفار سی ہونے لگی اور وہ اُمید اور بے یقینی کے درمیان میں لٹک کر مایوس سے رہنے لگے۔ افضل کو کیپٹن غفار پر ترس آیا۔ اُس نے بات بدلنے کا فیصلہ کیا:

''سر، یہاں روٹین کیا ہے؟'' کیپٹن غفار ایک دم ہنسنے لگ پڑا۔ کھردرے کپڑے کا تھان پھر پھٹ گیا۔ افضل کو بھی قدرے اطمینان ہوا۔ کیپٹن غفار نے سگریٹ سلگایا اور دھواں چھوڑتے ہوئے کہا:

''روٹین بورنگ اور خطرناک ہے۔ پٹرولنگ کرنا ہوتی ہے۔ یہاں تو حالات ٹھیک ہیں، دیناج پور وغیرہ میں جھڑپ ہوتی رہتی ہے۔ یہاں شروع میں بہت گڑبڑ تھی۔ ہم لوگ یہیں قلعہ بند ہو گئے۔ مقامی فوجی دھوکا دے گئے۔ پھر اُن کے حصار کو توڑ کر گلیوں میں جنگ لڑی۔ ہمارے ٹینکوں کے عملے کے کئی لوگ اور چند افسر بھاگ گئے۔ جو نہیں بھاگے اُن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بھی بھاگ

جاتے تو بہتر ہی ہوتا۔ اُن پر بھی نظر رکھنا ہوتی ہے۔''

''سر، آپ کی یونٹ کے مقامی لوگ، یونٹ کے شادی شدہ لوگوں کی رہائش میں رہ رہے ہوں گے!''

''مقامی رینکس کو dis arm کر کے اُن سے مینیول کام لیا جاتا ہے۔ اُن کے بیوی بچے کوارٹروں میں تقریباً قید ہیں اور اکثریت کے گھر چکلے بن چکے ہیں۔''

افضل کو یہ بات سُن کر حیرت اور کیپٹن غفار کے بات کرنے کے ڈھنگ اور لہجے سے مایوسی ہوئی۔ وہ اپنے ماتحتوں کے بارے میں اتنی بڑی بات کہہ گیا تھا۔ اُسے لگا کہ اگر اُن کے کچھ گھر چکلے بن گئے ہیں تو اِس عمل میں تمام ذمے دار لوگ شامل ہوں گے ورنہ وہ ایسا نہ ہونے دیتے۔

''ایسا کیوں ہوا؟''

کیپٹن غفار نے پھر قہقہہ لگایا:

''اوئے تو پھر کیا ہوتا؟'' اُس کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''یہ تو ہونا ہی تھا۔ جب نفرت اتنی شدید اور گہری ہو تو اِس کی توقع رکھی جانی چاہیے۔ اگر وہ ہم پر حاوی ہو گئے ہوتے تو ہماری عورتوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا۔ تم شاید ساری صورتِ حال سمجھ نہیں سکے اور یا پھر آیڈیلسٹ ہو۔ تم اور ہم جسے بچانے کے لیے جان دینے کو تیار ہیں، وہ نظریہ ختم ہو چکا ہے بلکہ اُسی شام ختم ہو گیا تھا جب بغاوت ہوئی تھی۔ جوں ہی ہم اُن پر غالب آئے، یہاں موجود تمام مغربی پاکستانی عورتوں اور بچوں کو واپس بھیج دیا گیا۔ وہ سب سکتے کے عالم میں تھیں۔ جو خاندان اپنے عزیزوں کی طرح تھے، وہی اُن کو بے آبرو کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ایک ناقابلِ یقین تبدیلی تھی۔ ایسے ہی تھا جیسے انسان ہر رشتے کو بھول کر کسی بھی عورت کے ساتھ زیادتی کے منصوبے بنا تا رہے۔''

''لیکن سر، اِس بغاوت کو کچلنے کے بعد بھی تو وہی ہوا جو بغاوت ہونے پر ہوا تھا۔ آپ نے یونٹ میں چکلا بننے یا چلنے کی اجازت دی۔ سپاہیوں کو dis arm کرنے کے بعد اُن سے مینیول لیبر کرائی جانے لگی۔ افسروں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی برتاؤ کیا گیا ہوگا۔ اُن کو دشمن سمجھا یا بنا دیا گیا۔''

افضل کے ذہن میں پھر اپنا گاؤں آ گیا۔ کیا وہ وہاں چکلہ بننے دیتا؟ کیا وہ اُس چکلے میں اُن عورتوں کے پاس اپنی ہوس لے کر جاتا جن سے اُس کے مختلف رشتے تھے؟ کیا وہ کسی باہر کے آدمی کو وہاں جانے دیتا؟ اُس کے لیے اِن باتوں کے ہونے سے پہلے، جان دینا ہی مناسب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایک عورت کی عزت بچانے کے لیے سارا گاؤں اپنی جان کی قربانی دے سکتا تھا۔ یہاں عزتیں لوٹی جا رہی

تھیں اور بچنے والے بھی لوٹ رہے تھے۔ اُسے اِس بات پر حیرت ہوئی کہ سبھی اِن کارہائے نمایاں پر نازاں تھے، کسی کو پچھتاوے یا شرمندگی کا احساس تک نہیں تھا۔

افضل دیر تک اپنے گاؤں کی گلیوں میں گھومتا اور چلتے پھرتے لوگوں کو دیکھ کر زاروقطار روتا رہا۔ وہ اُسے دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن وہ سب کے سب رنگ پور میں بھی اُس کے سامنے تھے۔ اُس نے سوچا کہ یہاں بھی کسی نہ کسی کو اپنے گھر اور گاؤں کو بچانا ہے، لیکن ایک طے شدہ نظریے کے درودیوار کے اندر رہ کر، اور درودیوار کو توڑ کر باہر نکلنے والوں کے ساتھ کیا کیا جانا چاہیے؟

''اوئے!'' کیپٹن غفار نے اُس کی سوچ کی سمت کو بدلا اور وہ اُس کمرے میں واپس آ گیا:

''سر، آپ نے اتنی کتابیں کہاں سے لیں؟'' کیپٹن غفار پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ افضل اُس کے ہنسنے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''لوٹ مار شروع ہوئی تو کوئی بینک کے لاکر روم میں گھس گیا اور کوئی ایسی ہی کسی اور جگہ۔ میں مقامی کالج سے یہ بطور امانت اُٹھا لایا۔ لائبریری بعد میں جلا دی گئی۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ چند کتابیں تو بچ گئیں۔ کوئی نہ کوئی ایک آدھ کتاب پڑھ لیتا ہے تو میں قدرے مطمئن ہو جاتا ہوں کہ کم از کم ایک اچھا کام کر سکا۔''

افضل کو کیپٹن غفار میں ایک نیا آدمی نظر آیا۔ اُس نے سوچا کہ اِس لاپروا اور بے تعلق سے آدمی کے اندر ایک حساس انسان زندہ ہے جس کا معاملات کو دیکھنے کا ڈھنگ بھی اپنی ہی طرح کا ہے۔ وہ لاکر روم یا کسی کے گھر نہیں گھسا، کالج کی لائبریری سے چند کتابیں بچا لایا۔ افضل کو کتاب پڑھنے کا شوق تو تھا، اُس نے فیصلہ کیا کہ مصروفیات کے باوجود اِن میں سے جتنی بھی کتابیں پڑھ سکا، پڑھے گا اور اگر کیپٹن غفار نے اجازت دی تو کچھ اُدھار مانگ کر ساتھ بھی لے جائے گا۔

''تمہارے خیال میں میری شادی ہو جائے گی؟ ایسا نہ ہو کہ میری منگیتر طویل انتظار نہ کر سکے!''

افضل اب کیپٹن غفار کے تذبذب کو سمجھا۔ اُسے اپنی منگیتر کو پانے کی خوشی سے زیادہ اُس کے نہ ملنے کا خوف تھا۔ وہ ''اوئے'' کہہ کر کھلکھلا کر ہنسنا چاہتا تھا لیکن ایسا مناسب نہیں تھا کیوں کہ وہ کیپٹن غفار سے کافی جونیئر تھا، اِس کے علاوہ کیپٹن غفار ایک بے ضرر سا معصوم آدمی تھا اور اُس کی دل شکنی اچھی بات نہیں تھی۔ افضل کو کیپٹن غفار پر ترس آیا۔ اُسے اب شک ہونے لگ گیا تھا کہ کیپٹن غفار کی منگیتر شاید اُس کا انتظار نہ کر سکے۔

صبح کے چار بج گئے تھے جب اُنھوں نے سونے کا فیصلہ کیا۔

۸

افضل کو دیناج پور کی ایک تحصیل میں متعین ۳۴ پنجاب کے ساتھ اٹیچ کیا گیا۔ اُس نے رنگ پور میں مزید دو دن گزارنا تھے اور اِس عرصے میں اُسے مشرقی پاکستان میں استعمال کیے جانے والے چینی ہتھیاروں سے واقفیت دلائی جانا تھی۔ رائفل اور مشین گن اُسے زیادہ پسند نہ آئیں، مگر سب مشین گن جسے ایس ایم جی کہا جاتا تھا کافی پسند آئی۔ ہتھیاروں سے تعارف کروانے والے این سی او نے اُسے بتایا کہ موجودہ حالات میں وہ سب سے کارآمد ہتھیار تھا، اِس لیے وہ باہر جاتے وقت پستول کے بجائے ہمیشہ اِسے اپنے ساتھ رکھے کہ یہ وزن اور رینج کے لحاظ سے موزوں ترین تھا۔

اُس کی اسلحہ سے واقفیت کرائے جانے والی کلاس ٹینک گیراج میں ہوتی تھی۔ شام کو کلاس کے اختتام پر اُس نے کیپٹن غفار کے کمرے کو جاتے وقت یونٹ کی لائینز میں سے گزرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ وہاں یونٹ کی لائینوں کی زندگی دیکھنا چاہتا تھا۔ اُس کے علم میں نہیں تھا کہ بارکوں کو جانے کے لیے کوارٹروں کے سامنے سے گزرنا پڑتا ہے۔ اُس نے ایک فلم میں گریگری پیک کو جیبوں میں ہاتھ ڈالے، جلتا ہوا سگریٹ ہونٹوں میں دبائے اور دھوئیں سے بچنے کے لیے ایک آنکھ بند کیے چلتے دیکھا تھا۔ اُسے اُس کا یہ انداز بہت بھایا تھا اور وہ ہمیشہ خوش گوار موڈ میں ایسے ہی چلتا۔ گیراج سے نکل کر اُس نے سگریٹ ہونٹوں میں دبایا اور جھومتے ہوئے چل پڑا۔ اُسے اپنے دائیں طرف کنڈا کھٹکھٹائے جانے کی آواز سُنائی دی۔ اُس نے اُسی طرح چلتے ہوئے گردن گھما کر آواز کی طرف دیکھا تو وہاں سجی ہوئی ایک عورت کھڑی نظر آئی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو عورت نے اُسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ افضل کے ذہن میں ایک دم لاہور کا شاہی محلّہ گھوم گیا۔

وہ زمانہء طالب علمی میں کبھی کبھار بادامی باغ کے بسوں کے اڈے سے، کرائے کی کمی کی وجہ سے، ریگل سینما تک پیدل جاتا اور انارکلی بازار پہنچنے کے لیا اُسے شاہی محلے سے گزرنا ہوتا۔ گو تب وہاں

کاروبار کا وقت نہیں ہوتا تھا، اُسے پھر بھی کوئی طوائف دروازے میں کھڑی نظر آجاتی جس کے بے ہودہ اور فحش اشارے دیکھ اور سمجھ کر اُس کے کان کی لویں جلنے لگتیں۔ یہ نظارہ اُس کے ناتجربہ کار بدن اور تجربہ کار ذہن کو کسی حد تک متحرک کر دیتا۔ اُسے اِس کے ساتھ خفت سی بھی ہوتی اور وہ گھبرا کر پیچھے مُڑ کر دیکھتا کہ کسی نے اُسے یہاں دیکھ تو نہیں لیا! ایک مرتبہ ایک طوائف اُس کی کیفیت کو شاید بھانپ گئی اور بہت سنجیدگی سے بولی، ''تمہاری اماں نے موڑ سے تمہیں دیکھ لیا ہے!'' افضل کو پہلے تو لگا کہ وہ واقعی پکڑا گیا ہے اور اُس نے رفتار تیز کر دی اور اگلے ہی لمحے اُسے اپنی حماقت کا احساس ہوا، اُس کے بعد وہ اُدھر سے کبھی نہ گزرا۔

آج پھر خوف کے مارے اُس کے بدن میں ایک کپکپی سی طاری ہوگئی۔ یہ ایک غیر متوقع چیز تھی اور اِس میں کسی قسم کے جسمانی خوف کے بجائے اُس کے مرتبے کی سراسیمگی شامل تھی۔ اُس نے ظاہر کیا جیسے اُس نے عورت کو نہیں دیکھا اور بے نیازی سے چلتا رہا۔ اُس کی کیفیت اُس آدمی کی سی تھی جو گلی میں بیٹھے کتے سے ڈرتے ہوئے، اُس کی طرف دیکھے بغیر، تیزی سے آگے بڑھ جاتا ہے، اُسے کتے سے زیادہ کسی دیکھنے والے کا ڈر ہوتا ہے کہ اُس کا راز کسی پر فاش نہ ہو جائے؟ رات کو اُس نے کیپٹن غفار کو یہ بات بتائی تو وہ بہت محظوظ ہوا۔ افضل کو عجیب سا لگا کہ اُسے سنجیدگی سے نہیں لیا جارہا۔ یہ تمام فوجی اخلاقیات اور ضوابط کے خلاف تھا کہ کہ کوئی عورت اپنی تسکین کے لیے ایک افسر کو اپنے گھر میں بُلائے جب کہ اُس کا خاوند اپنی ہی فوج کا جنگی قیدی ہو۔ افضل کے چہرے پر ناپسندیدگی اور ناراضی کے تاثرات دیکھتے ہوئے کیپٹن غفار سنجیدہ ہو گیا:

''غالباً یہ عورت چند افسروں کے پاس آتی ہے اور وہ اُسے کچھ معاوضہ بھی دیتے ہیں۔ یہ عمل رُک جانا چاہیے مگر یہ یہاں کا دستور بن چکا ہے۔ افسر جہاں سے چاہیں، کسی بھی عورت کو اُٹھا لائیں۔ کوئی شکایت یا احتجاج بے سود ہے۔ اِن حالات میں اُس عورت کا تمھیں اشارے سے بلانا اتنا بُرا نہیں جتنا کہ تم اُسے رات کو زبردستی اُٹھا لاؤ۔ بریگیڈ کمانڈر سے ملاقات ہوئی؟''

''کل ہوگی۔''

''افواہ ہے کہ وہ بھی اِسی طرح کے معاملات میں ملوث ہے۔''

افضل کو اس بات پر یقین نہ آیا۔ وہ سوچتا تھا کہ کرنل سے اوپر والے افسر ایسے جذبات سے اوپر اُٹھ جاتے ہیں اور عورت اُن کے لیے غیر اہم ہو جاتی ہے۔ اُسے کرنل بشیر یاد آیا جو اپنی بیوی کے مارے جانے کے بعد عورت کا عادی ہو گیا تھا اور بجائے اِس کے کہ وہ خود کو ایسے کام میں مصروف کرے جو

سر کھجانے کی اجازت نہ دے، اُس نے عورتیں بدلنا شروع کر دیں۔ اُس نے اچانک خود کو پھر اکیلے محسوس کرنا شروع کر دیا۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے سفر میں تھا اور کیپٹن غفار کے ساتھ گزارا وقت یقیناً یادگار حیثیت کا حامل تھا۔ اب وہ ایک دم یکسانیت کا شکار ہو گیا۔ اُس کا جی چاہنے لگا کہ وہ فوراً ایکشن میں شامل ہو جائے تاکہ چیزوں کو دوسروں کی آنکھ کے بجائے خود دیکھ سکے:

''سر، مشرقی پاکستان کے لوگوں کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟''

''سچ پوچھتے ہو؟''

''سر۔''

کیپٹن غفار خاموش ہو گیا۔ افضل اُس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگا۔ وہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ افضل کو لگا کہ کیپٹن غفار کچھ سوچ نہیں رہا، وہ اپنے ذہن سے اُس کے سوال کا جواب چھیننے سے کھرچ رہا ہے اور اسے سوچنے کے بجائے کھرچی ہوئی جگہوں کو انگلیوں سے محسوس کرنے کی ضرورت تھی تاکہ ہر بات کھل کر باہر آ جائے گی!

''یہ لوگ اچھے نہیں۔''

''کیسے؟''

''دیکھو، اِن لوگوں کی سرشت میں نافرمانی، ہنگامہ آرائی اور خود غرضی ہے۔ یہ خصوصیات اکٹھا کر دی جائیں تو شک اور خوف ایک گھناؤنی شکل میں ڈھل کر بزدلی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ بُزدل ہیں اور اِن کے اندر صدیوں سے کوئی خوف چھپا بیٹھا ہے۔ گاہے بگاہے یہ خوف اِن کے باطن سے ہنگاموں کے آتش فشاں کو باہر لے آتا ہے اور یہ برِصغیر میں کسی نہ کسی تبدیلی کا سبب بنتے ہیں۔''

کیپٹن غفار نے ٹیک لگاتے ہوئے بات ختم کی۔ وہ جانتا تھا کہ افضل اِس تجزیے کو سمجھ نہیں سکے گا اور اُس نے اِسے ایسے ہی پیچیدہ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اُن کی سوچ کے بہاؤ کو دیکھ سکتا تھا۔ اُن کے اندر نفرت کی آگ تھی جسے بتدریج سیاسی، معاشرتی اور معاشی ناہمواری ہوا دیتی رہی۔ ہمیشہ، کہیں نہ کہیں، بے اطمینانی اور محرومی کا احساس ضرور رہتا ہے اور اِس کا اظہار بھی ضروری ہوتا ہے لیکن اِس طرح نہیں کہ تاریخ کو سُرخ الفاظ سے لکھنے کی کوشش کی جائے۔ بنگالی اُسے ایک چھوٹے قد اور کالے رنگ کی کمزوری جنس لگا تھا لیکن وہ اُس کے اندر دبی ہوئی ذہانت کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ یہی وہ ذہانت تھی جس نے اُسے برِصغیر کی سب سے زیادہ ہنگامہ خیز نسل بنا دیا تھا۔ یہی ذہانت بنگالیوں کے خائف اور شکی ہونے کا سبب بھی تھی۔ جب وہ خوف زدہ ہوتے ہیں تو اُن کے اندر کہیں سے پاگل ہاتھی کا دیوانہ پن در آتا ہے جو ہر بستی کو

تاراج اور ہر ڈھانچے کو برباد کیے جاتا ہے۔ کیپٹن غفار نے اُن کا جب بھی مغربی پاکستان کے لوگوں کے ساتھ موازنہ کیا، اُن کا مزاج اور رویہ جُداگانہ لگا۔ سندھی، بلوچ، پنجابی اور پٹھان اُسے زیادہ فراخ دل اور درگزر کرنے والے لگے۔ یہ لوگ اپنے آپ پر ہنسنا بھی جانتے تھے جب کہ بنگالی کسی حد تک خود بیں اور گمانی تھے اور یہی اُن کے زود رنج ہونے کی وجہ ہے۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی داخلی کشمکش کا شکار رہتے اور اِسی کشمکش نے اُن کو غیر مستقل مزاج بھی بنا دیا تھا۔ دِل چسپ بات یہ تھی کہ وہ ہمیشہ طاقت کے محور کے خلاف رہے لیکن جب بھی اُن کو اہمیت دے کر معاشی مراعات دی گئیں، اُنھوں نے اپنے نظریات میں لچک پیدا کر لی۔ وہ ہمیشہ اپنے حصے سے زیادہ کے طلب گار تھے۔

''ایک نہایت اہم بات بتاتا ہوں۔''

افضل نے جلدی سے سگریٹ سلگایا اور توجہ سے بات سننے لگا۔

''جب بھی ہمیں ایمبوش کیا جاتا ہے، ہم فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہندوستان کی فوج کے سپاہی ہیں!''

''وہ کیسے؟''، افضل کے لہجے میں دل چسپی تھی۔

''اگر بے تحاشہ فائر کیا جا رہا ہے تو سمجھ لو کہ سامنے بنگالی یونٹ ہے۔ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے ثابت قدم رہیں تو وہ مایوس ہونا شروع ہو جائیں گے اور پھر اُس پوزیشن کو چھوڑ دیں گے۔ اگر ہندوستانی دستہ اُن کے ساتھ ہے تو فائرنگ محتاط لیکن با مقصد ہوگی۔ سمجھ لینا چاہیے کہ پوزیشن کو حاصل کرنے کے لیے گھمسان کی جنگ کرنا ہوگی۔''

''کیا ہندوستانی اچھا لڑتے ہیں؟''

''جو ہمیں بتایا گیا ہے، اُس سے تو بہتر لڑتے ہیں۔''

بنگالی کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ کیپٹن غفار نے سوچا کہ اِن کا ہر رویہ مغربی پاکستانیوں کے بالکل اُلٹ تھا۔ جہاں اُن میں لچک اور بُردباری تھی، وہاں یہ لوگ غیر لچک دار اور بے صبرے بھی تھے۔ یہ تعلیم یافتہ اور ذہین ہونے کے باوجود معاملات کو ایک ہی رنگ میں دیکھتے تھے۔ اُن میں کسی حد تک برتری کا احساس بھی تھا جس کی وجہ سے وہ خود سے خائف رہتے اور یہی خوف اُن کو پاگل ہاتھی میں تبدیل کر دیتا۔ یہ ہاتھی ضدی بھی تھا اور انا اور ضد کا یک جا ہونا ہمیشہ کسی نہ کسی فریق کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اگر وہ ضدی نہ ہوتے تو صدیوں سے اپنی جدوجہد جاری کیوں رکھتے! کیا ڈھاکہ کے بعد اُن کی توجہ کلکتہ پر ہوگی؟ اور اس کے بعد کیا نئی دہلی اُن کی نظر میں ہے؟ کیپٹن غفار کو مغربی پاکستان کا خیال

آ گیا.... چار صوبے اور چار زبانیں.... کیا وہاں بھی ایسے حالات کا الاؤ سُلگ رہا ہے اور علیحدگی پسند طاقتیں تاک میں بیٹھی ہیں؟ ہندوستان اور پاکستان ایک تاریخ کے دو حصے ہیں۔ اگر ایسا کوئی عمل یہاں شروع ہو چکا ہے تو کیا ہندوستان بھی اِس کی زد پر آئے گا اور اگر ایسی کوئی تحریک زور پکڑ گئی تو برصغیر کا نقشہ کیا ہوگا؟ اُس کے ذہن میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں آ جاتیں۔ برِصغیر کے لیے یہ کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ یہاں اکثر ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوتا جس کا فائدہ افغان اُٹھاتے۔ بھوک کے ہاتھوں تنگ کوئی مہم جو چند سو سواروں کے ساتھ یہاں آ نکلتا اور تخت پر قبضہ کر کے اپنے خاندان کی بنیاد رکھ دیتا۔ کچھ عرصے کے بعد یہاں کا موسم اور دوپہر کی نیند اُس کو سست اور آرام طلب بنا دیتی۔ سرحد کے لوگ مہم جوؤں کے ساتھ ہوتے اور پنجاب کے لوگ اُنہیں خوش آمدید کہتے۔ یہ دونوں افغانوں کے ارادوں اور حوصلوں سے واقف تھے۔ ان کے اپنے اندر ایسا کوئی لیڈر نہیں تھا جو دہلی پر چڑھائی کر سکتا، چناں چہ وہ حملہ آور سے مراعات کا وعدہ لے کر اُس کا ساتھ دیتے۔ یہ ایک ایسی موقع پرستی تھی جس نے ہمیشہ اپنے لوگوں کو دھوکا دینے والی اشرافیہ کو جنم دیا۔ سندھ پر پنجاب اور صوبہ گجرات کا اثر تھا اور سندھیوں نے بھی پنجابی اور پٹھان کی ایک اور انداز سے تقلید کی۔ انگریز جب سندھ میں آئے تو مقامی سرداروں نے اپنی وفاداری کے بدلے سرداری کو مستحکم کیا اور جاگیروں کو چھوٹی ریاستوں کی شکل دی۔

"آپ کوئی مشورہ دینا چاہیں گے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

کیپٹن غفار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ افضل کو اُس کا اس طرح ہنسنا اچھا لگا اور وہ بھی ہنسی میں شامل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیپٹن غفار سنجیدہ ہو گیا:

"تم نے اپنی پاسنگ آوٹ پریڈ والے دن ایک حلف لیا تھا۔ اُس حلف پر قائم رہو!"

افضل کو یک دم اپنی مشکل دور ہوتے محسوس ہوئی۔ اُسے اپنے آپ پر غصہ بھی آیا کہ وہ اتنی واضح بات کو سمجھ نہیں سکا تھا اور اُسے کیپٹن غفار سے مشورہ لینا پڑا۔ اُسے اپنا حلف یاد تھا اور پاسنگ آوٹ پریڈ پر حلف کی رسم کو دیکھتے ہوئے اُس کے والدین کی آنکھیں جذبات سے ڈبڈبا گئی تھیں۔ اُس کے ذہن میں اچانک خیال آیا کہ بغاوت کرنے والے بنگالیوں نے بھی وہی حلف لیا تھا۔ کیا وہ حلف اتنا کمزور تھا کہ اُسے توڑنا کوئی مشکل کام نہ لگا..... نہ کوئی پچھتاوا اور نہ ہی کوئی پریشانی..... ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

''سر! حلف میں بدلے کا کہیں ذکر نہیں تھا۔'' افضل کے اندر بے چینی پھر سر اُٹھانے لگی۔

''دیکھو! یہاں ایمرجنسی ہے اور ایمرجنسی میں ہر حکم لاٗفُل ہوتا ہے۔ چارج آف لائٹ بریگیڈ اگر نہیں پڑھی تو میں دے سکتا ہوں۔''

افضل ہنسنے لگا:

''میں نے پڑھی ہے۔ میں فاکنر کی ''دی بیئر'' اور چند اردو کتابیں لے کر جانا چاہوں گا۔''

''ایک شرط پر!''

''سر؟''

''مجھے یہ واپس ملنی چاہئیں۔''

''وعدہ، سر۔''

''اب سو جاؤ۔'' کیپٹن غفار نے بتی بند کر دی۔

افضل کئی دنوں کے بعد اپنے آپ کو ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ کیپٹن غفار نے اُس کی کئی اُلجھنیں حل کر دی تھیں۔ اُس نے جب آنکھیں بند کیں تو پہلی دفعہ وہاں فاخرہ نظر آئی۔ وہ ایڑی اُٹھائے پیچھے کی طرف جھکی ہوئی تھی اور اُس کے باریک ہونٹ تھوڑا کھلے تھے۔ افضل کو یہ زندگی کی بہت بڑی نا انصافی لگی۔ ایک عورت جس کے لمس نے اُس کے اندر کئی خواہشوں کو جگایا، اُسے کئی دن یاد ہی نہ آئی!

۹

اگلے دن بریگیڈ کمانڈر سے افضل کی ملاقات ہوئی۔ وہ پکی گندمی رنگت والے ایک دراز قد افسر تھے جن کے چہرے مہرے ہی سے اُن کا فوجی ہونا جھلکتا تھا۔ وہ وردی میں نہ بھی ہوں تو فوجی ہی نظر آئیں گے۔ اُنہوں نے افضل کو وہی کچھ بتایا جو وہ ایسٹرن کمانڈ میں، اور ڈھاکہ سے رنگ پور تک کے راستے میں سنتا آیا تھا۔ اُنہوں نے زور دیا کہ ایک افسر ہوتے ہوئے، مشکل اور صبر آزما حالات میں ،اُسے اپنے ماتحتوں کے لیے اپنے رویے اور طریقے سے ایک مثال بننا تھا۔ بریگیڈ کمانڈر نے بتایا کہ فوج ایک مشکل وقت سے گزری ہے اور اُس سے بھی مشکل وقت آگے ہے، یہ اُس جیسے نوجوان افسروں پر منحصر ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو ذاتی بہادری اور لیڈرشپ سے متاثر کر کے اُن کے حوصلے بلند رکھیں۔ افضل بریگیڈ کمانڈر کی باتوں سے متاثر ہوا۔ کیپٹن غفار کی رات والی نصیحت اور بریگیڈ کمانڈر کی گفتگو نے اُس کے اندر بے یقینی کو کسی حد تک دور کر کے خود اعتمادی کی ایک شکل بنانا شروع کر دی اور وہ ٹھاکر گاؤں پہنچنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ اِس دفعہ وہ ایکشن میں اُکتاہٹ دور کرنے کے بجائے جدوجہد میں حصہ دار بننے کے لیے جانا چاہتا تھا۔

اُس رات وہ دیر تک کیپٹن غفار کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ کیپٹن غفار نے اُسے بتایا کہ کسی بھی ملک یا خطے کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالات کو وہاں کے تاریخی اور جغرافیائی عوامل سے جُدا کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ باہر سے آنے والے، وہ چراگاہوں کی تلاش میں آئے ہوں یا حملہ آور کی شکل میں، یہیں کے ہو کر رہ گئے، یہاں کے باسیوں نے سوائے انگریزوں کے، ہر آنے والے کو یہاں مستقلاً رہنے پر مجبور کیا۔ انگریزوں کے لیے یہ ملک دنیا کی آخری حد نہیں تھا۔ وہ تو اِس دوشیزہ کی دھجیاں اُڑانا چاہتے تھے۔ یہاں کی دولت اور سکون، حملہ آوروں کے لیے ایک دعوت نامہ تھا۔ اِس کے علاوہ وہ یہاں کے مقامی حاکم اتنے کم اندیش، سست اور ناکارہ تھے کہ وہ ہر حملہ آور کے لیے تر نوالہ ثابت ہوئے۔ مقامی

دانش ور، نئی دریافتوں کے بجائے، جن میں عسکری پہلو نمایاں تھا، زیادہ وقت طویل اور بے مقصد مباحث میں صرف کرتے۔ لوگوں کے مزاج کی تعمیر میں موسموں کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔ یہاں کے موسم اور خوراک میں آرام طلبی اور تساہل کو پروان چڑھانے کے اجزا شامل ہیں۔ مقامی حکمران اسی وجہ سے اپنا دفاع نہ کر سکے اور باہر سے آ کر قابض ہونے والے بھی ایک نسل کے بعد آرام طلبی کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتے۔ انگریز جب یہاں تجارت کے لیے آئے تو تناظر وہی صدیوں پرانا تھا۔ انگریزوں کو کسی قسم کی جلدی نہیں تھی۔ وہ ایک عرصے تک باشندوں کے رسم و رواج، خصوصیات اور عادات کا مطالعہ کرتے رہے۔ کسی بھی انگریز مصنف کی برِصغیر پر تحریر کی ہوئی کتاب کو سند مانا جاتا ہے کیوں کہ وہ تصنیف ایسے معاشرتی اور طبقاتی پہلو اُجاگر کرتی ہے جس پر مقامی دانش ور ابھی تک روشنی نہیں ڈال سکے تھے۔ دراصل مقامی علم و دانش ذات پات کی اسیر تھی۔ ذات پات کے نظام میں اتنی کشش تھی کہ طبقاتی بندھنوں سے آزاد معاشرے سے آنے والے افغان اور دوسرے حملہ آور بھی اِس کے اثر تلے آ جاتے۔ انگریزوں نے ذات پات کے ڈسے ہوئے غیر مراعات یافتہ طبقے کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ وہ جب ہندوستان پر قابض ہوئے تو اُنھوں نے اپنی حکمتِ عملی سے معاشرے کو تقسیم کر دیا۔ ہندو اور مسلمان جو شانہ بشانہ زندگی گزار رہے تھے ایک دوسرے سے دور ہونا شروع ہو گئے۔ دوری کی یہ خلیج اتنی وسیع ہوتی گئی کہ اسے نفرت نے بھرنا شروع کر دیا جو تقسیم کے وقت آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی۔ اس تمام تاریخی ردوبدل میں بنگال اور جنوبی ہند کا رویہ باقی ملک سے مختلف رہا۔ جنوب کے باشندے ہندوستان کے مقامی باسی تھے جنھیں حملہ آور کونوں کھدروں میں دھکیلتے رہے۔ اگر دیکھا جائے تو بنگالی کے نقوش اور متعدد خصوصیات جنوبی ہند کے لوگوں سے مختلف نہیں۔ ممکن ہے کہ مقامی آبادی کو وسط ہند سے جنوب اور مشرق کی طرف دھکیل دیا گیا ہو اور یہ دونوں لوگ ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ خطے ہمیشہ دہلی سے کشیدہ رہے اور دہلی کا ہر حاکم ان سے نالاں تھا۔ بنگالی اگر بغاوت پر آمادہ ہیں تو کسی وقت جنوبی ہند بھی ان کی تقلید کر سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو وسطی ہندوستان اور پنجاب کیا کریں گے؟ سرحد اور افغانستان اَتھنیکلی ایک دوسرے کے قریب تر ہیں، اس لیے اُن کا مسئلہ باقی برِصغیر سے مختلف ہے۔ اسی طرح بلوچستان، ایران اور افغانستان کے قریب ہے۔ مشرقی اور مغربی پنجاب اکٹھے ہو سکتے ہیں اور مغربی پنجاب اپنی قیادت مشرقی پنجاب کو سونپ سکتا ہے کیوں کہ یہ لوگ ایک شدید احساسِ کمتری کا شکار ہیں اور جانتے ہیں کہ اُنھوں نے مراعات کے لیے ہمیشہ طاقت کو اپنا خون، چارے کے طور پر دیا ہے۔ شمالی علاقے چین کے ساتھ مل سکتے ہیں یا اپنے لیے ایک علیٰحدہ مملکت تراش سکتے ہیں کیوں کہ وہ بھی سکندرِ اعظم کے بعد سے اب تک گھٹن کا شکار ہیں۔

افضل کے لیے یہ باتیں ایک انکشاف سے کم نہ تھیں۔ اُسے بنگالی یا جنوبی ہندوالوں سے کسی حد تک ہمدردی بھی ہوئی۔ اگر کیپٹن غفار کا نظریہ صحیح تھا تو کیا ان کی ہزاروں سال کی جد جہداب رنگ لانے والی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تاریخ اب مقامی باشندوں کو زندہ کر رہی ہے اور آنے والے کسی وقت میں وہ آریائی اور باہر سے آنے والی دوسری نسلوں کو ختم کر کے برِصغیر پر مکمل طور پر قابض ہو جائیں گے؟ اُسے اچانک بریگیڈ کمانڈر کی باتیں یاد آ گئیں۔ افضل نے سوچا: اُسے ایک کام سونپا گیا ہے۔ شاید یہاں لڑنے والی مغربی پاکستانی فوج اپنی جونیئر لیڈر شپ سے مایوس ہو چکی ہے، اسی لیے بریگیڈ کمانڈر نے ماتحتوں کے سامنے خود کو ایک مثال کے طور پر پیش کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کیپٹن غفار کی باتیں ٹھیک بھی ہوں تو بھی اُسے ایک ضروری فرض نبھانا ہے۔ اگر برِصغیر شکست و ریخت کے زمانے میں داخل ہو چکا ہے تو وہ اُن طاقتوں کا حصہ بننا پسند کرے گا جو اس عمل کے خلاف سینہ سپر ہیں۔ اُسے وہ واقعات یاد آئے جو مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے آنے والے قریبی عزیزوں کو پیش آئے اور جو ہمیشہ رونگٹے کھڑے کر دیتے۔ کیا اُن لوگون کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی؟...

افضل یہ سوچتے ہوئے سو گیا۔

۱۰

صبح جب افضل جاگا تو وہ جانتا تھا کہ کیپٹن غفار سے دوبارہ ملاقات کے امکانات کم ہیں۔ اُس کی اٹیچمنٹ صرف تین ماہ کی ہے اور وہ اس کے ختم ہوتے ہی فوراً مغربی پاکستان چلا جائے گا۔ کیپٹن غفار جب جاگا تو دستور کے مطابق افضل تیار ہو کر اُس کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

''تم آج چلے جاؤ گے! دو دن بہت اچھے گزرے۔''

افضل خاموش بیٹھا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ جب سینئیر ایسے مزاج میں ہو تو چپ رہا جاتا ہے۔

''میری شادی کا کیا بنے گا..... کیا میری منگیتر انتظار کرے گی؟'' کیپٹن غفار کے لہجے میں فریاد تھی جس سے افضل جھنجلا گیا۔ اُس نے خاموشی توڑنے کا فیصلہ کیا۔ وہ جانتا تھا کہ جلد ہی اُسے چلے جانا ہے، اِس لیے کیپٹن غفار کی ناراضی مول لی جاسکتی ہے۔

''سر! اگر اُسے کوئی مجبوری آن پڑی تو وہ منگنی توڑ کر شادی کر لے گی۔''

کھردرے کپڑے کا تھان لمبائی کے رخ پر پھٹ گیا۔

''یہ تم مجھے پہلے ہی کہہ دیتے۔ اب میری پریشانی ختم ہوئی۔''

افضل، کیپٹن غفار کی اس بات سے چکرا گیا۔ اُسے اس کی حسِ مزاح اور حقائق کو تاریخی پس منظر میں دیکھتے ہوئے نہ صرف اپنی رائے قائم کرنا بلکہ دوسروں کو قائل کرنے کی اہلیت رکھنا بھی متاثر کن لگا۔ اُسے معاً خیال آیا: کہیں ایسا تو نہیں کہ حسِ مزاح ایک دکھاوا ہو اور وہ دراصل شادی کرنے کے لیے بے چین ہو! افضل کو کیپٹن غفار سے ہمدردی ہوئی اور اُسے اُس کے اندر لاپروا اور لاتعلق سے آدمی کے بجائے ایک حساس اور بکھرا ہوا انسان نظر آیا۔ اُسے زندگی میں پہلی دفعہ کسی کے اکیلے پن کو اتنی گہرائی سے دیکھنے اور سمجھنے کا احساس ہوا۔ اُسے لگا کہ اُس کے اپنے اندر کچھ ٹوٹ سا گیا ہے۔ افضل نے کیپٹن غفار کی طرف نظر اُٹھائی تو وہ اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ وہ اُس کے ذہن میں چلنے والی خیالات کی رو

کے بہاؤ کو دیکھ رہا ہے۔

دونوں نے خاموشی میں ناشتہ کیا۔ افضل ان دو دنوں میں کیپٹن غفار کے اتنا نزدیک آ گیا تھا کہ دورانِ ملازمت میں وہ کسی کے اتنا قریب نہیں آ سکا تھا۔

وہ کیپٹن غفار سے جب جدا ہوا تو اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ افضل حیران تھا کہ دو دنوں کی ملاقات اتنی بھاری اور پراثر بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس قدر پریشان ہو گیا۔ اُس نے کیپٹن غفار کو غور سے دیکھا تو اُسے اُس کی حالت بھی اپنے جیسی حالت لگی۔

افضل کو ڈاک لے کر جانے والی گاڑی میں ٹھاکر گاؤں جانا تھا۔ راستے میں اُنھوں نے دیناج پور میں متعین ایک انفنٹری بٹالین اور ۲۹ کیولری کے ایک سکوارڈن کو ڈاک دینا تھی۔ اُس کے ساتھ تین مسلح آدمی تھے اور اُسے گاڑی کا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا۔

رنگ پور کے بعد افضل کو لینڈ سکیپ میں ایک واضح تبدیلی محسوس ہوئی۔ اُسے لگا کہ یہ علاقہ سطحِ سمندر سے تھوڑا سا بلند ہے کیوں کہ اردگرد پانی کم ہونا شروع ہو گیا تھا اور سڑک کو کاٹنے والی ندیوں کی تعداد بھی کم ہو گئی تھی۔ زمین اب چکنی نہیں رہی تھی اور اِس میں ریت کی آمیزش نظر آ رہی تھی۔ راستے میں باغ نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔ اُس نے ایک سپاہی سے ان باغوں کے متعلق پوچھا تو اُسے بتایا گیا کہ وہ ایلچی کے باغات تھے۔ اُس نے ایلچی پہلے کبھی چکھی تھی نہ دیکھی تھی۔ سڑک اُسی طرح خالی اور اُجڑی ہوئی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف دور دور تک کوئی بندہ بشر نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس طرح زندگی معطل ہونے کے بعد یہ لوگ اپنی گزران کیسے کرتے ہوں گے ..... یہ خیال اُسے ان لوگوں کی بود و باش کے متعلق متجسس بنا رہا تھا!

دیناج پور میں سکوارڈن، کالج کے اندر لگا ہوا تھا۔ ایک گھنے آم کے نیچے سکوارڈن کمانڈر اپنا دفتر لگائے کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔ افضل نے اُسے سیلیوٹ کر کے اپنا تعارف کرایا۔ افضل کو لگا کہ وہ اُس سے مل کر خوش ہوا ہے۔

''مجھے خبر مل گئی تھی کہ آرمرڈ کور کا ایک افسر آیا ہے اور اُسے انفنٹری کے ساتھ اٹیچ کیا جا رہا ہے۔ ہم خاصے مایوس تھے۔ ہمیں افسروں کی کافی ضرورت ہے۔ میں یہاں اکیلا ہوں۔ میں نے سی او سے درخواست کی تھی کہ تمہیں یہاں بھیج دیا جائے لیکن...'' چائے آئی تو وہ خاموش ہو گیا۔

''یہاں زندگی کافی بورنگ ہے۔ سارا دن ٹینکوں کی دیکھ بھال کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔ رنگ پور میں تمہارا قیام کیسا رہا؟''

''ٹھیک تھا۔ ہتھیاروں کی تربیت اور بریگیڈ میں تھوڑی سی بریفنگ۔ کیپٹن غفار کے ساتھ کافی گپ شپ رہی۔''

افضل کو ایک دم کیپٹن غفار، اُس کی باتیں اور بات بات پر قہقہے یاد آ گئے۔ اُس کے ہونٹوں پر اُداس سی مُسکراہٹ پھیل گئی۔

میجر شاہد کھلکھلا کر ہنس پڑا:

''تمھیں غفار گمراہ تو نہیں کرتا رہا؟''

پھر وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ افضل کو محسوس ہوا کہ مشرقی پاکستان میں تعینات افسر اکیلے پن کا شکار ہیں اور اپنے اکیلے پن کو ایسی دل چسپیوں سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنھیں وہ کبھی بدلہ اور کبھی فرض کا نام دیتے ہیں۔ اُس کے ذہن میں شہباز آ گیا اور وہ اُس کا المیہ کسی حد تک جان گیا۔ سارا دن پٹرولنگ پر نکلے رہنا..... ماتحتوں اور کمانڈر کے درمیان میں جو فاصلہ ہوتا ہے اُسے قائم رکھتے ہوئے اپنی اور ساتھ والے لوگوں کی حفاظت کی ذمے داری نبھانے کے ساتھ ساتھ مدِ مقابل کو مات دینا..... یہ اور اِس طرح کے کئی دیگر مسائل ہر وقت ذہن پر دباؤ ڈالے رکھتے ہیں اور شاید بعض اوقات غلط فیصلوں کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔ پھر اُسے خیال آیا کہ اس طرح کے حالات ہی سے نمٹنے کے لیے اُنھیں تربیت دے کر دوسرے لوگوں سے مختلف بنایا جاتا ہے تاکہ وہ بغیر جھجکے فیصلہ کر کے اُس پر عمل پیرا ہو سکیں۔ سو اُس کا یہ مفروضہ کہ بعض رویوں کی وجہ ذہنی اور نفسیاتی دباؤ ہے، غلط ہو سکتا ہے۔

''وہ دراصل اکیلا رہنا پسند کرتا ہے۔ لوگوں کی صحبت میں وہ جلد اکتا جاتا ہے۔ اُسے کتابیں دے کر بے شک بنگالیوں کے بیچ میں بٹھا دو، اُس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ یہ بھی ایک تجربہ ہے۔ یاد رکھنا وہ ایک عمدہ رجمینٹل افسر ہے۔'' افضل کو خوشی ہوئی کہ کیپٹن غفار کے رفیق کار اُس کے بارے میں مثبت سوچ رکھتے ہیں۔

''میں زیادہ باتیں تو نہیں کر رہا؟ دراصل میں یہاں پچھلے ایک ہفتے سے اکیلا ہوں۔ اب اپنے جوانوں اور عہدے داروں سے کیا گپ لگاؤں؟ تم جانتے ہو، ذہنی خلیج کتنی زیادہ ہے..... رات کا کھانا کھا کر جانا!''

''یہ تو آئیڈیل ہوتا، سر، مگر رات سے پہلے اِن لوگوں کو خیریت سے واپس پہنچ جانا چاہیے۔''

میجر شاہد نے ایک لمبا سانس کھینچا اور خلا میں دیکھتے ہوئے جواب دیا:

''ابھی تو حالات بہت بہتر ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے کافی گڑبڑ تھی۔ باغی سرگرم تھے اور ہماری دوڑ

لگی رہتی تھی۔dis arm کیے جانے والی نفری کی جگہ مغربی پاکستان سے لوگ پہنچ گئے ہیں۔اب ہم کسی نہ کسی حد تک حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔تمھیں آئے ہفتہ سے زیادعرصہ ہوگیا ہے۔ایک بات بتاؤ..... یہاں کی حالت کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟''

افضل گھبرا گیا۔وہ ان حالات کے متعلق اپنی رائے دیے بغیر دوسروں کی آرا سنتا رہتا تھا۔گو وہ ہر وقت یہی باتیں سوچتا رہتا لیکن اُن پر اظہارِ خیال کے لیے اُسے پہلی دفعہ کہا گیا تھا۔وہ شش و پنج میں پڑ گیا کہ اپنے محسوسات بیان کر دے یا محتاط سا رویہ رکھے۔اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ دونوں کو ملا کر گول مول سا جواب دینے کی کوشش کرے گا:

''سر! معاملہ فوجی نہیں رہا۔اِس کا حل اب بھٹو صاحب یا شیخ مجیب کے پاس ہے۔''اُس نے ایک فقرے سے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی۔وہ ایک سینیر کے سامنے فوج کو مکمل طور پر موردِ الزام نہیں ٹھہرانا چاہتا تھا۔اُسے اپنی اس حکمتِ عملی پر حیرت بھی ہوئی۔

''یہی تو بات ہے۔''میجر شاہد نے میز پر مکہ مارا:''یہاں اتنا کچھ ہو چکا ہے کہ تمہاری عمر اور ملازمت کے افسر تشدد پسند بن چکے ہیں۔اُن کے لیے معاف کر دینا یا معاف نہ کرنا ایک سی بات ہے۔تم بھی اِس پریشر ککر میں ڈالے جا چکے ہو اور جلد ہی تبدیل ہونا شروع ہو جاؤ گے۔''

''سر! آپ کی کیا رائے ہے؟''

میجر شاہد کچھ دیر سر کھجاتا رہا۔افضل کو لگا کہ اُس نے کوئی کتاب کھول لی ہے جس کے اوراق پلٹ کر وہ مناسب صفحہ تلاش کر رہا ہے۔وہ میجر شاہد کے چہرے کے تاثرات پڑھتا رہا۔اُسے اُس کی آنکھوں میں کئی رنگ نظر آئے۔پھر اُس نے ایک لمبا سانس لے کر پھیپھڑوں کو عجیب سی آواز سے خالی کیا ،جیسے بھرے ہوئے فٹ بال کو دبا کر ہوا نکالی جاتی ہے:

''میں کیا بتاؤں......میں آج سوچتا ہوں کہ دونوں صوبوں کو ملا کر ایک ملک نہیں بنانا چاہیے تھا۔بنگالیوں اور ہمارے درمیان کچھ بھی مشترک نہیں۔اگر اُن کا استحصال ہوا تو اتنا برا بھی نہیں ہوا۔یہ لوگ اب آزادی مانگ رہے ہیں..... بھئی کیسی آزادی....''

میجر شاہد طنزیہ سی ہنسی ہنسا:

''ارے بھئی غلامی میں تو خود آئے تھے۔اب انتظار کریں۔آزادی کے لیے جو اُنھوں نے کیا پہلے اُس کی قیمت تو ادا کر جائیں۔''

میجر شاہد پھر خاموش ہوگیا۔افضل کو اچانک وہ تھکا تھکا سا نظر آیا۔اُسے لگا کہ وہ اپنی جسمانی

قوت صرف کر چکا ہے اور اگلی زور آزمائی سے پہلے ستانا چاہتا ہے۔ وہ اپنی کرسی سے جڑا بیٹھا رہا:

''ہم میں سے بیشتر وہ کچھ دیکھ چکے ہیں جو ہمیں دیکھنا نہیں چاہیے تھا۔ کبھی یہ سوچتا ہوں کہ دیکھنا ضروری بھی تھا۔ میرا طریقہ بالکل مختلف ہے۔ میں اُنھیں مارتا نہیں بلکہ اکساتا ہوں کہ وہ اپنے اندر کے غداروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ختم کریں۔ غداروں کی نشان دہی کر دی جاتی ہے اور یہ بھی بتا دیا جاتا ہے کہ کوئی بنگالی تنظیم اُنھیں ختم کر دینا چاہتی ہے۔ یہ ایک سلسلہ چل نکلا ہے۔ اُنھوں نے ایک محدود سی سطح پر ایک دوسرے کو تشدد کا نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ تمھارے لیے بھی میرا یہی مشورہ ہے۔ باقی تم اپنا طریقہء کار خود نکالنا۔''

افضل پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اُسے کیپٹن غفار، میجر شاہد اور بریگیڈ کمانڈر کی باتوں میں ایک پہلو مشترک نظر آیا۔ تینوں، بنگالیوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے تھے مگر اُن سے وابستہ حل کے طریقے علیٰحدہ علیٰحدہ تھے۔ کرنل بشیر بھی اسی فکر کا حصہ تھا۔ وہ سب اپنے اپنے طریقے سے مشرقی پاکستان کو برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کیا اُنھیں صوبے کے ذرائع کو تاراج کرنے سے کوئی غرض نہیں تھی اور وہ صرف باشندوں کو ختم کرنا چاہتے تھے، لیکن کیا نسل ختم کرنے سے نسل ختم ہو جاتی ہے؟ ہٹلر یہودیوں کو ختم نہیں کر سکا تھا۔ یہودی ۱۹۶۷ء کی جنگ میں دنیا کو اپنے وجود کی شناخت کرا چکے تھے۔ مشرقی پاکستان میں ہندوستان اور روس پاکستان کے وجود کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن مشرقی پاکستانی جیت گئے تو کیا یہ پاکستان کی شکست ہوگی یا مشرقی پاکستانیوں کی جیت؟ جس طرح یہودیوں کی کامیابی کو مغرب کی منافقت کہا جاتا ہے، اسی طرح کل ایسا نہ ہو کہ پاکستان کی شکست کو اندرونی نااہلی کے بجائے بیرونی مداخلت کے بہانے سے حقائق سے چشم پوشی کی جائے! یہودیوں کی جیت میں اُن کا اپنا ہاتھ کم اور عربوں کا دخل زیادہ تھا۔

افضل کو لگا: اُس نے گلو خلاصی کے لیے بھٹو صاحب اور شیخ مجیب کو مسئلے کا حل بتایا تھا، اب وہ بات صحیح ثابت ہو رہی تھی۔ موجودہ نظام اُسے اس مشکل کو حل کرنے کی اہلیت سے عاری نظر آیا۔ وہ تو صرف فوجی دستوں کو جھونکنے میں یقین رکھتا تھا اور یہ دستے مایوسی اور گھٹن میں کچھ بھی کر سکتے تھے۔ وہ نہ بنگالیوں کو موردِ الزام ٹھہراتا اور نہ ہی فوج کو۔ بنگالیوں کا اپنا نقطہ نظر تھا اور عام فوجی شاید بے بس تھے۔ لیکن آپریشن رومز میں بیٹھنے والے تو بے بس نہیں تھے اور شاید وہ اپنے اعمال کے سامنے بے بس بھی ہوں!

''سر! میں تو بہت ہی جونیر ہوں اور میرا کام صرف احکام کی بجا آوری ہے۔''

''یہاں احکام کی بجا آوری سے اپنا بچاؤ زیادہ ضروری ہے۔''

افضل کو اچانک ایک نئے نظریے سے واسطہ پڑ گیا۔ کیا فوجی احکام سے خود حفاظتی اقدام زیادہ ضروری تھے؟ ان اقدام کی تکمیل میں جسے چاہو مار دو کیوں کہ یہ ایک خود حفاظتی اقدام تھا۔ یہ تو ایک لائسنس تھا جس کے تحت ہر قتل جائز تھا۔

اُسے بتایا گیا کہ ٹھاکر گاؤں جانے کے لیے گاڑی تیار تھی۔

وہ جب میجر شاہد کو الوداع کہہ رہا تھا تو اُس نے کہا:

''جو بتایا گیا ہے، اسے یاد رکھنا!''

افضل نے سوچا: وہ کیا کچھ یاد رکھے؟ کرنل بشیر کی بیوی کا انجام، ریل گاڑی میں کیرو کی تھیوری کی نفی یا رنگ پور کا چکلا جہاں اُسے بھی ایک عورت نے اشارہ کر کے بلایا تھا۔

۱۱
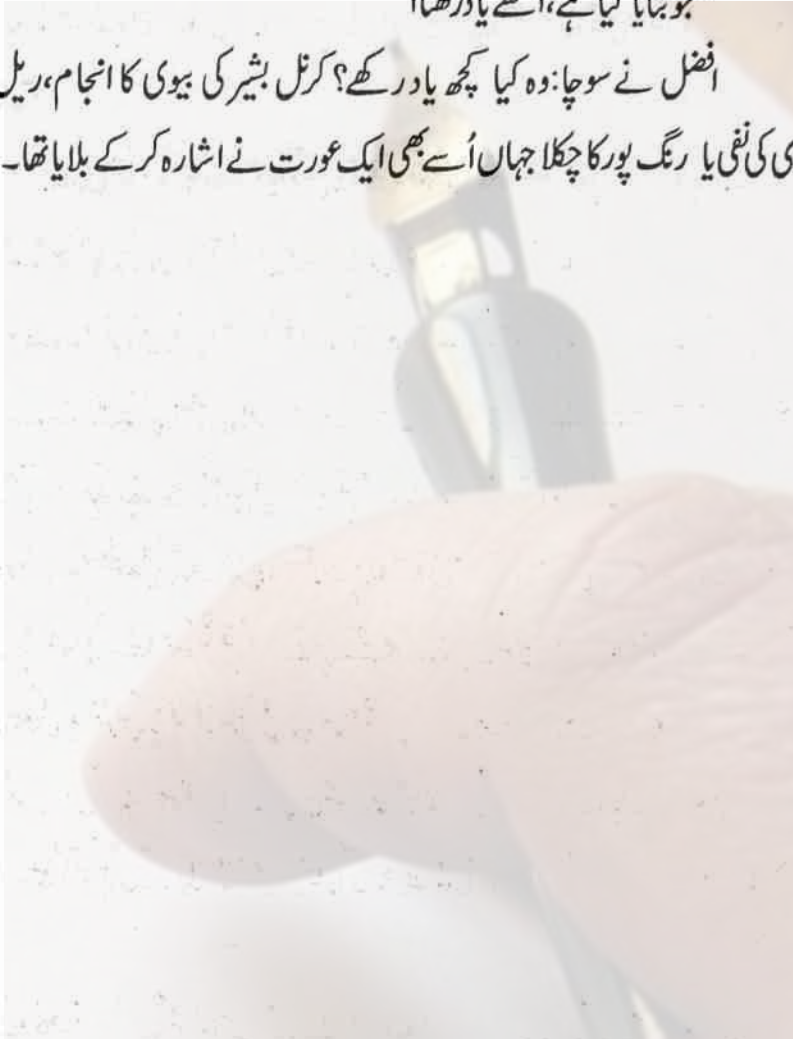
ٹھاکرگاؤں درمیانے سائز کا قصبہ تھا۔اُسے دیکھتے ہی افضل کو اپنی تحصیل کا ہیڈکوارٹر نوشہرہ ورکاں یاد آ گیا۔سڑکیں اُسی طرح ٹوٹی ہوئی اور بے ترتیب تھیں۔ٹھاکرگاؤں ایک اُداس سا تاثر دیتا تھا۔یہاں فوج کی موجودگی نے عام آدمی کی زندگی کو معطل کر دیا تھا جب کہ نوشہرہ ورکاں کی ٹوٹی ہوئی سڑک اور تنگ گلیوں میں زندگی بارونق تھی۔وہ تقریباً سہ پہر کے بعد وہاں پہنچا تھا اور یہ وقت تھا جب گلیوں بازاروں میں رونق ہونا شروع ہو جاتی ہے۔اُسے ٹھاکرگاؤں، رنگ پور، دیناج پور، بوگرہ یا جیسور میں کوئی فرق نظر نہ آیا۔مغربی پاکستان میں گجرات، جہلم یا شیخوپورہ میں ہر وقت ایک فرق محسوس کیا جا سکتا تھا۔اُن کا اپنا اپنا مزاج اور زندگی تھی۔ٹھاکرگاؤں اُس وقت اُجڑا اُجڑا سا لگا۔

آفیسرز میس میں اُس کا کمرہ اندھیرا سا تھا۔کمرے میں اتنی اُداسی تھی کہ ساری بتیاں جلا کر بھی وہ اُداسی اور تنہائی کے احساس سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔اُسے رات کو نیند نہ آئی تو اُس نے فاکنز کو پڑھنا شروع کر دیا۔وہ دیر تک جاگتے ہوئے، پڑھنے کی کوشش میں مصروف رہا۔وہ کسی بات کو منطقی طریقے سے سوچ ہی نہیں رہا تھا۔اُسے اپنے چاروں طرف ایک بے یقینی سی محسوس ہوئی۔یہ بے یقینی کسی سیاسی یا عسکری عمل یا ردِعمل کے بجائے اُس کے اندر جاری کشمکش کی وجہ سے تھی۔اُس نے خود کو کئی حصوں میں تقسیم پایا۔اُس نے سوچا: کیا اُس نے یہاں مختلف روپ دھارنا ہیں یا اپنے حلف کو پورا کرنا ہے جس کے تحت اُس نے ہر لاٹفل کمانڈ کو پورا کرنا ہے!

صبح اُس کی کمانڈنگ آفیسر سے ملاقات ہوئی جہاں اُسے کوئی نئی بات سننے کو نہ ملی۔اُسے محسوس ہوا کہ مشرقی پاکستان میں افسر ایک مخصوص خطیبانہ ڈھنگ سے بات کرتے ہیں۔سب کا لب ولہجہ اور موضوع ایک ہی ہے اور اس کا حل بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں۔کچھ عرصے بعد کیا وہ بھی اُنھیں سا ہو جائے گا؟

اُسی دن افضل کو پیر گنج بھیج دیا گیا۔

پیر گنج ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں میجر بلال کی کمپنی کی ایک پلاٹون رکھی گئی تھی اور افضل کو اُس پلاٹون کو کمانڈ کرنا تھا۔ میجر بلال اُسے خوش آمدید کہنے کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے۔ کمپنی ہیڈکوارٹر پیر گنج سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر تھا۔ میجر بلال دیر تک اُس کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔ وہ ایک چھوٹے قد کے کرخت چہرے اور اس سے بھی زیادہ کرخت لب و لہجے کے مالک تھے۔ کرخت ہونے کے باجود افضل کو اُن کے اندر ایک نرماہٹ اور ذات کی کسی گہرائی میں دبا خلوص اور محبت نظر آئی۔ اُن کی باتیں باقی لوگوں سے مختلف تھیں اور اُسے اُن میں خطیبانہ رنگ نظر نہیں آیا۔

پلاٹون ہائی سکول میں لگی ہوئی تھی۔ سکول کے ایک طرف سٹاف کے لیے چھوٹے چھوٹے گھر بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک میں افضل کو رہنا تھا۔ ہیڈ ماسٹر کا دفتر اُس کے استعمال میں آنا تھا۔ پیر گنج سے تین سڑکیں نکلتی تھیں، ایک مشرق کی طرف ٹھاکر گاؤں کو، دوسری جنوب میں ہندوستان کو اور تیسری مغرب میں رانی سنکیال کو جہاں کمپنی ہیڈکوارٹر تھا۔

''تم نے ذمے داری کے علاقے میں اپنی موجودگی کا پتا چلاتے رہنا ہے۔ کوئی دن ایسا نہ ہو جب پٹرولنگ نہ کی جائے۔ تم نے کسی ایک دن باغیوں کے ساتھ مقابلے میں تھوڑی سی بھی کمزوری یا رویے میں لچک دکھائی تو پلاٹون کا یہاں رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہندوستان میں ایک تربیتی کیمپ ہے جہاں سے زیرِ تربیت فسادیوں کے ذریعے کمپنی کے علاقے میں سبوتاژ کی مختلف کارروائیاں کروائی جاتی ہیں۔''

چائے آگئی۔ میجر بلال کی باتیں سنتے ہوئے افضل کو اپنی اہلیت پر شک ہونے لگا۔ کیا وہ اس طرح پٹرولنگ کر سکے گا کہ باغیوں پر ہر وقت حاوی رہے! اُس کے پاس صرف پچیس آدمی تھے جن میں لانگری اور ایک آدھ انتظامی امور کا ذمے دار عہدے دار ہوگا۔ سکول کی چار دیواری کے اندر پلاٹون کی نفری، اسلحہ، گولہ بارود اور راشن وغیرہ تھے اور اس عمارت کی چوبیس گھنٹے حفاظت کرنا تھی۔ اس کے علاوہ ہر آدمی کو کم از کم آٹھ گھنٹے آرام کی بھی ضرورت تھی۔ میجر بلال کی ہدایت کے مطابق پلاٹون کو کسی بھی وقت دفاعی رویہ نہیں اپنانا تھا۔ اس تھوڑی سی نفری کے ساتھ یہ ممکن نہیں تھا۔ افضل نے پہلی ملاقات میں یہ موضوع اُٹھانا مناسب نہ سمجھا کہ میجر بلال کہیں کوئی غلط تاثر نہ لے لیں۔

''صاحب!'' میجر بلال نے پلاٹون جے سی او کو متوجہ کیا:

''میر سدا اور عاشق کو بلائیں۔''

تھوڑی دیر کے بعد افضل کی عمر کے دو سپاہیوں نے میجر بلال کو سیلوٹ کیا۔

''سامنے آؤ۔''

وہ دونوں سامنے آ گئے۔ افضل نے دونوں کو پھر غور سے دیکھا۔ میر سدا کا قد درمیانہ اور بدن چھریرا تھا اور عاشق مضبوط جسم اور لانبے قد کا نوجوان تھا۔ میجر بلال، افضل سے مخاطب ہوئے:

''میر سدا چارسدہ کا یوسف زئی اور عاشق چکوال کا اعوان ہے۔ یہ دونوں تمہارے ذاتی محافظ ہیں۔ اور سنو!'' وہ اُن دونوں کی طرف مُڑے:

''لفٹین صاحب پلاٹون کی سیکوریٹی، بھلائی اور اس علاقے میں امن و امان کے ذمے دار ہیں۔ تم دونوں ان کے ذاتی محافظ ہو۔ ہر وقت ان کے ساتھ رہنا ہے۔ اگر یہ غسل خانے میں ہیں تو تم میں سے ایک پچھلی دیوار کے ساتھ ہوگا۔ کوئی شک؟''

وہ دونوں خاموش رہے۔

''لفٹین صاحب ہمارے مہمان ہیں۔ ان کو ہم نے اپنی حفاظت میں رکھنا ہے۔''

دونوں نے افضل کو ایک نظر دیکھا۔

''چلو! اپنے ہتھیار لے کے آؤ۔''

''یہاں ٹیلی فون کا نظام غیر تسلی بخش ہے۔ ہم سول کی لائینز استعمال کر رہے ہیں اور تمام گفتگو سنی جاتی ہے۔ اہم باتیں پنجابی میں کی جائیں گی..... ٹھیٹ قسم کی زبان میں۔ بول سکو گے؟''

''میں سر، دیہات کا رہنے والا ہوں۔''

''واقعی؟ میں تو تمھیں شہر کے کسی پوش علاقے کا رہنے والا سمجھا تھا۔ میں اب چلتا ہوں۔ ہر صبح سات بجے مجھے 'سب ٹھیک ہے' کی رپورٹ ملنی چاہیے اور ڈسپلن پر کوئی سمجھوتا نہیں۔ خلاف ورزی کرنے والے کو کبھی بچانے کی کوشش نہیں ہونی چاہیے۔''

افضل جب میجر بلال کو گاڑی تک چھوڑنے گیا تو اُنھوں نے رازداری سے کہا:

''تم سے پہلے یہاں مراد تھا۔ وہ بری طرح ناکام ہوا اور میں نے اُسے یہاں سے ہٹا کر نیک مرد بھیج دیا ہے۔ میں ڈسپلن کے ساتھ ساتھ بری کارکردگی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔''

وہ افضل کے جواب کا انتظار کیے بغیر چلے گئے۔

دوسرا حصہ

افضل کمرے میں گیا تو مش

اکیلے محسوس کیا۔ اُسے ایک اہم ذمے

سے دور، پلاٹون کے لوگوں کی زندگ

رکھنا تھا۔ اگرچہ اُس کے دائرہ عمل

ایسا فرض نبھا رہے ہوں گے، ا

شب و روز یاد آ گئے جسے یونٹ

تک ہر کام ایسے کرتا جیسے اُس

بھی تھا۔ ہر شہری اپنے آ

سوچ کے دائرے کے ا

جایا کرے۔

افضل نے عہدے داروں کو ایک

سیولین جیپ ہے جو ڈھاکہ سے آتے ہوئے کہیں کھڑی تھی اور اُسے

پٹرولنگ اسی جیپ میں کرتا تھا۔ افضل نے فیصلہ دیا کہ اب جیپ پٹرولنگ

اسے صرف ایمرجنسی میں یا جب اُسے کبھی میجر بلال سے ملنے جانا ہوگا،

صرف راشن لانے اور کمپنی ہیڈ کوارٹر سے سونپے گئے کسی مخصوص کام کے

ذمے داری بٹالین ہیڈ کوارٹر کی تھی اور روزانہ صبح سات اور آٹھ کے درم

راشن سکیل کے مطابق سٹور میں موجود تھا اور ہفتے میں استعمال ہوئی چیز

تھا۔ ہتھیار اور گولا بارود پلاٹون کے اختیار نامے کے مطابق پورا تھا۔

ا
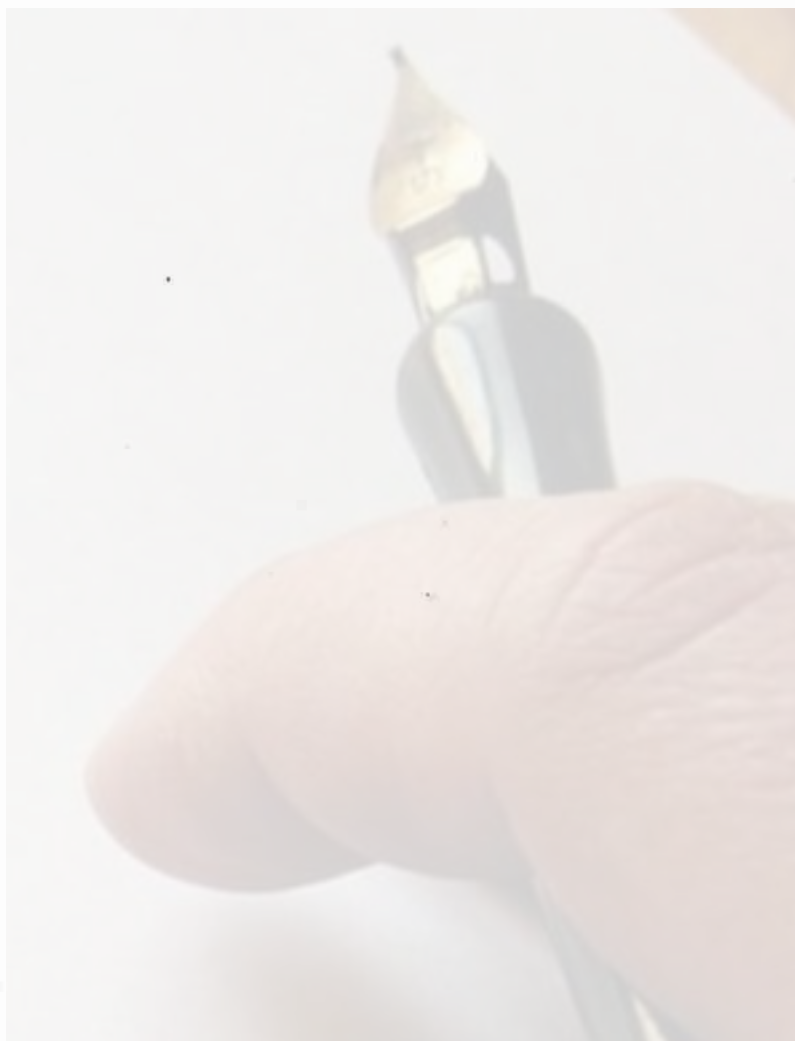
افضل کمرے میں گیا تو مشرقی پاکستان آنے کے بعد اُس نے اپنے آپ کو پہلی مرتبہ بالکل اکیلے محسوس کیا۔ اُسے ایک اہم ذمے داری سونپی گئی تھی۔ وہ یہاں اپنے گھر، خاندان اور عزیز و اقارب سے دور، پلاٹون کے لوگوں کی زندگیوں کا ذمے دار تھا اور اس کے ساتھ اُسے ملک کی سالمیت کا بھی خیال رکھنا تھا۔ اگرچہ اُس کے دائرہ عمل کا علاقہ محدود تھا لیکن اُس جیسے کئی اور افسر بھی تو اپنے اپنے علاقوں میں ایسا فرض نبھا رہے ہوں گے، اسی سوچ میں اُسے بلوچستان میں دور دراز کی پوسٹ پر ایک انگریز افسر کے شب و روز یاد آ گئے جسے یونٹ میں مثال سمجھا جاتا تھا۔ وہ سورج کے طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک ہر کام ایسے کرتا جیسے اُس کو اپنے بالا افسروں کی موجودگی میں کرنا ہوتا تھے اور یہی اُس کی کامیابی کا راز بھی تھا۔ ہر شہری اپنے آپ کو تاجِ برطانیہ کے سامنے جواب دہ سمجھتا تھا۔ افضل نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی اپنی سوچ کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے اپنے فرائض اس طرح انجام دے گا کہ اُس کی بھی مثال دی جایا کرے۔

افضل نے عہدے داروں کو ایک میٹنگ میں بلایا۔ اُسے بتایا گیا کہ اُن کے پاس ایک سویلین جیپ ہے جو ڈھاکہ سے آتے ہوئے کہیں کھڑی تھی اور اُسے قبضے میں لے گیا تھا۔ کیپٹن مراد پٹرولنگ اسی جیپ میں کرتا تھا۔ افضل نے فیصلہ دیا کہ اب جیپ پٹرولنگ کے لیے استعمال نہیں ہوگی اور اسے صرف ایمرجینسی میں یا جب اُسے کبھی میجر بلال سے ملنے جانا ہوگا، استعمال کیا جائے گا۔ فوجی ٹرک صرف راشن لانے اور کمپنی ہیڈ کوارٹر سے سونپے گئے کسی مخصوص کام کے لیے استعمال ہوگا۔ تازہ راشن کی ذمے داری بٹالین ہیڈ کوارٹر کی تھی اور روزانہ صبح سات اور آٹھ کے درمیان تازہ سبزی پہنچ جاتی۔ خشک راشن تکمیل کے مطابق سٹور میں موجود تھا اور ہفتے میں استعمال ہوئی چیزوں کو ہر سوموار کو پورا کر دیا جاتا تھا۔ ہتھیار اور گولا بارود پلاٹون کے اختیار نامے کے مطابق پورا تھا۔

شام کو اُس نے تمام نفری کو اکٹھا کر کے خطاب کیا مگر اُس نے اپنی تقریر کو مختصر اور خطیبانہ رنگ سے پاک رکھنے کی کوشش کی۔ اُس نے ڈسپلن اور احساسِ ذمے داری پر زور دیا اور کہا کہ کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ وہ خود بھی ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا اور اُسے اُن سے بھی ایسی ہی توقع تھی۔ رات کا کھانا اُس نے پلاٹون کے ساتھ برآمدے میں چٹائی پر بیٹھ کے کھایا۔

افضل نے رات کو پلاٹون کے مقامی دفاع کا معائنہ کیا۔ دفاعی مورچے اس طرح بنائے گئے تھے کہ ان میں سے کسی بھی طرف سے آنے والے بداندیش پر فائر کیا جا سکتا تھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ رات کو مقامی دفاع کے لیے پندرہ کی نفری کو لگانا کسی حد تک ناموافق تھا۔ اُسے صبح پٹرولنگ کے لیے تازہ دم آدمیوں کی ضرورت تھی۔ رات کی ڈیوٹی والے لوگوں میں سے چند ایک کو اگلے دن دس سے پندرہ میل کے پٹرول پر بھیجنا مناسب نہیں تھا۔ اُس نے سوچا کہ مقامی دفاع کے لیے لگائے گئے آدمیوں کی تعداد آدھی کر دی جائے اور باقی لوگ وردی میں سوئیں اور جب بھی ضرورت ہو وہ زیادہ سے زیادہ دو منٹ کے اندر اپنی پوزیشن سنبھال لیا کریں۔ اگر پلاٹون کی پوزیشن پر کبھی حملہ ہو تو مقامی دفاع کے لیے مورچوں میں سے حملہ آور پر فائر کرنے کے علاوہ ایک متحرک دستے کی بھی ضرورت تھی جو حملہ آور پر دھاوا بول سکے۔ پلاٹون جے سی او نے متحرک دستے کی مخالفت کی۔ اُس کا کہنا تھا کہ پلاٹون کا دفاع اتنا مکمل ہے کہ حملہ آور اس دفاع کو کبھی توڑ نہیں سکے گا۔ افضل نے اُس کی اس فرسودہ سی بات کو اہمیت نہ دینے کا فیصلہ کیا اور اُسے کہا کہ اُسے وہی کرنا ہوگا جو اُسے کہا جائے گا۔

اُس رات افضل دیر تک جاگتا رہا۔ سکول میں بجلی نہیں تھی اور پلاٹون جے سی او نے اُسے باہر نہ سونے کا مشورہ دیا کیوں کہ کبھی کبھار مکتی باہنی رات کو سکول میں مارٹر کے گولے گرانا شروع کر دیتے تھے۔ مچھر لگاتار تنگ کرتے رہے۔ وہ اس حالت سے خاصا پریشان بھی تھا۔ کروٹیں بدلتے ہوئے اُسے اپنے گھر کی یاد آنے لگی اور ساتھ ہی یونٹ کے ساتھی بھی ایک ایک کر کے یاد آئے۔ یادوں کی ان پھُلجھڑیوں میں اُسے کسی اندھیرے موڑ پر فاخرہ بھی کھڑی نظر آئی۔ اُسے توقع نہیں تھی کہ وہ اُسے اس طرح ملے گی۔ اُس کی سرگوشی، دبے اور گھٹے ہوئے قہقہے ذہن میں گھوم گئے۔ اُسے اُس کے ہونٹوں کا وہ ہلکا سا لمس یاد آ گیا۔ وہ مچھروں کے حملوں سے بے نیاز فاخرہ کے ہونٹوں کے لمس کے ہلکوروں میں سو گیا۔

۲

وہ ایک نہ ختم ہونے والی روٹین میں جُت گیا۔

دوسری رات آٹھ بجے پلاٹون پر اچانک تین انچ مارٹر کے گولے گرنے لگے۔ پہلا گولا گرا تو اُس نے فوراً وردی پہنی۔ میر سدا اور عاشق نے تیاری میں مدد کی اور وہ دو منٹ کے اندر اندر اپنے دفتر میں پہنچ گیا۔ اُس نے سب سے پہلے تمام لالٹینیں گل کروائیں اور حکم دیا کہ کسی قسم کی آواز یا حرکت نظر نہ آئے! پہلے گولے کے دس منٹ بعد دوسرا گولا گرا۔ وہ سمجھ گیا کہ مارٹر والے رینج کا تعین کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے ردِعمل کا بھی اندازہ کر رہے ہیں۔ وہ پرکھنا چاہتے تھے کہ پلاٹون کسی ردِعمل کا اظہار کرتی ہے یا صرف دفاعی حکمتِ عملی اپناتی ہے۔ افضل نے متحرک دستے کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ پلاٹون جے سی او نے اُسے اس کارروائی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ افضل اُس کے نقطہءِنظر کو سمجھ گیا۔ وہ صرف سکول کے اندر حفاظت سے رہنا چاہتا تھا جب کہ افضل کو مکتی باہنی کا سامنے کرنے میں اپنی حفاظت نظر آئی۔ ابھی اُس کے دماغ میں یہ بحث چل رہی تھی کہ گولوں کی ایک بوچھار آئی۔ افضل اُس وقت تک تمام لوگوں کو مورچوں میں بھیج چکا تھا۔ مارٹر دو سمت سے فائر ہو رہے تھے اور دونوں بارڈر سے آنے والے راستے کی طرف تھے۔ افضل نے نقشہ منگوا کر اُن کے مقام کا ایک عمومی سا اندازہ لگایا اور دستے کے کمانڈر کو بلا کر نزدیک والی مارٹر کی طرف جانے کو کہا۔ اُسے یہ خصوصی ہدایت دی کہ اُن پر دور سے گولیوں کی بوچھار کر دے۔ مقصد مکتی باہنی کے مقامی کمانڈر کو پیغام دینا تھا کہ یہاں دن اور رات ایک سے ہیں۔ متحرک دستے کا کمانڈر ذرا ہچکچایا تو افضل نے اُسے اُس کا فرض یاد دلایا۔ دستہ، جو سات لوگوں پر مشتمل تھا، قطار میں سکول سے نکل گیا۔

مارٹر کے گولے اب سکول کے باہر گرنا شروع ہو گئے تھے۔ مارٹر کا عملہ یا تو صحیح فاصلے اور سمت کا تعین نہیں کر سکا تھا اور یا اُن کا مقصد صرف ہراس پھیلانا تھا۔ افضل کے خیال میں یہ پہلا واقعہ

تھا کہ رات کے وقت ایسی حالت میں پلاٹون نے کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کی ہو اور جوان ،شاید،رات کے اندھیرے سے قدرے خائف بھی تھے۔شاید کیپٹن مراد نے اُنھیں راتوں میں سکول کی چار دیواری کے اندر رکھنا بہتر سمجھا اور اب یہ اندھیرے سے بدکتے تھے۔افضل جانتا تھا کہ فوجی جیسی اور مخلوق نہیں جو بدلتے ہوئے حالات کا رخ موڑ سکے۔یہ لوگ ڈھاکہ سے چل کر دن رات لڑتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے اور اُس نے محسوس کیا کہ اب وہ اندھیرے میں جانے سے ہچکچا رہے تھے۔اُس نے فیصلہ کیا کہ پٹرولنگ دن کے علاوہ رات کو بھی کی جائے تا کہ مکتی باہنی بھی محتاط ہو جائے اور آج کی طرح دوبارہ پریشانی نہ اُٹھانا پڑے۔

گولے وقفے وقفے سے گرتے رہے۔اب افضل متحرک دستے کے متعلق پریشان ہونا شروع ہو گیا تھا۔اُسے پتا چلا کہ دستے کا کمانڈر گھبراہٹ یا جلدی میں وائرلیس سیٹ لے کر نہیں گیا۔دستے کا پلاٹون ہیڈ کوارٹر کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں تھا۔وہ اس کوتاہی کے نقصانات سے بخوبی واقف تھا۔اُس نے کچھ دیر انتظار کرنے کا فیصلہ کیا کہ دستے کے ہتھیاروں کے فائر کی آواز نہ آئی تو وہ چار آدمیوں کے ساتھ خود کمک کے طور پر جائے گا مگر یہ انتظار بہت تکلیف دہ تھا!

تقریباً بیس منٹ کے بعد چھوٹے ہتھیاروں کے برسٹ سنائی دیے۔دفتر کا ماحول ایک دم ہلکا ہو گیا۔دستے نے مارٹر کے گولے فائر کرنے والوں کو اپنے ساتھ اُلجھانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔چھوٹے چھوٹے برسٹ سُنائی دیے اور اُس کے بعد خاموشی چھا گئی جو افضل کے اعصاب پر پھر سوار ہونا شروع ہو گئی۔اُس نے اب دستے کے پیچھے خود جانے کا فیصلہ کیا۔اُس کے ساتھ جانے والے آدمی اپنے ہتھیاروں کو آخری بار چیک کر رہے تھے کہ مین گیٹ کھلا اور بند ہوا۔افضل متاثر ہوا کہ کسی کے بولنے یا قدموں کی آہٹ سنائی نہیں دی تھی کیوں کہ رات کو پلاٹون کے لوکیشن پر کسی قسم کی آواز پیدا کرنے کی ممانعت تھی۔اُس نے پلاٹون جے سی او کو گیٹ کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز کو ختم کرنے کا حکم دیا۔

دستہ بحفاظت واپس آ گیا تھا۔افضل نے کمانڈر سے کارروائی کی تفصیل طلب کی۔اُس نے بتایا کہ ہم مارٹر کے گولے چلنے کی آواز کی سمت چل پڑے تھے۔پیرگنج سے رانی سنکیال کے راستے پر تقریباً پانچ سو گز تک گئے ہوں گے کہ جنوب کی طرف سے کھیتوں میں سے مارٹر فائر ہوا۔ہمارا دستہ وہیں رک گیا۔ہم نے واپسی کے راستے کا تعین کیا اور اکیلے اکیلے بھاگنے کی صورت میں کسی ایک مقام پر اکٹھے ہونے کا فیصلہ بھی کر لیا۔ہم مارٹر کے عملے کو دیکھ سکتے تھے جو ایک چوڑے بنے پر مارٹر لگائے ہوئے تھا۔وہ لوگ خاصے لاپرواتھے یا اُنھیں کسی جوابی کارروائی کی توقع نہیں تھی۔وہ سگریٹ پیتے ہوئے اونچی آواز میں

باتیں کرر ہے تھے۔دستے کے کمانڈر نے اپنی پوزیشن سے مارٹر کے فاصلے کا تعین کیا اور ہلکی مشین گن سے اُن پر چھوٹے چھوٹے برسٹ چلوائے۔یہ اُن کے لیے ایک غیر متوقع صورتِ حال تھی۔وہ اتنا گھبرائے کہ مارٹر اور تین گولے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

افضل نے پلاٹون اور متحرک دستے کی تعریف کی اور پلاٹون جے سی او سے کہا کہ اگلے دن پلاٹون کے لیے بڑے کھانے کا بندوبست کیا جائے!

صبح افضل نے میجر بلال کو رات کے واقعے کی تفصیل بتائی۔آدھے گھنٹے کے بعد وہ خود بھی آگئے۔افضل کو اُن کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نظر نہ آئے،سوائے اس کے کہ اُسے اُن کے ہاتھ ملانے میں گرم جوشی کا احساس ہوا۔وہ پلاٹون جے سی او سے مخاطب ہوئے:

''صاحب! آپ کو فرق محسوس ہوا؟''

جے سی او سنجیدگی سے کھڑا رہا۔میر سدا کو افضل نے پہلی مرتبہ بولتے سنا:

''سر ،جب پٹرول کی طرف سے خاموشی ہوگئی تو لفٹین صاحب نے خود جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔''

''یہ بہت اچھی بات ہے۔تم لوگوں نے تو چار دیواری کے اندر ہی رہنا تھا۔'' پھر وہ افضل سے مخاطب ہوئے:

''اب بہت محتاط رہنا ہوگا۔وہ لوگ بدلہ لیں گے۔رات انھیں شکست ہوئی ہے اور یہ پچھلے کئی مہینوں میں ہماری پہلی کامیابی ہے۔''

میجر بلال جیپ کی طرف چل پڑے۔افضل دستور کے مطابق الوداع کرنے گیا:

''میں سی او سے ملنے جا رہا ہوں۔یہ ہماری فوجی اور سیاسی کامیابی ہے۔مارٹر جیپ میں رکھوا دو۔یہ بریگیڈ ہیڈکوارٹر جائے گی۔''

افضل نے سوچا:اگر مارٹر رنگ پور تک جائے گی تو کیپٹن غفار کو بھی پتا چلے گا اور وہ یقیناً قہقہہ لگاتے ہوئے اپنی شادی کے بارے میں سوچے گا۔وہ اس خیال سے خوش ہوا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جسے میجر بلال نے بھی دیکھا۔

۳

مکتی باہنی نے حساب چکانے کی کوشش کرنے میں زیادہ دیر نہیں کی۔

یہ اتفاق تھا یا اُنہوں نے پلاٹون سے نکلنے والے پٹرولوں کے پیٹرن کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اُس دن افضل خود پٹرول کے ساتھ تھا۔ گو پٹرول کمانڈر ایک نائک تھا لیکن حقیقت میں کمان افضل ہی کے پاس تھی۔ افضل ایسے ہی کیا کرتا تھا۔ بعض اوقات وہ عاشق، میر سدا اور ایک آدھ آدمی کو ساتھ لے کر کسی اور طرف چلا جاتا اور پھر وائرلیس سے پٹرول کی جگہ معلوم کر کے اُن کے ساتھ مل جاتا۔ پٹرول، پٹرولنگ کے اصولوں کے مطابق جا رہا تھا۔ دو سکاؤٹ آگے تھے۔ وہ دشمن کے لیے کنڈی میں لگے کیڑے کا کام دینے کے علاوہ پیشگی اطلاع کے لیے بھی تھے۔ اُن سے تھوڑے فاصلے پر پٹرول کی مین باڈی تھی جس میں ایک مشین گن، ایک ہلکی مشین گن، ایک دو انچ کی مارٹر، رائفلیں اور ایس ایم جی تھیں۔ افضل، سکاؤٹوں اور مین باڈی کے درمیان میں چل رہا تھا۔ میر سدا اور عاشق اُس کی ڈھال بن کر چل رہے تھے پٹرول کمانڈر نے اُسے آخر میں چلنے کو کہا تھا لیکن اُس نے ایک افسر ہوتے ہوئے خود کو اتنا پیچھے رکھنا مناسب نہ سمجھا۔

وہ بارڈر کی طرف جا رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی بستی کے پاس راستے کے دونوں طرف تالاب بنے ہوئے تھے۔ ان تالابوں سے مچھلیاں پکڑی جاتیں اور پانی گھروں کے استعمال میں بھی آتا۔ مویشیوں کو بھی یہیں سے پانی پلایا جاتا تھا۔ ایسے تالاب ہر بستی کے آس پاس تھے اور اِن کے بند زمین کی سطح سے تھوڑی بلندی پر بنائے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ پانی ذخیرہ کیا جا سکے۔ یہ برسات میں بھر جاتے، ان کا پانی سارا سال استعمال میں آتا۔ بندوں پر درخت ضرور لگائے جاتے۔ گرمیوں میں وہاں جھاڑیاں اُگ آتیں جو سردیوں میں خشک ہو جاتیں۔ اُن دنوں وہ تالاب جھاڑیوں سے بھرا ہونے کی وجہ سے گھات کے لیے بہت موزوں تھے۔ افضل وہاں سے گزرتے ہوئے ہمیشہ محتاط رہتا اور اُس نے پلاٹون کو بھی یہی ہدایات دی ہوئی تھیں۔ اُس دن وہ ابھی تالابوں سے تھوڑا

فاصلے پر تھے کہ پٹرول کمانڈر نے سیٹی بجائی جو محتاط ہونے کا اشارہ تھا۔ سکاؤٹ اور پورا پٹرول زمین پر لیٹ گیا اور کمانڈر نے چار آدمیوں کو، جن میں ہلکی مشین گن بھی شامل تھی، اشارہ کیا کہ وہ تالابوں کے مغرب کی سمت سے ہو کر واپس راستے پر آ ئیں۔ اِس حرکت نے اُنھیں تالابوں کے پیچھے لے جانا تھا اور پھر مین باڈی کو راستے پر سیدھے چلتے ہوئے اُن کے ساتھ مل جانا تھا اور چار میں سے دو آدمیوں کو سکاؤٹ بن کر پیش قدمی شروع کرنا تھی۔

اچانک دائیں ہاتھ والے بند سے مشین گن اور دسرے ہتھیاروں سے گولیوں کی بوچھار آئی۔ جو لوگ اُٹھنے کی تیاری میں تھے، وہ واپس لیٹ گئے۔ اب صرف افضل کھڑا تھا۔ اُسے لگا کہ ساری گولیاں اُس پر چلائی جا رہی ہیں۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ وہ زندگی کے جھروکے سے موت کے غار میں جھانک رہا تھا۔ اُس کے اردگرد سے گولیاں موت کی سیٹیاں بجاتے ہوئے کسی اور سمت میں اُڑے جا رہی تھیں اور اُس کی زندگی صرف ایک گولی کی محتاج تھی۔ اُس نے خود کو وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن اُس کا وجود اتنا بھاری ہو گیا تھا کہ وہ اُسے ہلا نہ سکا۔ اُس کے دماغ میں بند سے ہتھیاروں کے چلنے اور اپنے پاس سے ہوا کو چیرتی ہوئی گولیوں کی آواز تھی۔ وہ گم صم کھڑا تھا۔ سکتے کی یہ کیفیت آہستہ آہستہ زائل ہونا شروع ہوئی تو اُسے اپنی موجودہ حالت کا احساس ہوا۔ اُس نے اپنے اردگرد دیکھا تو سب لوگ گولیوں سے بچنے کے لیے زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ اُس نے دوربین لگائی اور بند کی طرف دیکھا۔ وہ صرف جھاڑیوں کو ہلتے دیکھ سکتا تھا۔ اُسے کوئی انسانی حرکت نظر نہ آئی۔

''سر! لیٹ جائیں۔ کیوں سب کا کورٹ مارشل کروانا چاہتے ہیں۔'' اُسے پٹرول کمانڈر کی آواز سنائی دی۔

اب تمام حالات افضل کی گرفت میں آ گئے۔ اُس نے لیٹے بغیر دشمن کو برتری نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے اپنی ایس ایم جی کے میگزین کو چیک کیا اور دشمن کی عمومی سمت میں ایک فائر کیا۔ میر سدا اُس کے قدموں میں لیٹا ہوا تھا۔ اُس نے سر اُٹھا کر فائر ہونے والی جگہ کی طرف دیکھا تو اُسے وہاں افضل کھڑا نظر آیا۔ وہ اُسے دیکھ کر جھینپا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کھڑا ہوا تو عاشق نے بھی فوراً اُس کی تقلید کی اور پھر تینوں نے فائر کرنا شروع کر دیا۔ اُن کے دیکھا دیکھی مشین گن نے ایک لمبا برسٹ لگایا۔ مشین گن سے حوصلہ پا کر چاروں نامزد آدمی بند کو مغرب سے کاٹنے کے لیے چل پڑے۔ افضل، عاشق اور میر سدا کے ساتھ اُن کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور پٹرول کی مین باڈی نے بند پر شدت سے فائر کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں بند سے آنے والے فائر میں کمی آ گئی، شاید اب اُن کی توجہ دو اطراف میں بٹ گئی تھی۔ سامنے

سے فائر میں تیزی آ گئی تھی اور اُن کے دائیں بازو کی طرف ایک اور دستہ پیش قدمی کر رہا تھا۔افضل کو اچانک کیپٹن غفار یاد آ گیا اور وہ سمجھ گیا کہ اُس کے مقابل مکتی باہنی ہے۔ اُس نے اپنے آگے چلنے والے سپاہیوں کو روکا اور بند کی طرف رخ کر کے دھاوا بولنے والا نعرہ لگا کر حملے کا دکھاوا کرنے کو کہا۔اُس کا یہ حربہ کارگر ثابت ہوا۔ جوں ہی یہ نعرہ لگا، بند سے فائر رک گیا۔اب دشمن بھی دھوکا دے سکتا تھا۔اُس نے ان چاروں کو روک کر بند پر فائر گرانے اور مین باڈی کو دھاوا بولنے کا حکم دیا۔دو منٹ کے بعد اُس طرف سے نعرے کی آواز آئی اور وہ لوگ بند پر چڑھ دوڑے۔دشمن، وہاں سے بھاگتے ہوئے، گولیوں کے کھوکھے بھی ساتھ لے گیا تھا۔

افضل نے آدمیوں اور ہتھیاروں کی گنتی کی۔ ہر چیز مکمل اور پوری تھی۔وہ دوبارہ اُسی فارمیشن میں بارڈر کی طرف چل پڑے۔

افضل کی زندگی میں یہ ایک نیا تجربہ تھا۔وہ مشرقی پاکستان میں آنے کے بعد ایک نظری دور سے گزر رہا تھا۔وہ لوگوں سے باتیں سن رہا تھا، اُن کے نظریوں کو اپنی سوچ کے پلڑے پر رکھ کر تولتا آیا تھا لیکن آج وہ اِس کے عملی تصادم میں سے گزرا تھا۔اُسے اپنے ابتدائی ردِعمل پر مایوسی سی ہوئی لیکن وہ مطمئن بھی تھا، ایک وقت آیا کہ اُس نے اپنے حواس پر قابو پا لیا۔آج کی جھڑپ نے اُس کی ذہنی جھجک کو ختم کر دیا تھا۔وہ زندگی اور موت کے درمیان میں نظر نہ آنے والی لکیر کو دیکھ چکا تھا اور جان گیا تھا کہ آدمی سوچ اور فرض کے بیچ کس طرح تقسیم ہو جاتا ہے۔ایک آزاد ملک کے لیے جدوجہد میں مصروف مکتی باہنی اور اُس کے وجود کی نفی میں سرگرم اپنی فوج کو اُس نے برسرِ پیکار دیکھا۔مکتی باہنی اس معرکے میں پسپائی اختیار کر گئی تھی لیکن وہ اس پسپائی کو اپنی کامیابی نہیں سمجھنا چاہتا تھا۔وہ جانتا تھا کہ ساتھ کی بستی کے لوگوں نے بند پر مورچے کھودے تھے اور وہ خوف کے مارے، ہمارے لیے بھی یہ کام کر دیں گے لیکن مورچے کھودنے کے بعد وہ مکتی باہنی کو ان مورچوں کی تفصیل بھی پہنچا دیں گے۔بستی کے لوگ اگر چاہتے تو وہ نہتے ہوتے ہوئے بھی اُس کے چھوٹے سے پٹرول پر حملہ کر کے سب کو ختم کر سکتے تھے۔

شام کو اُس نے میجر بلال کو صبح کے واقعے کی اطلاع دی۔

''کوئی آدمی زخمی تو نہیں ہوا؟'' اُن کا پہلا سوال تھا۔

''نہیں سر۔''

''ہتھیار پورے ہیں؟''

''سر۔''

''کوئی قیدی بنایا؟''

''نہیں سر۔''

''کسی ہتھیار کو قبضے میں لیا؟''

''نہیں سر۔''

''خون لگا کوئی کپڑا ہاتھ لگا؟''

''نہیں سر۔''

''کھوکھے ملے؟''

''نہیں سر۔''

''اپنی کتنی گولیاں فائر کیں؟''

''چار سو ستر۔''

''یہ گولیاں فائر ہوئیں یا ضائع؟ یاد رکھو! جب بھی گولی چلے، اُس کا نتیجہ بھی ہونا چاہیے۔ میں خالی باتیں پسند نہیں کرتا۔''

میجر بلال نے رابطہ منقطع کر دیا!
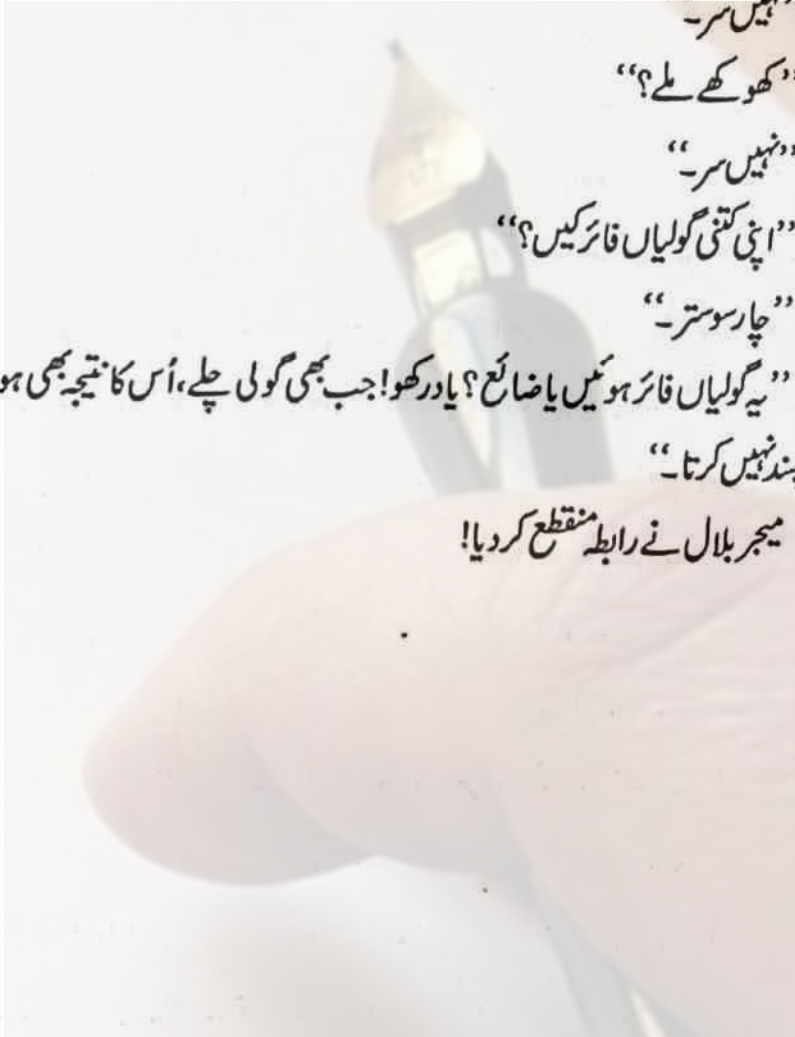
۴

افضل نے سوچا، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کئی حصوں میں بٹ ہو گیا ہے.....وہ مشرقی پاکستان کے لوگوں سے ہمدردی رکھتا ہے، وہ اُن کی محرومی کے احساس کو کسی حد تک سمجھتا ہے اور اُن کے ساتھ چلنے کو تیار ہے! وہ اپنی ملازمت سے وابستہ فکری پابندیوں کے باوجود اُنہیں گلے لگانے کو تیار تھا۔ پچھلے چند مہینوں سے صوبے کو جس طرح جبر کی چکی میں پیسا جا رہا تھا، وہ اِس تکلیف کو سمجھ سکتا ہے۔ یہاں کرنل بشیر اور شہباز کی طرح کئی چھوٹے بڑے افسر معاملات کو نمٹا رہے ہیں جب کہ یہ ایک بہت ہی نازک کام ہے اور اِسے وہی انجام دے سکتا ہے جو اِس کی سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک سیاست دان کو ایک دستے کی کمان سونپ دی جائے جو اپنی تمام تر اہلیت کے باوجود کئی ناروا رویوں، فیصلوں اور نااہلیوں کا مرتکب ہو سکتا ہے اور شاید یہی کچھ یہ لوگ مشرقی پاکستان کے ساتھ کر رہے تھے۔ کیا یہ سب کچھ ملک کو اکٹھا رکھنے کے لیے تھا یا اسے علیحدہ کرنے کو؟ دوسری طرف وہ اُن کے خلاف نبرد آزما ہے۔ وہ اپنے عہد کو نبھانے کے لیے نہ تو جان دینے سے خائف ہے اور نہ کسی کی جان لینے سے۔ وہ اُنہیں مارنے یا شکست دینے کے منصوبوں پر ہر وقت غور کرتا رہتا ہے اور ساتھ ساتھ کوشش میں بھی ہوتا ہے کہ اُس کے ماتحت محفوظ رہیں۔ وہ اُنہیں حفاظت میں رکھنے کے لیے یا کسی کوتاہی یا نا قابلِ اعتبار رویے کی وجہ سے، اگر ضرورت پیش آئے تو، سزا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اگر کسی پوزیشن پر دھاوا بولنا ہو تو اُس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ خود پیش پیش ہو۔ وہ مشرقی پاکستان میں ہوتے ہوئے کیا مغربی پاکستان کی سوچ کا پابند تھا یا اُس کا ہر قدم پاکستان کو ایک جگہ رکھنے کے لیے تھا؟ انھیں سوچوں میں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ ایک بہت بڑی مشین میں ایک فالتو سا پرزہ ہے۔ یہ سب کیا تھا؟ وہ زندگی میں ایک ایسے چوراہے پر کھڑا تھا جہاں راستے اندھیروں کی طرف جاتے ہیں۔ اُس نے اپنے گھر میں ہمیشہ روشنی دیکھی تھی۔ یہ نہیں کہ وہاں ہر وقت قمقمے روشن تھے۔ اُس کے گاؤں میں بجلی آئے ہوئے صرف دو برس ہوئے تھے۔ اس سے

پہلے تو اُس کے گھر میں لالٹین جلا کرتی تھی۔اُسی لالٹین کی روشنی میں وہ اور اُس کے ہم عمر چچا اور تایا زاد پڑھے تھے۔جب لالٹین جلتی تھی تو بھی گھر اُسی طرح روشن تھا جس طرح قمقموں کی روشنی میں۔اُس کے گھر اور خاندان میں ہر طرف اُجالے ہی اُجالے تھے۔ان ہی اُجالوں کے ساتھ وہ زندگی میں داخل ہوا تھا۔لیکن آج وہ اُس چوراہے پر کھڑا تھا جہاں سے اندھیروں کو راستے جاتے ہیں۔وہ پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے تو وہاں بھی اُسے سایے ہی نظر آتے۔وہ پریشان تھا کہ روشنیاں کہاں چلی گئیں؟

افضل رات کو پٹرول پر جانے سے بہت گھبراتا تھا۔گھبراہٹ کسی خوف کی وجہ سے نہیں تھی۔پٹرول کو رات کا فاصلہ دن کی طرح طے نہیں کرنا ہوتا تھا اور یہ سُنڈی کی چال کے مشابہ تھا۔سکاؤٹوں کی تعداد بڑھا دی جاتی اور وہ تھوڑا چلنے کے بعد رُک جاتے اور کچھ عرصہ زمین پر لیٹے رہتے۔جب اُنہیں یقین ہو جاتا کہ اُن کے سامنے دشمن نہیں تو وہ پہلے سے طے شدہ اشارہ کرتے جس میں رائفل کے بٹ پر ہلکی سی تھپکی دینا یا سیٹی بجانا یا کسی جانور کی آواز نکالنا شامل ہوتا۔انتظار کے اس وقفے میں مچھر ایک دم حملہ کر دیتے۔یہ مچھر مغربی پاکستان کے مچھروں سے بڑے تھے اور ان کی کاٹ بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔مین باڈی اُس اشارے پر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آگے بڑھتی اور جیسے ہی یہ سکاؤٹس سے رابطہ کرتی وہ آگے کو چل پڑتے:اس طرح پٹرول" بہت ہی احتیاط سے چلتے ہوئے اپنی منزل کی طرف پیش قدمی جاری رکھتا۔

رات کے پٹرول کے ذمے کئی کام لگا دیے جاتے۔مکتی باہنی کبھی کبھار کسی بستی میں آ کر فوج سے ہمدردی رکھنے والوں یا غیر جانب دار سرکردہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتار جاتے۔اُن کی یہ کارروائیاں مقامی لوگوں کو خائف کرنے اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لیے ہوتیں۔فوج مقامی آبادی کو یقین دلاتی کہ صوبے میں طاقت صرف اُس کے پاس ہے اور مکتی باہنی فقط وار کر کے بھاگ جانے میں عافیت سمجھتی ہے۔وہ سکول پر مارٹر یا نزدیک آ کر مشین گن سے حملہ کر کے پلاٹون کے جوابی ردِعمل سے پہلے ہی اندھیرے میں کہیں گم ہو جاتے۔ان حالات سے نپٹنے کے لیے حفظِ ماتقدم کے طور پر رات کا پٹرول کسی خاص راستے پر چکر لگاتا یا مخصوص مقام پر گھات لگا کر پو پھٹنے تک مچھر کے رحم وکرم پر ہوتا۔

پیر گنج میں اُس کے دن رات ایک سے ہو گئے تھے۔وہ وقت کا تعین پٹرول کے جانے یا اُس کی واپسی سے کرتا۔اُس کی کوشش ہوتی کہ سکول میں کم سے کم وقت گزارے۔وہ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں لوگوں کے گھروں میں جاتا۔گھر میں کوئی مرد نہ بھی ہوتا تو وہ عورتوں کے پاس بیٹھ جاتا۔آغاز میں کھچاؤ سا ہوتا جسے وہ اپنی باتوں سے ختم کر دیتا۔بعض اوقات عورتیں اردو نہ سمجھتیں تو وہ کچھ اشاروں

اور قہقہوں کے بعد ایک نئی زبان ایجاد کر لیتے جو عجیب سی دل چسپی لیے ہوتی۔ عورتوں کے ساتھ ملاقاتیں کسی منصوبے کا حصہ نہیں تھیں، نہ تو وہ اپنی اُکتاہٹ دور کرنے کے لیے ایسا کرتا تھا اور نہ ہی اُس کے ذہن میں کبھی یہ خیال آیا تھا کہ وہ اپنے رتبے اور عہدے کا فائدہ اُٹھائے۔ ایک دفعہ وہ ایک پٹرول کے ساتھ تھا کہ دور سے اُن پر فائر کیا گیا۔ فائر کرنے والے ساتھ کی ایک بستی کی طرف بھاگ گئے۔ پٹرول کو افضل نے اپنا کام جاری رکھنے کے لیے کہا اور خود فائر کرنے والوں کا پتا لگانے اُس بستی کی طرف چلا گیا۔ عاشق اور میر سدا کے علاوہ دو اور سپاہی اُس کے ساتھ تھے۔ یہ لوگ بڑی احتیاط کے ساتھ چلتے ہوئے بستی میں پہنچ گئے۔ افضل پہلے گھر میں داخل ہو گیا جو جھونپڑی نما تھا اور جس کی دیواریں کچی تھیں اور چھت گھاس پھوس سے بنی ہوئی تھی۔ چار دیواری کیلوں کے پودوں سے بنائی گئی تھی۔ اُس کا کسی گھر میں داخل ہونے کا یہ پہلا موقع تھا۔ کمرے کا دروازہ نہیں تھا اور دروازے کا نہ ہونا اُس کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی۔ صحن میں ایک تخت بچھا تھا جس میں کیل لگے ہوئے تھے اور ایک بچہ چادر کے بنے ہنڈولے میں جھول رہا تھا۔ ایک نیم برہنہ جواں عورت کسی کام میں مصروف تھی۔ افضل کو دیکھ کر وہ ایک چیخ کے ساتھ گھر سے بھاگ نکلی، بچہ اُسی طرح جھولتا رہا۔ افضل جانتا تھا کہ ماما کوئی مقامی جذبہ نہیں: بچے سے پیار کرنا اور اُسے تحفظ پہنچانا ہر ماں کی جبلت ہے جیسا کہ مرغی چوزوں کی حفاظت کے لیے چیل اور بلی پر بھی جھپٹ سکتی ہے۔ مگر یہ عورت اُسے دیکھتے ہی اتنی خوف زدہ ہوگئی کہ اُسے اپنے بچے کا بھی خیال نہ رہا۔ وہ اِس صورتِ حال سے پریشان بھی ہوا اور محظوظ بھی: کیا یہ لوگ اتنے خوف زدہ ہیں کہ خوف انسانی جبلت پر حاوی ہو گیا ہے؟

چناں چہ اُس نے فیصلہ کیا کہ جب بھی وقت ملے وہ گھروں میں جا کر عورتوں سے بات چیت کیا کرے گا۔

وہ فائر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہوئے جس بھی گھر میں گیا، ایسے ہی ہوا۔ ہر عورت گھر سے نکل بھاگتی۔ چند گھروں میں چولھے جل رہے تھے اور اُن پر ہنڈیاں وغیرہ رکھی تھیں۔ یہ بات ہر طرف پھیل گئی تھی کہ افضل گھروں میں جا کر عورتوں کو جیتنے کی کوشش کرتا ہے۔ افضل کا خیال تھا، عورتوں کے دل میں یہ خوف بیٹھ چکا ہے کہ فوجی اُن کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، اس لیے وہ اپنی عزت بچانے کے لیے، جھولنے میں پڑے بچے کو بھی چھوڑ جاتی ہیں۔ وہ اُنہیں بتانا چاہتا تھا کہ فوجی بھی عام مردوں کی طرح ہوتے ہیں اور وہ زیادتی کرنے میں یقین نہیں رکھتے۔

وہ گھروں میں جاتا اور گندے بچوں کو گود میں اُٹھاتا۔ اُسے بعض اوقات گھن بھی آتی لیکن وہ

ماؤں کو خوش کرنے کے لیے اُن بچوں کو پیار کرتا۔ اُسے اپنے گاؤں میں عیسائیوں کی بھٹی میں مشنریوں کے دورے یاد آ گئے۔ وہ بھی اسی طرح گندے بچوں کو اُٹھا کر بے تحاشا پیار کرتے تھے۔ وہ زہر خند سے سوچتا، شاید وہ بھی اُس کی طرح ریا کار تھے! آہستہ آہستہ عورتوں کا ڈر دور ہوتا گیا اور وہ اُس کے ساتھ گھلنے ملنے لگیں۔ جب اُس کا آنا جانا زیادہ ہو گیا تو کئی گھروں میں اُس کے لیے کرسی بھی لائی جاتی۔ وہ کسی گھر سے کوئی چیز نہیں کھاتا تھا کہ اُسے زہر کا بھی خدشہ رہتا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کی طرح عورتیں بھی منافقت کی مرتکب ہو سکتی ہیں۔

ایک دن عاشق نے بتایا کہ ایک آدمی اس سے ملنا چاہتا ہے۔ افضل نے اُسے آدمی کو ساتھ لانے کو کہا۔

وہ ایک دبلا پتلا، چھوٹے قد کا آدمی تھا جس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک تھی۔ اُس کے ہونٹ اور دانت پان کے رنگ سے سرخ تھے۔ افضل اسے دیکھ کر تھوڑا سا خوف زدہ تو ہوا مگر اُس نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اُس وقت تک وہ اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔

افضل نے اُس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''جناب میں آپ کا خادم مرشد علی ہوں۔ پیر گنج میں میری رہائش ہے۔ افسروں کا خادم ہوں۔ کبھی کوئی حکم ہو تو بندہ حاضر ہے۔ پنجابی، اُردو، بنگلہ، انگریزی اور ہندی.... کسی بھی زبان میں آپ بات کر سکتے ہیں۔''

افضل اُس کے آنے کا مقصد سمجھ گیا۔ وہ کئی قسم کی اُلجھنوں میں گرفتار ہو گیا۔ وہ اِس آدمی سے ملنا بھی چاہتا تھا اور اُسے ایک جھجک سی بھی تھی۔ اگر کسی کو پتا چل گیا تو کیا ردِ عمل ہو گا؟ اُس نے پھر سوچا کہ یہاں تو ہر کسی نے اپنے لیے کچھ نہ کچھ کیا ہوا ہے۔ اُس کا نہ جانا معمول کے خلاف ہو گا اور جانا عین معمول کے مطابق۔ پھر اچانک اُسے اپنی حفاظت کا خیال آیا۔ اُسے عاشق اور میر سدا سے جھجک بھی آ رہی تھی اور اُن سے موزوں محافظ بھی کوئی نہیں تھا۔ آدمی نے افضل کی سوچ کے سلسلے کو توڑا:

''جناب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ غریب خانے کو سب جانتے ہیں۔ کوئی بھی لے آئے گا اور آپ وہاں بالکل محفوظ ہیں۔''

افضل کے ذہن میں فوراً ہندوستان میں آباد ہونے والے وہ انگریز آ گئے جن کے متعلق کئی کہانیاں مشہور ہیں کہ اُن لوگوں نے یہاں بھی شادیاں کی ہوئی تھیں اور انگلستان میں بھی اُن کے بیوی بچے تھے: اِسی طرح سومرسٹ ماہم کی ملایا کی کہانیاں جہاں انگریز افسروں نے مقامی عورتوں کو اپنے

کمروں میں رکھا ہوا تھا۔ اُس نے سوچا کہ اِس آدمی کے ہاں جا کر شاید وہ اپنی یکسانیت سے بھرے شب و روز میں تبدیلی لا سکے۔

اُس نے مرشد علی کے ہاں جانے کا وعدہ کر لیا لیکن کوئی مخصوص دن طے نہ کیا۔ وہ اُس کے ہاں جانا چاہتا تھا لیکن اُس کے اندر اس اخلاقی ہمت کا فقدان تھا جس سے وہ اس کھائی کو عبور کر لیتا جو گہری نہ ہوتے بھی اُسے گہری لگ رہی تھی۔ اُس نے سوچا، اگر وہ اس کھائی کو عبور کر گیا تو اپنے آدرش سے ہٹ کر ایک عام سا آدمی بن کر رہ جائے گا اور کیپٹن غفار اُس سے کئی درجے بہتر انسان ثابت ہوگا۔ مرشد علی کی دعوت اور اس سے منسلک نظریاتی رویوں کی پاس داری اُس کے ذہن پر بوجھ بن گئی۔ کوئی چیز اُسے مرشد علی کے گھر جانے پر متواتر اکسا رہی تھی۔ آخر کار اُس نے اس خواہش کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

افضل نے عاشق کو مرشد علی کے گھر اطلاع کرنے کو کہا اور یہ بھی تنبیہ کی کہ وہ اکیلا نہیں جائے گا۔ چلنے سے پہلے عاشق نے میر سدا کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ افضل نے اُن کی نظروں کے ملاپ کو بھانپ لیا لیکن وہ انجان بنا رہا۔ کیا اُنھیں حیرت ہوئی تھی یا وہ اُس کے کردار کے دوسرے رخ کو پہچان گئے تھے؟ افضل نے سوچا کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ ایک مضبوط آدمی سمجھتا تھا، کیا یہ کمزوری نہیں تھی کہ وہ مرشد علی جیسے آدمی کے گھر جا رہا تھا؟ اُس نے سوچا کہ ہر عمل کا محرک کوئی مقصد ہوتا ہے۔ پھر اُس کے مرشد علی کے گھر جانے کا کیا مقصد تھا؟ کیا وہ وہاں تفریح کے لیے جا رہا ہے یا وہاں جانا اُس کی ضرورت ہے؟ اگر جانا ضرورت ہے تو وہ رنگ پور میں کسی سپاہی یا این سی او کی بیوی کے اشارے پر کیوں بھاگ کھڑا ہوا تھا؟ کیا وہ تنہائی کا شکار ہو رہا ہے اور اُس کی حالت اُن انگریز افسروں کی سی ہو رہی ہے جنھوں نے ہندوستان اور ملایا میں عورتیں رکھی ہوئی تھیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ دوسرے افسروں کی اخلاقی قدروں کو نا پسندیدگی سے کیوں دیکھتا رہا ہے؟ وہ اسی طرح کبھی کمزوری اور کبھی بے یقینی کا شکار ہوتا رہا۔ عاشق واپس آیا تو وہ خاموشی سے اُن کے ساتھ مرشد علی کے گھر کی طرف چل پڑا!

مرشد علی کا گھر قصبے کے وسط میں تھا۔ گھر کے ارد گرد کیلے کی باڑ کے بجائے دیوار کھڑی تھی۔ گھر ایک لمبے سے کمرے پر مشتمل تھا جس کو پردے لگا کر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اُسے درمیان والے حصے میں بٹھا دیا گیا۔ مرشد علی اُس کی آؤ بھگت کے لیے وہاں موجود تھا۔ عاشق اور میر سدا ایک کونے والے حصے میں چلے گئے اور دوسرے کونے والے حصے میں افضل لگاتار حرکت دیکھ رہا تھا۔ اُس نے سوچا، کیا وہاں سے ویسی ہی عورتیں برآمد ہوں گی جن ذکر کا سٹیشن ماسٹر نے کیا تھا؟ اس خیال کے آتے ہی اُس کی اُمید بڑھ گئی۔ اُسے فاخرہ اور اُس کے ہونٹوں کا لمس یاد آ گیا۔ اس کے ضمیر نے ایک چٹکی

کاٹی۔ کیا فاخرہ کا مقام بنگال کی جادو کرنے والی کسی بھی عورت سا ہو گیا ہے؟ یا اُس کا دماغ چھپن چھپائی جیسا کوئی کھیل رہا ہے، جس سے فاخرہ کی یاد زندہ ہو گئی ہے!

مرشد علی سفید سیال سے بھرا ایک جگ لے آیا:

''جناب! یہ ناریل اور چاول سے بنائی گئی وائین ہے۔ اسے آپ وھائیٹ وائین کے مقابلے میں رکھ سکتے ہیں۔ مزا نہ آئے تو پیسے واپس!''

مرشد علی اپنے مذاق پر خود ہی ہنس دیا۔ اُسے اس آدمی کے اطوار اور بدن کی زبان سے یک دم نفرت ہو گئی۔ اُسے دیسی شراب میں جادو کا بلاوا نظر آیا۔

''میں شراب نہیں پیتا۔'' افضل کا جواب دوٹوک تھا۔

مرشد علی اپنی مایوسی کو چھپا نہ سکا۔

''ہر مہمان کو یہ سیال پیش کرنا ہماری روایت کا حصہ ہے۔ لیکن آپ حاکم ہیں۔''

کمرے میں خموشی کو تولا جا سکتا تھا۔ وہ وہاں پر موجود ہر شے پر بھاری تھی جو افضل کو اپنے مخالفوں میں سے ایک لگی۔ مرشد علی اسے دو نیم کرنا چاہتا تھا۔

''جناب کے لیے ایک تحفہ ہے۔ یہاں قبول کریں تو خوش بختی ورنہ آپ ساتھ بھی لے کر جا سکتے ہیں۔''

جواب کا انتظار کیے بغیر اُس نے دوسرے کونے والے حصے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے دو عورتیں باہر نکلیں۔ ایک افضل کی عمر کی تھی اور دوسری اُس سے کافی چھوٹی۔ افضل اُنہیں دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ اپنے جسم میں خوف کی کپکپی محسوس کرنے لگا۔ اُسے اِس کمرے اور مرشد علی سے گھن آنے لگی۔ اُسے محسوس ہوا کہ وہ کسی ڈراؤنے خواب سے جاگا ہے..... اُس کے چاروں طرف بدی کا عفریت ہے اور وہ اس سے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ عفریت اپنا منہ کھولے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ ڈوبنے سے پہلے پانی سے باہر سانس لینے کے لیے آخری بار زور لگاتا ہے اور حقیقت، معصومیت سے مسکراتے ہوئے اُس کے سامنے کھڑی ہوتی ہے۔ مرشد علی کے اپنے کچھ عزائم تھے اور شاید مراد بھی ان عزائم کی تکمیل کا سبب بنا ہو!

افضل کو اچانک ان عورتوں میں کشش نظر آئی اور اُسے سٹیشن ماسٹر یاد آ گیا۔ اُس نے سوچا: یہ عورتیں کس زمرے میں آتی ہیں؟ کیا یہ جادوگرنیاں ہیں یا عام عورتیں جو گرہستی کا حصہ ہوتی ہیں؟ اگر یہ عام عورتیں ہیں تو.... اُسے موپساں کی وہ کہانی یاد آ گئی جس میں آدمی طوئف کے پچھلے کمرے میں حرکت

محسوس کرتا ہے اور جب جا کر دیکھتا ہے تو طوائف کا بچہ سردی سے ٹھٹھر رہا ہوتا ہے۔ افضل کو یہ گھر بھی اُسی طوائف کا گھر محسوس ہوا۔ یہاں شاید مرشد علی کی ضروریات اُس طوائف سے بھی زیادہ ہوں اور وہ اپنے گھر کی عورتوں کو اُس کے اور مراد کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو یا پھر مادام ففی کی طرح فاتح سے بدلہ لینا چاہتا ہو۔ افضل کے اندر جاری کش مکش اختتام پذیر ہوگئی۔ اُس نے اپنے آپ کو پالیا۔ اُسے اپنے آپ کو پانے کے لیے کسی برگد کے نیچے نہیں جانا پڑا، صرف اپنی ذات کے اندر ایک گہری ڈبکی لگانا پڑی اور جب اُس نے پانی سے سر باہر نکالا تو اُس کی تمام آلودگی دُھل چکی تھی ....شاید وہ طوائف کے سردی میں ٹھٹھرتے بچے کی طرح معصوم تھا!

افضل اُن عورتوں کو حیران چھوڑ کر اُٹھ آیا!

۵

افضل اپنے اندر اعتماد محسوس کر رہا تھا۔ حالات سے نبرد آزما ہونے کی جھجک جاتی رہی تھی۔

جہاں اُن کی پٹرولنگ میں اضافہ ہوا وہاں مکتی باہنی کی کارروائیاں بھی زیادہ ہو گئیں۔ وہ تقریباً ہر رات پلاٹون کے علاقے میں کہیں نہ کہیں کارروائی کرتے جو فوجی نوعیت کے بجائے واردات کا رنگ لئے ہوتیں۔ وہ کسی نہ کسی دیہہ میں رات کو چھاپا مارتے اور دولت مند لوگوں کو لُوٹتے۔ کئی گھروں سے عورتیں بھی اُٹھا کر لے جاتے۔ جہاں مقامی آبادی پاکستان کی فوج سے نفرت کرتی تھی وہاں وہ مکتی باہنی سے بھی خائف تھی۔ پاکستان کی فوج سے نفرت اُس احساس کا حصہ تھی جو اُن کے اندر سالوں سے سلگتا رہا تھا۔

مکتی باہنی کے مقامی کارندے رات کو عدالت لگا کر معمول کے مسائل حل کرتے۔ افضل محسوس کر رہا تھا کہ پلاٹون کے علاقے میں رات کو مکتی باہنی کا اثر اُس سے زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ وہ سوچتا، کیا وہ اُس دن کی طرف بڑھ رہے ہیں جب مکتی باہنی دن کی روشنی میں بھی متوازی حکومت چلانا شروع کر دے گی!

افضل نے زندگی میں پہلی مرتبہ آسمانوں میں سوراخ دیکھے۔ مشرقی پاکستان کی بارش اُس کے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔ بارش سے پہلے ہوا چلنا بند ہو جاتی۔ ایک طویل وقفے کے بعد بگلوں کی ڈاریں مشرق کی طرف اُڑان بھرتے نظر آتیں اور پھر ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو جاتی۔ یہ ایک دل چسپ نظارہ ہوتا۔ ٹھنڈی ہوا کے دوش پر یہ بگلے اٹکھیلیاں کرتے جاتے۔ ان بگلوں کے پیچھے کہیں دور بادل نظر آتے جو گہرے ہونا شروع ہو جاتے اور ایک وسیع محاذ پر پیش قدمی کرتی فوج کی طرح دکھائی دیتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ بادل پورے آسمان پر قابض ہو جاتے۔ ایک وقت آتا کہ ہر طرف خاموشی چھا جاتی۔ آسمان پر بادل اور ماحول کی خاموشی ایک جادوئی سی کیفیت طاری کر دیتی۔ اس خاموشی کو چیرتی

ہوئی اکا دکا بوندیں گرنا شروع ہو جاتیں جن کی آواز شکار کیے ہوئے پرندے کے زمین پر گرنے کے مشابہ ہوتی۔ اور پھر آسمانوں میں سوراخ ہو جاتے.....

اگست میں مکتی باہنی کی سرگرمیاں اچانک تیز ہو گئیں۔

فوج نے تو روایتی اصولوں کے مطابق ہر کام کرنا تھا جب کہ مکتی باہنی والے روایت کے پابند نہیں تھے۔ وہ لوگ جن علاقوں کے رہنے والے تھے وہیں، وہ کارروائیاں کرتے۔ افضل نے محسوس کیا کہ حالات ہاتھ سے نکلتے جا رہے ہیں۔ جو وہ پہلے دن سے سوچتا آیا تھا، صحیح ثابت ہونے لگا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ سپاہی گھروں سے دوری اور حالات کے رُخ سے مایوس ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ تھکاوٹ اور اکتاہٹ اُن کے جسموں کی زبان بن گئی تھی۔ اُسے بعض اوقات اُن کی حالت پر ترس آتا۔ اُن کی وردیاں میلی اور بوٹ گندے ہو چکے تھے۔ یہ وہی سپاہی تھے جن کے بوٹوں کی چمک کو آئینہ بنا کر اُس میں شکل دیکھی جا سکتی تھی۔ افضل خود دو جوڑے وردی اور ایک بوٹوں کا جوڑا لایا تھا۔ وردی پھٹنا شروع ہو گئی تھی اور اُس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ٹھاکر گاؤں میں جا کر نیا جوڑا سلوا سکے۔ اُس نے چمڑے کے بوٹ پہننا بند کر دیے تھے اور وہ ایک سپاہی سے مانگے ہوئے خاکی کینوس کے پی ٹی شوز پہنتا۔ بعض اوقات اُسے محسوس ہوتا کہ وہ سب مکینیکل ہو گئے ہیں اور زندہ رہنا یا کسی گولی لگنے سے مر جانا اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر پٹرولنگ کے دوران میں دشمن سے مڈبھیڑ ہو جاتی تو پٹرول کے ہر آدمی کی زندہ بچ کر واپس پہنچ جانے کی کوشش ہوتی.....اب تو مکتی باہنی کو شکست دینے کے بجائے ہر فرد کو اپنی حفاظت کی فکر ہوتی، مشہور تھا کہ گرفتار کیے گئے فوجی کو تشدد کر کے مار دیا جاتا ہے۔

ایک دن میجر بلال آئے۔ افضل نے اُن کو پہلے کبھی اتنا پریشان نہیں دیکھا تھا۔

''پرسوں رنگ پور میں ایک بڑا ایمبوش ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ پچھلے چند مہینوں میں ایسا نہیں ہوا تھا۔ بریگیڈ کے ایک کانوائے کو ایمبوش کیا گیا۔ یہ کارروائی ایسی جگہ ہوئی جہاں دائیں اور بائیں کی حرکت محدود تھی اور سڑک کو کھولنے کے لیے سامنے سے حملہ کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ جب حملہ کیا گیا تو وہ تیار تھے۔ دو افسر مارے گئے۔ اُن میں ایک بریگیڈ ہیڈ کوارٹر اور دوسرا ۲۹۱ کیولری کا کیپٹن غفار تھا۔''

افضل سکتے میں آ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ کیپٹن غفار کا چہرہ اُس کی نظروں کے سامنے آنے لگا۔ گندمی رنگ والا گول چہرہ، چھوٹی چھوٹی آنکھیں جو ہر وقت شرارت سے ناچتی رہتیں اور اُس کا معصومانہ قہقہہ۔ افضل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اُس نے ہچکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ اُسے ایک

لمحے کے لیے میجر بلال سے جھجک سی محسوس ہوئی لیکن پھر اُس نے سوچا کہ اتنے بڑے المیے کو خاموشی سے برداشت کرنا ناممکن ہے۔ میجر بلال نے اُسے ٹوکا:

''میں تمھیں اس سے زیادہ باہمت سمجھتا تھا۔ رونا اچھی بات نہیں۔ منھ دھو کر آؤ۔''

افضل خاموشی سے اُٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا اور اُس نے آہستہ آہستہ اپنے حواس پر قابو پا لیا۔ وہ منھ دھو کر آیا تو اُس کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ کیپٹن غفار کے ساتھ اُس کا صرف دو دن کا تعلق تھا۔ اُن دو دنوں میں وہ ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے تھے۔ کیپٹن غفار کی موت کے ساتھ اُس کے ہاتھ سے رفاقت کا ایک خزانہ جاتا رہا تھا۔

''احکامات ملے ہیں کہ ہم اپنی روٹین میں جارحیت کا مظاہرہ کریں۔ بریگیڈ کمانڈر نے کہا ہے، ہم لوگ اپنی موجودہ پوزیشن اور بارڈر کے درمیان کسی مناسب جگہ پر دفاع لے کر وہاں سے پٹرول بھیجیں۔ موجودہ جگہ انتظام و انصرام کے لیے مخصوص ہوگی۔ دونوں جگہوں کے درمیانی علاقے کا بارودی سرنگوں کے لیے بہت خیال رکھا جائے۔ یہ بھی یقین کرنا کہ یہ راستہ کبھی بند نہ ہو!''

افضل نے اُن تالابوں پر نئی پوزیشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا جہاں ایک دفعہ پٹرول کو ایمبوش کیا گیا تھا۔ برسات کی وجہ سے کناروں پر جھاڑیاں اور درخت اور بھی گھنے ہو گئے تھے۔ وہ دور سے نظری تحفظ مہیا کرتے تھے۔ افضل نے بندوں پر سے نظارہ درست کرنے کے لیے دور دور تک جھاڑیاں اور چھوٹے چھوٹے درخت کٹوا دیے۔ اب بند سے دور دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ اُس نے بند کی پوزیشن کو اور بھی محفوظ کرنے کے لیے اردگرد کے گھروں کو خالی کرانے کا سوچا تو اُسے محسوس ہوا کہ یہ کارروائی تو ہر کوئی کرے گا اور یہی اُس کا دوسروں سے ذہنی اختلاف رہا ہے۔ تالابوں کے دونوں اطراف میں گھر اس طرح واقع تھے کہ اُن کی آڑ لے کر بند پر آسانی سے حملہ کیا جا سکتا تھا۔ اُس نے سوچا: کیا وہ ان گھروں کے سربراہوں کو بلا کر تنبیہ کرے کہ اُس طرف سے حملہ کی صورت میں اُن کے لیے نتائج اچھے نہیں ہوں گے! مگر اُسے یہ کمزوری کی علامت لگا، مزید یہ کہ ایسا اقدام اُنھیں متحرک کرنے کا موجب بھی ہو سکتا تھا۔ اُس نے اپنے تمام ان سی اوز کو بلا کر اُن سے اس مسئلے پر تبادلہء خیال کیا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ دفاعی سوچ رکھنے والوں کا نظریہ تھا کہ سکول سب سے بہتر جگہ ہے اور بارڈر کی طرف ایک اور پوسٹ بنانا ذرائع پر ایک بوجھ ہوگا۔ صرف دو آدمی تالابوں پر جانے کے حق میں تھے۔ اُنھوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کے ذریعے اُن گھروں کے رہائشیوں کو ضروری پیغام دے دیا جائے۔ افضل کو یہ تجویز کارآمد لگی اور اُس نے اگلے دن تھانے سے جمعدار کو بلوایا۔

جمعدار پان سے رنگے ہوئے ہونٹوں اور دانتوں کو خوب صاف کر کے آیا تھا مگر پھر بھی وہ صاف نہیں ہوئے تھے۔ اُس نے اپنی پیٹی کافی کس کر باندھی ہوئی تھی تاکہ اُس کا پیٹ نظر نہ آئے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اُس کا پیٹ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اُس کے لب و لہجے سے بناوٹ اور بے چینی چھلک رہی تھی۔ افضل کو اپنے تھانے کے دو ایس ایچ او یاد آ گئے۔ اُسے اِن تینوں میں کوئی فرق نظر نہ آیا۔ اُن کی بات چیت کے ڈھنگ، منافقت اور عیاری میں کوئی فرق نہیں تھا۔ شاید اختیارات کا دائرہ اُن کی اہلیت سے بڑا تھا اور وہ ایک دوسرے کو ملے بغیر بھی ایک سے تھے!! ایس ایچ اوز کے تقابل کے دوران میں افضل کے دماغ میں خیال کا ایک کوندا لپکا: کیوں نہ سکول اور تالابوں کے درمیانی راستے کو بارودی سرنگوں سے صاف رکھنے کا کام جمعدار کو سونپ دیا جائے! افضل اس خیال سے محظوظ ہوا۔ جمعدار کے احتجاج اُس کے ذہن میں تھے۔

اُن کی یہ ملاقات تالابوں پر ہوئی۔ افضل نے ارد گرد کے گھروں کی طرف اشارہ کر کے اُن کے مکینوں کو خبردار کرنے کو کہا۔ جمعدار نے جوش اور اعتماد کے ساتھ افضل کو یقین دلایا کہ وہ پاک فوج کا خیر خواہ ہے اور کسی کو بھی حکومت کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ افضل سمجھ گیا کہ مکتی باہنی کا پلاٹون کے خلاف تالابوں پر کسی قسم کی کارروائی کرنے کا ارادہ نہیں۔ وہ اس سے تھوڑا سا پریشان بھی ہوا۔ اُسے محسوس ہوا کہ مکتی باہنی اس صورت میں بہتر حالت میں تھی۔ اُسے کیا کرنا تھا یا وہ کیا کر سکتی تھی، یہ افضل کے علم میں نہیں تھا لیکن بریگیڈ کمانڈر کے حکم کی تعمیل میں اُنہوں نے اپنے عزائم کھول کر رکھ دیے۔ پلاٹون دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ وہ اب نہ اس حالت میں تھی کہ کسی وقت سکول یا تالابوں سے آدمی نکال کر کوئی ایسی کارروائی کر سکے جس کی مکتی باہنی کو توقع نہ ہو اور نہ ہی کسی ایک جگہ پر مکتی باہنی کے حملے کو پسپا کر سکتی تھی۔ پلاٹون کو ایک مضبوط دستہ رہنے کے بجائے دو نوالوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور یہ خیال افضل کو اُس وقت آیا جب جمعدار نے گھروں کے باسیوں کو خبردار کرنے کی فوراً حامی بھر لی۔

''اس کے علاوہ آپ نے ہر روز صبح چھ بجے سے پہلے مجھے رپورٹ دینی ہے کہ یہ راستہ،'' افضل نے قصبے سے آتے ہوئے راستے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''ہر قسم کی بارودی سرنگوں سے پاک ہے۔''

افضل کو لگا کہ جمعدار چکرا گیا ہے۔

''سر! یہ مشکل کام ہے۔ میرے پاس ایسے ذرائع نہیں کہ راستے کی پڑتال کر سکوں۔''

''آپ کو کرنا ہوگا اور آپ کریں گے۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔''

افضل جمع دار کو ہکا بکا چھوڑ کر کسی کام میں مشغول ہوگیا۔ اُسے یقین ہوگیا کہ جمعدار مکتی باہنی کا مخبر ہے۔ افضل کو خوشی ہوئی کہ اُس نے جمعدار کو ایسی ذمے داری سونپی ہے جس میں اُس کی جان بھی جاسکتی ہے۔ اُسے حیرت ہوئی کہ ایسا کام سونپتے ہوئے اُسے کسی قسم کے پچھتاوے کا احساس نہیں ہوا۔ اُسے لگا کہ یہ انسانی اقدار کی پامالی سے زیادہ پولیس کو ناپسند کرنے کی وجہ پر منحصر ہے۔

افضل کا وقت سکول اور تالابوں کے بیچ تقسیم ہوگیا۔ وہ اگر تالاب پر ہوتا تو سکول کے آرام کو یاد کرتا اور جب سکول میں ہوتا تو اُسے تالاب پر متعین آدمیوں کی بے آرامی کا خیال آتا۔ پولیس کا اہل کار ہر صبح اُسے "سب ٹھیک ہے" کی اطلاع دے جاتا۔ اس اطلاع پر انحصار کر کے افضل پھر پلاٹون کے دن کے معاملات اور مصروفیات طے کرتا۔

افضل کا خدشہ صحیح نکلا۔ پلاٹون دو حصوں میں تقسیم ہونے کے بعد غیر موثر ہو کر رہ گئی۔ مکتی باہنی والے اب تقریباً ہر رات کبھی سکول اور کبھی بند پر مشین گن یا مارٹر سے فائر کرتے۔ جب بھی ایسی حالت ہوتی افضل بے بس ہو جاتا۔ وہ نہ تو بند پر سے ایک دستے کو نکال سکتا تھا اور نہ ہی سکول سے۔ وہ اپنا فائر روکے ہوئے مکتی باہنی کے اُکتا کر چلے جانے کا انتظار کرتے۔ پلاٹون سے کسی قسم کا ردعمل نہ پا کر مکتی باہنی کے حوصلے بلند ہو گئے اور اُنھوں نے بند اور سکول دونوں پر بیک وقت فائر کرنا شروع کر دیے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بند سے دو یا تین سو گز تک آ کر اُنھیں گالیاں دیتے۔ اس کام کے لیے اُردو اور پنجابی زبان کا استعمال کیا جاتا۔ بند پر آدمی جوابی کارروائی کرنا چاہتے تھے لیکن اُنہیں افضل کی طرف سے اس کے برعکس احکام تھے۔

افضل نے فیصلہ کیا کہ وہ اس حالت سے نمٹنے کے لیے بند پر مستقل رہے گا۔ اُس نے رات گزارنے کے لیے اپنے لیے ایک درخت کے نیچے چبوترہ سا بنوایا اور اُس پر بستر لگوالیا۔ وہ سارا دن سکول میں گزارتا یا گشت پر رہتا اور رات کو بند پر چلا جاتا۔ اُس نے کسی کو اپنے منصوبے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ تیسری رات مکتی باہنی نے فائرنگ کی۔ فائرنگ سے پہلے دور ٹارچوں سے اشارے ہوئے۔ اُس کے بعد بند کے چاروں اطراف سے شور سنائی دینے لگا۔ افضل اس شور سے پریشان ہوا کہ بند پر چھوٹا سا دستہ اتنے بڑے حملے کو کیسے روک سکے گا! ایسا شور پہلے کبھی سننے میں نہیں آیا تھا۔ افضل نے محسوس کیا کہ یہ شور ساکن تھا۔ آوازیں جوں کی توں مستقلاً چند جگھوں سے آ رہی تھیں اور وہ اس ترکیب کو سمجھ گیا۔ یہ نفسیاتی دباؤ ڈالنے کا ایک حربہ تھا۔ یہ ٹیپ کی گئیں آوازیں تھیں جو لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے اُن تک پہنچائی جا رہی تھیں۔ افضل نے سرگوشیوں سے تمام مورچوں میں یہ بات پہنچا دی۔ اچانک آوازیں بند ہو گئیں۔ شور

کے بعد خاموشی جان لیوا تھی۔ ہر جھاڑی اور سایے میں دشمن نظر آنے لگا تھا۔ افضل پریشان ہو گیا کہ کوئی سپاہی اس خاموشی کی تاب نہ لاتے ہوئے فائر نہ کردے۔ مکتی باہنی نے اُس کی مشکل حل کر دی۔ وہ بند پر گھروں سے ہٹ کر فائر کرنے لگے۔ بند سے حسبِ معمول کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ فائر رینگتے ہوئے قریب آتا گیا۔ افضل پریشان ہونا شروع ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ کامیابی ثابت قدم رہنے ہی میں ہے۔ اُس کے اندازے کے مطابق مکتی باہنی کا دستہ صرف سو گز کے فاصلے پر تھا۔ اندھیرا ہونے کے باوجود وہ اُن کو صاف دیکھ سکتا تھا اور حرکت کرنے کے عمل میں جسم کے ساتھ ہتھیاروں کے لگنے کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی۔ یہ فاصلہ آہستہ آہستہ اتنا کم ہوگیا کہ افضل خائف ہو گیا۔ اُس نے اچانک روشنی والا پستول فائر کیا اور چند سیکنڈ کی روشنی میں بند پر لگائے گئے تمام ہتھیاروں کا اُن پر فائر کرا دیا۔ یہ مکتی باہنی کے لیے غیر متوقع قدم تھا۔ وہ ایک زخمی سپاہی اور دو رائفل چھوڑ کر اندھیرے میں غائب ہوگئے۔

افضل نے اُسی وقت میجر بلال کو وائرلیس پر اس جھڑپ کی اطلاع دی۔ ایک عرصے کے بعد فوج کو ایسی کامیابی ملی تھی۔ میجر بلال نے قیدی کو فوراً سکول منتقل کرنے کو کہا اور خود پیر گنج کی طرف چل پڑے۔ قیدی کو ایمرجنسی جیپ کے ذریعے سکول میں منتقل کر دیا گیا جہاں اُسے فوری طبی امداد دی گئی۔

اس کامیابی سے افضل کسی حد تک لاپرواہ ہوگیا اور دشمن کی جوابی کارروائی اُس کے ذہن سے نکل گئی۔ بندوں پر جشن کا سماں تھا اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد کے احتیاطی اقدام افضل کے ذہن سے نکل چکے تھے۔ اُس پوزیشن پر جہاں سرگوشی کی بھی اجازت نہیں تھی، وہاں اب قہقہے گونج رہے تھے اور ٹارچ روشن تھے۔ افضل ایک دم ڈر کے سنبھل گیا۔ اُسے کئی سنے ہوئے واقعات یاد آگئے جب ۱۹۶۵ میں متعدد بار جیت، ہار میں بدل گئی تھی۔ اُس نے فوراً بلیک آؤٹ کروا کر پوزیشن پر پھر خاموشی کا پہرہ بٹھا دیا۔

مکتی باہنی نے جوابی کارروائی نہ کی۔ میجر بلال، افضل سے ملے بغیر، قیدی کو لے کر ٹھاکر گاؤں چلے گئے۔ اگلے چند دن افضل اپنی کامیابی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ دوسرے یونٹوں سے افسر، بند کے مطالعیاتی دوروں پر آتے رہے اور افضل اُنہیں جھڑپ کی تفصیل بتاتا رہا۔

ایک دن بندوں کے اردگرد کی جھونپڑیاں خالی تھیں۔ رات کے کسی وقت مکین چپکے سے نکل گئے یا وہ کئی دنوں سے آہستہ آہستہ سامان اس طرح نکالتے رہے کہ بند پر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ افضل نے اس معاملے کو وہاں متعین لوگوں کی لاپرواہی سمجھا۔ وہ حیران تھا کہ کئی گھر خالی ہوگئے اور کسی کو پتا نہ چلا: کیا یہ لوگ اپنی ڈیوٹی کے وقت پر غافل رہتے تھے یا کھلی آنکھوں سے سوئے رہتے تھے۔ بند کے ساتھ خالی گھر وہاں پر متعین لوگوں کے لیے ایک خطرہ تھے۔ افضل کو وہ گھر بھی دشمن نظر آنے لگے، صرف وجود

میں فرق تھا۔ وہ گھر مکتی باہنی تو نہیں لیکن اُن کے قریبی مددگار تھے۔ جس طرح مکین ایک ایک کر کے ان گھروں سے چلے گئے تھے، اسی طرح دشمن بھی ان میں آسکتے تھے اور مقررہ تعداد پر پہنچنے کے بعد حملہ کر سکتے تھے۔ افضل کے پاس اس الجھن کے دو حل تھے۔ وہ یا تو ان گھروں کو مسمار کرا دے اور یا انھیں حملے میں استعمال نہ ہونے دے۔ اُس نے سوچا، گھروں کو گرانا ایک ایسا اقدام ہے جسے دشمن پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا کیوں کہ گھروں کے سلامت رہنے کی وجہ سے اُس کے پاس محدود امکانات تھے اور ان کے گرائے جانے کے بعد افضل کی کامیابی کے امکانات محدود ہو کر رہ جاتے۔ دوسرا طریقہ ایسے اقدام سے دھوکا دینا تھا جن سے ظاہر ہو کہ پلاٹون پوزیشن چھوڑ رہی ہے۔ افضل نے سورج غروب ہونے سے پہلے ٹرک منگوایا جس میں ایسے لوگ سوار تھے جنھوں نے رات کو ڈیوٹی پر ہونا تھا۔ سارے لوگ ٹرک میں سامان رکھنے کے ایک جعلی سے عمل میں مصروف رہے اور پھر اندھیرا ہوتے ہی ٹرک اپنی پوری بتیاں روشن کر کے روانہ ہو گیا۔ بندوں پر سناٹا چھا گیا۔ وہاں موجود لوگوں کو سگریٹ پینا تو درکنار سانس لینے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ افضل کا حکم تھا کہ وہ سب اپنے آپ کو ایسے مردے تصور کریں جو صرف حکم ملنے پر زندہ ہوں گے۔

آدھی رات کے بعد ہر سو چھائی خاموشی کو وقفے وقفے کے بعد ایک مخصوص اشارے سے توڑا جانے لگا۔ یہ رائفل کے بٹ پر انگلی کے ناخن سے ٹھونگا مارنے کی آواز تھی۔ یہ آواز کبھی دور اور کبھی نزدیک محسوس ہوتی اور لگتا کہ یہ انسان سے وابستہ نہیں بلکہ آسیب اردگرد حرکت میں ہیں۔ بعض اوقات افضل ریڑھ کی ہڈی میں خوف کو رینگتے ہوئے محسوس کرتا۔ آوازوں کی آنکھ مچولی جاری رہی۔ ایک دفعہ یوں لگا کہ بند کے بالکل نزدیک کھسر پھسر ہو رہی ہے۔ افضل کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ آواز اتنی قریب تھی کہ شاید فائر بھی کارآمد نہ ہوتا۔ افضل کے علاوہ وہاں موجود دوسرے آدمی بھی ان آوازوں کو سن رہے تھے جو اُن کے اعصاب کو بھی گھایل کر رہی تھیں۔ کسی آدمی نے اِن آوازوں کی تاب نہ لاتے ہوئے فائر کھول دیا، اس کے ساتھ ہی دونوں بند، کان کے پردے پھاڑ دینے والی آواز سے گونج اُٹھے۔ افضل کو لگا: ایسا نہ ہو کسی مرحلے پر بند ایک دوسرے پر فائر کرنا شروع کر دیں اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے بجائے اپنا ہی کوئی آدمی زخمی ہو جائے! اُسے فائر بندی کراتے کافی وقت لگا اور اُس سے بھی زیادہ اگلی صبح میجر بلال کو یقین دلاتے کہ رات کا واقعہ محض اتفاق تھا اور کسی فرد کی لاپرواہی سے نہیں ہوا تھا۔ افضل جانتا تھا کہ میجر بلال کا شک درست تھا۔

٦

افضل کو سپاہی خوف زدہ لگے۔ اُن کے خوف کی وجہ مکتی باہنی کی برتری کے بجائے اپنی بے بسی تھی۔ وہ کسی نہ کسی طرح یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ اُن کے لیے مکتی باہنی کو اُس وقت تک شکست دینا ناممکن تھا جب تک کوئی طاقت اُن کی مدد کو نہ پہنچے۔ اُنہیں یقین تھا کہ آسام کے راستے چین مدد کے لیے پہنچ جائے گا۔ امریکہ نے بھی ہندوستان کے حملے کی صورت میں پاکستان کی امداد کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا اور اس مقصد کے لیے اپنا ساتواں بیڑا خلیج بنگال کے نواح کی طرف روانہ کر دیا تھا جسے چند دنوں تک پہنچ جانا تھا۔ مشرقی پاکستان میں فوج میں یہ افواہ گردش کر رہی تھی کہ پاکستان دسمبر میں مغربی سرحد سے ہندوستان پر حملہ کرنے والا ہے۔ یہ افواہ اُن کے لیے اندھیری سرنگ میں روشنی کی طرح تھی۔ ہندوستان کی فوج کا ایک بڑا حصہ مشرقی پاکستان کی سرحد پر صف آرا تھا اور مغربی پاکستان کی سرحد پر اُسے تعدادی برتری حاصل نہیں تھی۔ عام تاثر یہ تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعدادی تناسب دوبارہ کبھی پاکستان کے حق میں نہیں ہوگا اور چند ماہ کے بعد اُن کی اذیت کا دور ختم ہو جائے گا۔ وہ ملک کو بچانے کے عمل میں حصہ دار بن جائیں گے اور وقت آنے پر اپنے خاندانوں کے ساتھ جا ملیں گے۔

اِن مفروضوں سے وہ اپنے شب و روز میں اُمید کو روشن رکھے ہوئے تھے۔ مکتی باہنی اُن کے لیے مارلن کی طرح تھی جوان کا ہر کانٹا چبائے جا رہی تھی۔ فوج کے پاس کانٹے ختم ہو چکے تھے اور اب مکتی باہنی ایک کانٹا بن چکی تھی جو گلے میں اٹک گیا تھا۔ اسے نگلا بھی نہیں جا سکتا لیکن یہ باہر بھی نہیں نکل رہا تھا۔

دیہات اور قصبوں میں مکتی باہنی کو برتری حاصل تھی۔ مشرقی پاکستان طبقوں میں بٹا ہوا تھا اور سرمایہ دار اور زمین دار کے علاوہ وہاں ہندو بھی معاشرے کا ایک طاقت ور عنصر تھے۔ عام بنگالی ان عناصر سے خائف تھا۔ ہندوؤں کی اکثریت ہندوستان بھاگ گئی تھی لیکن اُن کی جائدادوں کی ایسے نگہداشت کی جاتی تھی جیسے وہ صوبے میں موجود ہوں۔ فوج کوشش کے باوجود ہندوؤں کا یہ دباؤ ختم نہ

کر سکی۔ محسوس ہو رہا تھا کہ فوج کے پاس امکانات محدود ہوتے جا رہے ہیں۔ فوج نے خود کو عسکری نوعیت کی کارروائیوں تک محدود رکھنے کے لیے مختلف نیم عسکری تنظیمیں قائم کیں جنھوں نے قانون کی بالادستی کو قائم رکھنا تھا۔

یہ تنظیمیں کافی طاقت ور بن گئیں۔ ان تنظیمون میں اکثریت اُردو بولنے والے بہاریوں کی تھی۔ بنگالی اور بہاری اگلے کئی سالوں سے ایک دوسرے کو دشمن سمجھتے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے وجود کو کبھی قبول نہیں کیا تھا۔ گول مال میں بنگالیوں نے بہاریوں کی نسل کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ اب بہاریوں کی باری تھی اور اُنہیں فوج کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اُنھوں نے بڑے شہروں میں اہم بنگالیوں کو چن چن کر مار دیا اور اسی طرح قصبوں اور دیہات میں ہندوؤں کی جائدادوں کو نذرِ آتش کرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک عجیب صورتِ حال تھی۔ مکتی باہنی بھی قتل و غارت میں مبتلا تھے۔ اُن کا نشانہ فوج کے ساتھ تعاون کرنے والے بنگالی اور دور دراز آباد بہاری تھے۔ دونوں ایک سی سرگرمی میں مبتلا تھے۔ مکتی باہنی ایک نظریے کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے لیے ایک نیا ملک مانگ رہے تھے جب کہ بہاری مشرقی پاکستان میں اپنی بقا اور شناخت کے لیے نئے ملک کو وجود میں آنے سے روکنا چاہتے تھے۔

افضل کو اپنی زندگی کولھو کے بیل کے مشابہ لگتی۔ وہ صبح اُٹھ کر شیو بناتا اور پلاٹون جے سی او کے ساتھ دن کی مصروفیات پر تبادلہ ءخیالات کرتا۔ ناشتے کے بعد وہ یا تو پٹرولنگ پر چلا جاتا اور یا بند پر جا کر دن گزارتا۔ اگر اُس نے رات بند پر گزاری ہوتی تو سکول آ کر تھوڑی دیر پلاٹون کے انتظامی معاملات دیکھتا اور پٹرولنگ پر چلا جاتا۔ اُس کے شب و روز پٹرولنگ اور بند پر لگے آدمیوں کے تحفظ میں صرف ہو رہے تھے۔ وہ سوچتا کہ ایک سپاہی یا کسی بھی عہدیدار کا ان ناموافق حالات میں فرائض انجام دینا ایک معمولی کام نہیں تھا۔ اُن میں ہر آدمی اپنی جگہ ایک ہیرو تھا۔ وہ سب لوگ قدم قدم ایک تباہی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ برسات کے آخری دنوں میں مکتی باہنی کی کارروائیوں میں ایک مرتبہ پھر تیزی آ گئی۔ کمپنیوں اور پلاٹونوں کی بارڈر کی طرف قائم کی گئی دفاعی پوزیشنوں پر اُن کے حملوں کی رفتار میں اضافہ ہو گیا۔ پہلے وہ صرف رات کو اُن جگہوں پر خوف پیدا کرنے کے لیے فائرنگ کرتے تھے لیکن اب اُن کی منصوبہ بندی میں تبدیلی آ گئی تھی۔ وہ چھوٹے اور خودکار ہتھیاروں سے فائر کرنے کے بعد دھاوا بول دیتے۔ افضل جب یہاں آیا تھا تو مکتی باہنی اپنے کسی آدمی کو زخمی کروانے یا مروانے سے خوف زدہ تھی لیکن اب یہ خوف جاتا رہا تھا۔ دن کو وہ دور مار ہتھیاروں سے کسی پوزیشن پر گھنٹوں فائر کرتے اور بعض اوقات توپ خانہ بھی استعمال کرتے۔ پیر گنج میں افضل کی پوزیشن پر ابھی تک حملہ نہیں ہوا تھا لیکن ممکنہ حملے کے خطرے کے

پیش نظر افضل ہر رات بند پر گزارنے لگا تھا۔ بند اُس کے معمولات میں سب سے اہم حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ وہ ہر رات صبح ہونے تک جاگتا۔ وہ محسوس کرتا، اگر بند پر اُسے شکست ہوئی تو یہ ہارا کیلئے کی نہیں ہو گی، اُس کا پورا خاندان کو شکست کھا جائے گا..... جہاں یہ اُس کی اپنی انا کا مسئلہ تھا وہاں خاندان کے نام اور وقار کا بھی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہار اور جیت یا دلیری اور بزدلی کو ایک بہت ہی باریک خط الگ کرتا ہے۔ بندوں کا دفاع اور وہاں متعین لوگوں کی سلامتی ہر وقت اُس کے ذہن میں رہتی۔ پنجاب اور سرحد کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے ان چند لوگوں کی قیمت اور اہمیت میں روزانہ اضافہ ہو رہا تھا۔ اُن کا پیر گنج یا رانی سنکیال یا ٹھاکر گاؤں سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ اُن بندوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان تک دینے کو تیار تھے۔ اُنہوں نے اپنی جان کسی نظریے کے بجائے اُس کے حکم کی تعمیل میں دینا تھی۔ کئی مرتبہ افضل نے محسوس کیا کہ وہ اکیلا جاگ رہا ہے اور دونوں بندوں پر موجود سارے لوگ سوئے ہوئے ہیں حال آں کہ اس سلسلے میں احکام بہت واضح تھے کہ کوئی بھی آدمی رات کے کسی بھی وقت نہ سوئے گا اور نہ ہی کھانسے گا۔ سگریٹ پینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ افضل نے بھی رات کو سگریٹ نوشی بند کر دی تھی۔ اُسے ان لوگوں پر حیرت ہوتی کی کہ وہ موت کے سامنے بے خبر سو رہے ہیں۔ یا وہ اتنے سادہ تھے کہ معاملے کی سنگینی اُن کے ذہن کی گرفت سے باہر تھی اور یا وہ اتنے تھک چکے تھے کہ موت کا ڈر بھی نیند کو دور نہیں کر سکا تھا۔ کئی دفعہ وہ سوچتا کہ اُنہیں سویا رہنے دے کیوں کہ مکتی باہنی خاموش حملے کے بجائے ہمیشہ شور والا حملہ کرتے ہیں۔ اُس کے خیال میں خاموش حملے کی کامیابی کے امکانات زیادہ تھے۔ پھر اُسے اپنی زندگی کا خیال آجاتا۔ وہ جہاں خود کو ان لوگوں کی سلامتی کا ذمے دار سمجھتا وہاں وہ اُن کی لاپرواہی یا کم عقلی کی وجہ سے اپنی جان ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا..... وہ ایک ایک آدمی کو جگا دیتا۔

7

ایک سہ پہر افضل پٹرولنگ پر تھا کہ میجر بلال کا وائرلیس پیغام آیا۔ رانی سنکیال میں کمپنی ہیڈ کوارٹر کو مکتی باہنی نے چاروں طرف سے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ وہ اس حالت میں نہیں تھے کہ مکتی باہنی کو پسپا کر سکیں یا اُن کا گھیرا توڑ ڈالیں۔ میجر بلال نے اُسے کمک لے کر اُن کی مدد کے لیے پہنچنے کو کہا۔ افضل اُن کی آواز میں خوف اور خطرے کی گھنٹی سن سکتا تھا۔ وہ ایسے کئی واقعات سن چکا تھا جہاں مکتی باہنی نے کسی پوسٹ پر قبضہ کر کے دفاع کرنے والوں کو سنگینیں مار کے ہلاک کر دیا تھا۔ پوسٹ پر موجود لوگوں کے لیے وہاں سے کسی متبادل پوزیشن پر جانا ممکن نہیں تھا کیوں کہ وہ مقامی آبادی سے بھی خائف تھے۔ مکتی باہنی کی کارروائیوں میں اضافے کے بعد بنگالی خوف سے بچ کر نکل جانے کے بجائے آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے گزرتے۔ افضل اُن کا پیغام بہت واضح طرح سے پڑھ سکتا تھا: ''اب تمہارے دن گنے جا چکے ہیں، وقت آ گیا ہے کہ اپنی خیر مناؤ۔'' ایسے واقعات بھی سننے کو ملتے تھے جہاں اس طرح گھور کر دیکھنے والے کو پوائنٹ بلینک رینج پر گولی سے اُڑا دیا جاتا۔

میجر بلال کے پیغام نے اُسے متعدد امکانات کے روبرو لا کھڑا کیا۔ اُس کے پہنچنے سے پہلے مکتی باہنی والے اگر رانی سنکیال میں کمپنی ہیڈ کوارٹر کی مزاحمت ختم کرنے میں کام یاب ہو گئے تو پیر گنج کی پلاٹون کا وہاں ٹھہرنا ناممکن ہو جائے گا۔ اگر پلاٹون کو وہاں رکھنا پڑا تو نفری کی تعداد دگنا کرنا پڑے گی اور جس لاتعلقی کے ساتھ وہ کام کر رہا تھا اس لائحہ عمل کو بدلنا ہوگا۔ لوگوں کے دلوں سے فوج کا خوف ختم ہو رہا تھا اور کیا اُنہیں مار کر ہی خوف قائم رکھا جا سکتا ہے؟ اُنہیں اگر مارا جائے تو کیا خوف میں اضافہ ہوگا یا نفرت کی دیواریں مزید اُونچی ہو جائیں گی؟

افضل نے پلاٹون ہیڈ کوارٹر میں وائرلیس پر پیغام دیا کہ چار سنتری چھوڑ کر باقی لوگ ٹرک میں بند پر جائیں اور وہاں دونوں بندوں پر چھ آدمیوں کو چھوڑ کر پولیس سٹیشن کے سامنے اُس کا انتظار

کریں اوراُسے لینے کے لیے جیپ بند پر پہنچ جائے۔اُس کے ساتھ چار آدمی تھے۔اُسے بند تک پہنچتے چالیس منٹ لگے۔وہ فوج کے ایمرجنسی میں کام کرنے کے معمولات جان چکا تھا۔تیاری اور سکول سے نکلنے کا کام تیزی سے، ہر مرحلہ پر دو مرتبہ چیک ہونا تھا۔اُس نے اندازہ لگایا کہ جیپ پینتالیس منٹ میں پہنچے گی اور جب جیپ پہنچی تو وہ منتظر تھا۔اس آپریشن کے لیے کسی رازداری کی ضرورت نہیں تھی۔وہ چاہتا تھا کہ اُنہیں جاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ لوگ دیکھیں۔وہ ایک نپی تلی رفتار سے چلتے ہوئے بیس منٹ میں گولہ باری کی آواز تک پہنچ گئے۔تین اطراف سے فائرنگ کی آواز آرہی تھی۔تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد دور ایک ''ٹھک'' کی آواز آتی اور پھر قریب ہی کہیں گولے پھٹنے کی آواز اور دھمک سنائی دیتی۔وہ سمجھ گیا کہ مکتی باہنی توپ خانہ استعمال کر رہی ہے۔''ٹھک'' کی سمت اور گولہ پھٹنے کے درمیانی وقفے سے وہ سمجھ گیا کہ گولے ہندوستان سے داغے جارہے ہیں۔افضل نے سب کو نیچے اُترنے کا اشارہ کیا اور گاڑیوں کو پیچھے تھوڑے فاصلے پر انتظار کرنے کا حکم دیا، پھر تیزی سے حالات کا جائزہ لیا۔وہ رانی سنکیال پہلی مرتبہ آیا تھا اور اُسے کمپنی ہیڈکوارٹر کا صحیح جگہ کا معلوم نہیں تھا۔اُس نے عاشق سے پتا کر کے اپنے اور دشمن کے ہتھیاروں کے فائر کی آواز سے اُن کی جگہوں کا اندازہ لگایا۔اُس سے پانچ سو گز دائیں طرف بانسوں کے گھنے جھنڈ سے مکتی باہنی کی دو مشین گنیں متواتر فائر کر رہی تھیں۔وہ جنگ کے اہم اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جھنڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔وہ جلدی میں نقشہ ساتھ رکھنا بھول گیا تھا اور اُسے جھنڈ کے اُس طرف کے علاقے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

افضل نے میجر بلال کو بتایا کہ وہ جھنڈ پر حملہ کرنے والا ہے۔میجر بلال نے اطلاع دی کہ وہ جھنڈ پر اپنا فائر بند کروا کے کسی اور طرف ''شفٹ'' کر رہے ہیں تا کہ اپنے لوگ ایک دوسرے پر فائر نہ کرتے رہیں۔افضل نے پلاٹون کو سیدھی قطار میں جھنڈ کی طرف پیش قدمی کرنے کو کہا اور حکم دیا کہ چلتے ہوئے بغلی فاصلہ قائم رکھیں اور دونوں کونوں پر ہلکی مشین گن والے سپاہیوں کے لیے ہدایت تھی کہ وہ سو گز چلنے کے بعد متواتر فائر کرنا شروع کر دیں۔

اس کارروائی کے بعد جھنڈ سے اچانک فائر بند ہو گیا اور پلاٹون کے حوصلے بڑھ گئے۔افضل محسوس کر سکتا تھا کہ اپنے آدمیوں کی چال میں اعتماد آ گیا ہے اور وہ دھاوا بولنے کی ترتیب کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔اس ترتیب کو قائم رکھنا خاصا مشکل کام ہوتا ہے۔جب یہ لوگ جھنڈ میں داخل ہوئے تو وہاں کچھ نہیں تھا۔مکتی باہنی کی مشین گنوں کا عملہ وہاں سے نکل گیا تھا۔اردگرد کھوکھے بکھرے ہوئے تھے، یہ اُن کے عجلت سے نکلنے کی نشانی تھی، اس سے پہلے مکتی باہنی ہمیشہ کھوکھے ساتھ لے جایا کرتی تھی۔

پلاٹون کے جھنڈ پر قابض ہونے کے فوراً بعد ہر طرف سے فائر بند ہو گیا۔صرف کمپنی ہیڈ کوارٹر سے ابھی تک فائرنگ جاری تھی۔افضل نے میجر بلال سے پھر رابطہ کیا تو اُنہوں نے آگے آنے کو کہا۔میجر بلال اپنے دفتر کے باہر کھڑے تھے۔اُنہوں نے افضل سے ہاتھ ملایا اور اُسے اندر لے گئے۔

''آج میرا ذاتی نقصان ہوا ہے۔صابر کے ساتھ میرا پچھلے چند سالوں سے بہت قریب کا ساتھ تھا۔وہ میرا ماتحت بھی تھا، دوست بھی اور بھائی بھی۔آج وہ توپ خانے کی گولہ باری میں مارا گیا۔''

میجر بلال خاموش ہو گئے اور کچھ دیر سر جھکائے بیٹھے رہے۔افضل محسوس کر رہا تھا کہ وہ اپنے آنسو چھپانے کی کوشش میں ہیں۔اُسے کیپٹن غفار کے مارے جانے کا واقعہ یاد آ گیا جب میجر بلال نے اُسے رونے سے منع کر دیا تھا۔آج کی حالت اُس دن کے برعکس تھی۔وہ بھی غم زدہ سا بیٹھا رہا۔اُسے احساس تھا کہ یہ جذبات کے تقابل کا موقع نہیں تھا۔

''غفار کی موت والے دن میں غلطی پر تھا۔کامریڈ اِن آرمز کی موت سب سے بڑا المیہ ہوتا ہے۔آپ مل کر جان دینے کے لیے تربیت حاصل کرتے ہیں۔آپ کی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے کی جگہ ،اگر ممکن ہو، اپنی جان دے دیں لیکن جب اُس ساتھی کے مارے جانے کی خبر ملتی ہے یا اُسے جان دیتے دیکھا جائے تو انسان کے اندر بہت کچھ ٹوٹ جاتا ہے۔''

میجر بلال اچانک اُٹھے اور اُنھوں نے اُس چھوٹے سے کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔اُن کے لہجے کی تلخی افضل کو بھی کاٹ گئی تھی۔اُنہوں نے ہاتھ کے اشارے سے افضل سے سگریٹ طلب کیا:

''میں سگریٹ نہیں پیتا لیکن..'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنسے، ''ایسے موقعوں پر یہ اچھا ساتھی ہوتا ہے۔''

''سر؟''

''میں آج بہت دُکھی ہوں۔جس طرح عاشق اور میر سدا تمہارے ساتھ مستقل ہیں اُسی طرح صابر میرے ساتھ رہا ہے۔میں اگر سو رہا ہوں، تو وہ اُدھر باہر ایس ایم جی لیے بیٹھا ہے۔وہ ہمیشہ مجھے اپنی نظر کے سامنے رکھتا۔میں اُس سے اکثر پوچھتا کہ وہ کب سوتا ہے اور وہ جواب میں ہنس دیتا۔آج شاید میں خود کو غیر محفوظ محسوس کر رہا ہوں۔''

میجر بلال افضل کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔اُنہوں نے اپنے نیم گنجے سر میں ہاتھ پھیرا اور چند بالوں کو مزید اُلجھا دیا:

''میں ابھی چھوٹا تھا جب میری ماں انتقال کر گئی۔میرے باپ نے جلد بعد شادی کر لی اور مجھے ہاسٹل بھیج دیا۔میں سارا سال وہیں رہتا۔وہ عجیب سی زندگی تھی۔میرا کوئی دوست نہیں تھا اور مجھے کسی

سے ہمدردی نہیں تھی۔ ایف اے کرنے کے بعد میں پی ایم اے چلا گیا، تربیت مکمل کرنے کے بعد اپنے باپ کی یونٹ میں آ گیا۔ یہ ایک خاندانی روایت تھی۔ میں نے شادی نہ کر کے اس روایت کو توڑ دیا۔''

وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ افضل یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میجر بلال، صابر کے مارے جانے کو کس نظر سے لے رہے ہیں! کیا یہ معمول کے مطابق دشمن کے ساتھ جھڑپ میں مارے جانے کا واقعہ تھا یا ایک ایسا المیہ جس کی تمام تر ذمے داری مکتی باہنی پر جاتی تھی؟ اُس نے پلاٹون کے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ میجر بلال، ہر واقعے کو ذاتی سطح پر دیکھتے ہیں اور ایسی صورت میں سمجھوتا نہیں کرتے۔ اگر وہ صابر کی موت سے سمجھوتا نہ کر پائے تو کیا وہ کرنل بشیر بن جائیں گے یعنی kill them, burn them. They are the enemy۔ اُسے میجر بلال پر ترس آیا۔ کیپٹن غفار کی موت کے دن اُنھیں اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ آج افضل زندگی کی ایک بہت اہم حقیت کو جان پایا تھا۔ ایک وقت ایسا آتا ہے جب ہر انسان زندگی میں اکیلا ہو جاتا ہے۔ میجر بلال بچپن سے اکیلے تھے۔ اُس تمام عرصے میں اکیلے ہونے کے باوجود اُنہیں اکیلے ہونے کا کبھی احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنی ہی دنیا میں اپنے اندر گم ،ایسی زندگی گزار رہے تھے جس میں اُنہیں اکیلے ہونے کا احساس نہیں تھا۔ وہ صرف خود غرض تھے۔ آج وہ صحیح معنوں میں اکیلے ہوئے تھے۔ اُنھیں شاید صابر میں اپنا آپ نظر آنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ اُن کا ایسا دوست تھا جس کے ملنے سے پہلے وہ کسی کو بھی دوست نہ بنا سکے تھے..... ایک ایسا بھائی جو پیدا ہی نہیں ہوا تھا اور اُنہیں اُس میں اپنی بے بسی نظر آتی تھی اور ایسا ماتحت تھا جو ہر وقت بند دروازے کے باہر بیٹھا رہتا اور جو شاید خود عدم تحفظ کا شکار تھا۔

''ڈھاکہ سے چلنے سے پہلے ہمیں مشرقی پاکستان میں ڈھائے گئے مظالم کے متعلق بتایا گیا۔ میرے اندر ایک آگ روشن تھی۔ میں نے راستے میں ہر بستی جلا دی، لوگوں کو قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے اُڑا دیا۔ میں نے کسی عورت پر ہاتھ نہیں ڈالا اور نہ اپنے کسی ماتحت کو ایسا کرنے دیا۔ مجھے یہاں کی عورتوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ لوگ راتوں رات نسل بدل دینا چاہتے تھے مگر ان عورتوں نے تو ہمارے دشمن پیدا کرنے ہیں۔ اُس وقت ہم نفرت سے بھرے ہوئے تھے۔ آج صابر مارا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ اُس کی سزا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے، اب کسی کو نہیں ماروں گا اور صابر کی مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔ اُس نے بے شمار لوگوں کو مارا تھا..... یہاں تک کہ اُسے اس میں مزہ آنے لگا تھا۔ فیلڈ گن کا گولہ اُس کے اوپر گرا۔ جسم کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ نماز تو ہونی ہے۔''

افضل میجر بلال کی باتوں کو غور سے سن تو رہا تھا مگر اُس کا دماغ بھول بھلیوں میں گم تھا۔ اُسے

لگا کہ میجر بلال اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ اُسے اُن کا ماتحت ہوتے ہوئے، اُن کی حالت کو بغور دیکھنا ہوگا اور اگر ضرورت پڑی تو ٹھاکر گاؤں میں کمانڈنگ آفیسر کو بتانا ہوگا۔ میجر بلال تمام عمر اکیلے رہے تھے۔ اُن کا زندگی میں کسی سے باہمی ربط نہیں تھا۔ وہ شاید صرف سایوں ہی سے تبادلہ، خیال کرنے میں یقین رکھتے تھے۔ صابر بھی ایک سایہ تھا اور آج وہ سایہ جسم کا ساتھ چھوڑ کے اندھیرے میں مستقل طور پر غائب ہو گیا تھا۔ میجر بلال روشنی میں کھڑے، اپنے سایے کو ڈھونڈ رہے تھے۔ اُسے میجر بلال میں ہمیشہ سے کوئی معمول سے ہٹا ہوا پہلو نظر آتا رہا تھا۔ آج اُسے اُن پر ترس آیا۔

اُس نے بات کو موجودہ مسئلے کی طرف لانا چاہا:

''سر! پیر گنج میں بہت کم نفری ہے۔ اگر مکتی باہنی کو خبر ہو گئی تو وہ بند اور سکول میں کارنج کر دیں گے۔''

''تمہیں ایک بات بتاؤں؟''

''سر؟''

''جو پیغام تمہیں دیا، وہ مراد کو بھی دیا تھا۔ نیک مرد یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ وہ پلاٹون کمانڈر اور ایک سینئر کیپٹن ہے۔ وہ ابھی تک نہیں پہنچا اور تم نے آ کر....'' میجر بلال یہاں رُک گئے، پھر کچھ سوچتے ہوئے بولے:

''مراد سے ملے ہو؟''

''نہیں سر۔''

میجر بلال ایک تلخ سی ہنسی ہنسے۔ افضل کو اُن کی اس طنزیہ ہنسی میں شکست اور محرومی نظر آئی۔ وہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ کوئی آدمی اتنا تنہا اور دکھی بھی ہو سکتا ہے! اُس کا زندگی کا اپنا تجربہ بہت محدود تھا۔ وہ اگر مشرقی پاکستان نہ آتا تو اِن تجربات سے محروم رہتا۔ اُسے کرنل بشیر، کیپٹن غفار اور میجر بلال ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور کیا فاخرہ ان لوگوں میں شامل نہیں؟ افضل نے سوچا: عجیب اتفاق ہے کہ اُسے وہ اُس وقت یاد آئی جو اُس کے یاد آنے کا وقت نہیں تھا۔ اُس کا کمپنی کمانڈر ایک ذاتی اور کسی حد تک مجموعی المیے سے گزر رہا تھا۔ وہ حال سے ایک لمحے کے لیے کٹ کر ماضی کے موڑ کے اُس طرف چلا گیا۔ وہاں فاخرہ کھڑی تھی اور اُس کے باریک ہونٹوں پر اُداس سی مسکراہٹ تھی۔ یہ ایک وہم تھا۔ وہ اُسے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ کیا وہ رانی سنکیال میں صابر کے مارے جانے کے بعد میجر بلال کو دلاسا دے رہا ہے..... میجر بلال کی طرح وہ بھی کہیں ذہنی طور پر شکست کی طرف گامزن تو نہیں! فاخرہ کی یاد ہمیشہ اُسے مہکتے ہوئے

دالانوں میں لے جایا کرتی تھی لیکن آج وہ اُسے خاردار جھاڑیوں میں کھینچ لائی جہاں اُس کا بدن چھلنی ہو رہا تھا۔

اُس نے میجر بلال کی طرف دیکھا جو اپنے خیالوں میں گم تھے۔ اُسے لگا کہ وہ دن کا راستہ بھول کر رات کو ڈھونڈ رہے ہیں..... اُنہیں معلوم ہی نہیں کہ رات تو اُن کے اپنے اندر ہے! افضل نے میجر بلال کو جگانے کا فیصلہ کیا لیکن وہ اُن کے خیالات کے سلسلے کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ رانی سنکیال اور پیر گنج میں دونوں اکیلے پن کا شکار ہو گئے تھے۔ اُن کا اپنے ماتحتوں کے سوا کسی اور کے ساتھ کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ اُس نے ایک مرتبہ مرشد علی کے ساتھ تعلق بڑھانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن پھر اپنی بنائی ہوئی ایک اخلاقی قدر کی وجہ سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

باہر گاڑیوں کے رکنے کی آواز آئی۔ سینیر جے سی او نے اندر آ کر سیلوٹ کیا۔

''صاحب! آپ لفٹین صاحب سے تو نہیں ملے؟''

افضل نے اُٹھ کر جے سی او سے ہاتھ ملایا:

''صاحب آپ کیسے ہیں؟''

''دعا ہے۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی سر!'' پھر وہ میجر بلال سے مخاطب ہوا:

''مراد صاحب پہنچ گئے ہیں سر! بلاؤں؟''

میجر بلال نے اثبات میں سر ہلایا۔ سینیر جے سی او باہر چلا گیا اور اُس کے جاتے ہی کیپٹن مراد اندر آ گئے۔ کیپٹن مراد ایک دراز قد آدمی تھے۔ اُن کی گھنی مونچھوں نے اوپر والے ہونٹ اور نتھنوں کو چھپا رکھا تھا۔ اُن کا پیٹ بیلٹ کے اوپر لٹکا ہوا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پٹرولنگ سے لاتعلق تھے۔ افضل کو انھیں دیکھ کر خاصی مایوسی ہوئی۔ اُس کا خیال تھا کہ مشرقی پاکستان میں آئے ہوئے افسروں نے ایک اہم ذمے داری نبھائی ہے مگر وہ اُسے ایک غیر ذمہ دار افسر لگے۔

افضل اُنھیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کمرے میں ماحول قدرے کشیدہ تھا۔ افضل نے اُس وقت وہاں اپنی موجودگی کو غیر ضروری جانا۔ وہ اُن دونوں کے درمیان میں اجنبی تھا اور وہ کمپنی کمانڈر اور پلاٹون کمانڈر کی گفتگو نہیں سننا چاہتا تھا۔ وہ جانے کے لیے اُٹھا تو میجر بلال نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''سر! صابر کا بہت افسوس ہوا۔'' کیپٹن مراد نے گلا صاف کرتے ہوئے بات شروع کی۔ میجر بلال نے ہاتھ کے اشارے سے اُنھیں مزید بولنے سے روکتے ہوئے کہا:

''مراد! تم دیر سے کیوں آئے؟ افضل اگر وقت پر نہ پہنچتا تو یہاں کافی نقصان ہو جاتا۔ اس پوزیشن پر باقاعدہ حملہ ہوا تھا۔ توپ خانہ بھی استعمال ہوا۔''

''سر! میں نے سوچا کہ جوان کھانا کھا جائیں، پتا نہیں آپریشن کتنی دیر جاری رہتا!''

افضل کو اس منطق پر کافی حیرت ہوئی۔ اُس نے کیپٹن مراد کی ترجیحات کو بالکل غلط جانا کہ وہ کھانا کھانے اور ''ریسکیو آپریشن'' میں فرق نہیں سمجھ سکے تھے۔

''کیا ضروری تھا؟ لاف کمانڈ کی بجا آوری یا کھانا!''

''یہاں پہنچنا ضروری تھا لیکن میں ایک طویل آپریشن کے لیے تیار ہو کر آیا۔''

''کھانا یہاں نہ ملتا؟''

''ایک آپریشن میں ہم دو دن تک بھوکے رہے تھے۔''

''اُس آپریشن میں پوری کمپنی دو دن کے لیے بغیر کھانے کے تھی لیکن وہ دو دن آج سے بالکل مختلف تھے۔ اُن دنوں میں ہم بوری گنگا کے اِدھر والے کنارے کے لیے لڑ رہے تھے۔ اگر ایک آدھ دن اور بھی بھوکا رہنا پڑتا تو کوئی ہرج نہیں تھا۔''

''لیکن سر! اب ہم اُن کے پیچھے جا سکتے ہیں۔ وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ افضل ہے اور میں بھی ہوں۔ ہم جلدی سے منصوبہ تیار کر لیتے ہیں۔'' افضل کا جی ہنسنے کو کر رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ میجر بلال کا پالا کیپٹن مراد ایسے ماتحت سے پڑتا رہتا ہے۔ اُس نے مشکل سے اپنی ہنسی کو روکا اور اُن کی باتیں سننے میں پھر سے محو ہو گیا۔ میجر بلال طنزیہ لہجے میں بول رہے تھے:

''پہلے میں کھوجی ڈھونڈوں اور پھر اُن کا پیچھا کروں۔ ختم کرو!'' وہ خاموش ہو گئے۔

پھر وہ افضل سے مخاطب ہوئے:

''افضل تم واپس پیر گنج جاؤ اور ہوشیار رہنا۔ انٹیلی جنس کی اطلاع کے مطابق مکتی باہنی کی کارروائیاں اب اور تیز ہو جائیں گی۔ مراد! نیک مرد جا کر اپنا سامان لے آؤ۔ ہم بٹالین ہیڈ کوارٹر چلیں گے اور میں سی او کو تمہارے خلاف دشمن کا سامنا نہ کرنے کے جرم میں کارروائی کرنے کی سفارش کروں گا۔ صابر کی نمازِ جنازہ بھی وہاں ہو گی۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ صابر کی باقیات کو مغربی پاکستان بھجوا دیں۔''

افضل میجر بلال کے فیصلے سے متاثر ہوا۔ وہ نظم و ضبط کا اتنا پابند نہیں تھا لیکن چند بنیادی ضوابط کی پابندی میں یقین رکھتا تھا جن میں اپنی ذمے داری نبھانا بھی شامل تھا۔ اُس نے دیکھا کہ کیپٹن مراد کا سیاہ رنگ ایک دم خاکستری ہو کر نیلا ہو گیا ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھے متواتر اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہے

تھے۔ میجر بلال کی بات سے اُنھیں جھٹکا سا لگا تھا اور یوں محسوس ہوا جیسے کوئی تیز دھات والا ہتھیار اُنھیں چبھو دیا گیا ہو۔ وہ جب دفتر میں داخل ہوئے تھے تو اُن کی شخصیت ایک برتری کے احساس میں ڈوبی نظر آئی تھی۔ میجر بلال کے فیصلے نے اُن کے اعصاب کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا اور اُن کا مونچھوں کو تاؤ دیتا ہاتھ ایک دم کرسی کے بازو کے ساتھ لٹک گیا تھا اور اُن کے چہرے کی تازگی تھکاوٹ میں بدل گئی۔ افضل نے سوچا کہ وہ ایک ناخوش گوار واقعے کا ایسا گواہ بن گیا ہے جس کی اُس سے گواہی تو نہیں لی جائے گی لیکن کمپنی کی تاریخ میں ہمیشہ اُس کا کسی نہ کسی طرح ذکر ضرور رہے گا۔

میجر بلال خاموش ہوئے تو افضل بولا:

''سر! مجھے چلنا چاہیے۔ آدمیوں سے بات چیت کرنا ہے اور اُن کے حوصلے بلند رکھنے ہیں۔''

وہ جواب کا انتظار کیے بغیر اُٹھ کھڑا ہوا۔ میجر بلال نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھا اور ہاتھ ملانے کے لیے اُٹھے۔ افضل نے اُنہیں سلیوٹ کیا۔ پھر وہ کیپٹن مراد کی طرف مڑا لیکن وہ سامنے کی دیوار کو نظروں کے برمے سے چھیدنے کی کوشش کر رہے تھے اور اُنھیں کسی قسم کے الوداعی جملے کہے بغیر باہر آنا پڑا۔

۸

برسات ختم ہوئی لیکن موسم میں کوئی خاص تبدیلی نہ آئی۔ حبس اُسی طرح جاری تھا، مچھروں کی تعداد میں بھی کمی نہ آئی۔ افضل کے شب و روز سکول اور بندوں کی نذر ہوکر رہ گئے تھے۔ وہ اپنی زندگی کی یکسانیت سے اُکتانے لگا، اپنے آپ کو بالکل اکیلا محسوس کرنے لگا۔ اُسے کسی ایسے ساتھی کی ضرورت محسوس ہونے لگی جس سے وہ باتیں کرے۔ یہ ساتھی یقیناً کوئی مرد نہیں تھا۔ وہ محسوس کرتا کہ اُسے نسوانی ساتھی کی ضرورت ہے۔ پلاٹون کے لوگوں کے اتنا قریب رہ کر وہ دیکھتا تھا کہ وہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اپنی کٹھن زندگی کی ساجھے داری کرتے تھے۔ کئی مرتبہ اُس نے اُنھیں اُس کے غیر لچک دار سے رویے کے متعلق بات کرتے سنا۔ وہ حیران بھی ہوتا کہ اُس کے اپنے خیال میں وہ اپنے رویوں میں قطعاً غیر لچک دار نہیں تھا۔ وہ وہاں ایک فرض نبھانے آیا تھا جو اُس کی اپنی سوچ سے متصادم تھا لیکن اُس نے دونوں کو کبھی ایک دوسرے سے ٹکرانے نہیں دیا تھا۔ وہ اگر اُنھیں آرام کرنے کے کم سے کم مواقع فراہم کرتا تھا تو خود بھی آرام نہیں کرتا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ پلاٹون کے تمام آدمیوں سے زیادہ مصروف رہتا ہے۔ وہ سوتا بھی اُن سے کم تھا اور ذمے داری کا بوجھ جو تلوار کی طرح اُس کی گردن پر لٹکتا رہتا، وہ سب اس سے آزاد تھے۔ اُس کے ذمے اُن کی حفاظت بھی تھی، اور وہ لوگ خود موت کے غار کے دہانے کے سامنے سونے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

کبھی اُسے خیال آتا کہ اُس نے مرشد علی کی پیش کش ٹھکرا کر اپنے ساتھ زیادتی کی تھی۔ اُس کی اخلاقی اقدار گو اجازت نہیں دیتی تھیں لیکن پھر بھی اُسے نسوانی ساتھی کی ضرورت تھی تا کہ جو کٹھن زندگی وہ گزار رہا ہے، اس میں عورت کی صحبت ایک خوش گوار جھونکے کی طرح ہوسکتی تھی۔ لیکن وہ کسی عورت کے ساتھ تعلقات استوار کر لیتا تو کیا وہ پلاٹون کے دوسرے لوگوں کو ایسا کرنے کی اجازت دے سکتا تھا؟ ہرگز نہیں! اُس میں اور مشرقی پاکستان میں اپنی ملازمت کا عرصہ گزارنے والے افسروں میں یہی فرق تھا۔ وہ

کسی کو ایسا کرنے کی کبھی اجازت نہیں دے سکتا تھا، اسی لیے اُس نے خود کو اپنے ماتحتوں کے لیے ایک مثال کے طور پر رکھا ہوا تھا۔

افضل کا مرشد علی کے ساتھ ایک عجیب سا تعلق ہو گیا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ مرشد علی ایک مفاد پرست آدمی ہے۔ اُس کے مکتی باہنی اور ممکن ہے ہندوستانی فوج کے ساتھ بھی روابط ہوں اور وہ دونوں اطراف کے لیے جاسوسی کرتا ہو۔ جس قسم کے حالات مشرقی پاکستان میں تھے، ''ڈبل ایجنٹس'' کا ہر سیکٹر میں موجود ہونا ایک فطری سا عمل تھا۔ مرشد علی کو گفتگو کرنے کا ڈھنگ آتا تھا۔ وہ افضل کے ساتھ ہمیشہ پنجابی میں بات کرتا جب کہ افضل اُردو میں بات کرنے کو ترجیح دیتا۔ مرشد علی کے ساتھ گفتگو قدرے معمول سے ہٹ کر ہوتی۔ افضل اُس سے مقامی روایات اور رواجوں کے متعلق بات کرتا۔ جو کچھ اُس نے فوجی نقطہ نگاہ سے سنا تھا، مرشد علی کا نقطہ نظر اس کے بالکل برعکس تھا۔ وہ بنگالیوں کو محبت کرنے والے لوگ سمجھتا تھا۔ اُس کے خیال میں بنگالیوں کے ساتھ ناانصافی میں مغربی پاکستان کا اتنا ہاتھ نہیں تھا جتنا اُن کے اپنے سیاست دانوں کا تھا جو مشرقی پاکستان کو اپنی کالونی بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ اُس کا خیال تھا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کے اپنے مفادات تھے اور لوگ جلد ہی اُس سے اکتا جائیں گے۔ یہاں افضل سمجھ جاتا کہ مرشد علی اُسے خوش کرنا چاہ رہا ہے۔ وہ افضل کو اہم مقامی شخصیات کے متعلق بھی بتاتا۔ پلاٹون کے علاقے میں دو فوجی افسروں کے خاندان آباد تھے جن میں سے ایک میجر کی منگلا میں تعیناتی تھی۔ اُس کے گھر والوں کو مقامی آبادی پسند نہیں کرتی تھی کیوں کہ وہ لوگ کسی حد تک غیر وابستہ تھے۔ دوسرا خاندان ایک کیپٹن کا تھا جو بھاگ کر ہندوستان چلا گیا تھا اور وہاں مکتی باہنی کا ایک اہم کمانڈر بن گیا تھا۔ اُس کے خاندان کو مقامی آبادی عزت کی نظر سے دیکھتی تھی۔

افضل کبھی کبھار میجر مسلم کے گھر چلا جاتا۔ میجر مسلم کا گھر پیر گنج کے عین درمیان میں تھا۔ وہاں جانے کے لیے اُسے قصبے کے گنجان علاقے میں سے گزر کر جانا ہوتا۔ وہ گھر اردگرد کے گھروں سے کافی بڑا اور مختلف تھا۔ مشرقی پاکستان کے گھروں کی چار دیواری عموماً کیلے، بانس یا کسی اور جھاڑی نما درختوں کی ہوتی تھی۔ میجر مسلم کے گھر کے گرد فصیل نما دیوار تھی اور اندر داخل ہونے کے لیے چھوٹا سا دروازہ تھا جس میں سے ایک آدمی بمشکل گزر سکتا تھا۔ افضل کو ہمیشہ دروازے اور دیوار کے تناسب سے الجھن ہوتی۔ اُسے اُس گھر میں کبھی کوئی آدمی نظر نہیں آیا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ گھر میں اگر کوئی آدمی ہوتے بھی ہیں تو وہ اُس کے سامنے نہیں آتے۔ اُسے ہمیشہ میجر مسلم کی والدہ نظر آتیں جو اُسے دیکھتے ہی کانپنا شروع کر دیتیں۔ وہ اُردو نہیں بول سکتی تھیں۔ افضل اشارے سے جو بھی بات کرتا وہ اُس

کے جواب میں تسبیح کے دانے تیزی سے گھماتیں اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اور بھی زیادہ کانپنا شروع کر دیتیں۔ میجر مسلم کی دو بہنیں بھی تھیں۔ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے صحن کے کونے میں لگی بوگن ویلا کے پاس کھڑی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہتیں۔ ایک دن اُس نے اُن سے بات کی۔ اُسے دونوں کے لب و لہجہ پر حیرت ہوئی۔ وہ بہت روانی کے ساتھ انگریزی میں گفتگو کر سکتی تھیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ اُن کی ماں کو منگلا میں اپنے بیٹے کی زندگی کا خطرہ ہے کہ مغربی پاکستان میں اُسے مار نہ دیا جائے اور پیر گنج میں وہ افضل کے آنے سے خائف ہو جاتیں کہ مکتی باہنی، فوج کے ساتھ ساز باز کے جرم میں، اُنھیں کہیں نقصان نہ پہنچا دے۔ افضل کو یہ صورتِ حال عجیب سی لگی۔ وہ اُن کے گھر صرف اس لیے جاتا تھا کہ میجر مسلم کے منگلا میں ہونے کی وجہ سے گھر میں وہ لوگ حفاظت سے رہیں۔

کیپٹن کا گھر پیر گنج سے باہر ایک بستی میں تھا جس کے بھگوڑا ہونے کی وجہ سے وہ کبھی اُس کے گھر نہیں گیا۔

افضل کو حیرت تھی کہ اُن دو فوجی خاندانوں کے متعلق اُسے کسی نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ اگر مرشد علی اُسے نہ ملتا تو وہ میجر مسلم کے متعلق کبھی نہ جان سکتا۔ میجر مسلم منگلا میں ای ایم ای بٹالین میں تھا۔ اُس کی بیوی اور بیٹی اُس کے ساتھ تھیں۔ اُس کی بہنوں نے اُس سے اپنے بھائی کے بارے میں کئی سوالات پوچھے۔ افضل نے اُنہیں مغربی پاکستان میں ایک فوجی کی زندگی کے بارے میں تفصیل بتائی تو وہ مطمئن ہو گئیں اور اُس نے پہلی دفعہ اُنہیں مسکراتے دیکھا۔ جب اُن کے چہروں سے خوف کے کھچاؤ کی چادر ہٹی تو افضل نے محسوس کیا کہ وہ تو کافی خوب صورت لڑکیاں تھیں۔ اُسے اُن کے ساتھ بات چیت میں مزہ آنا شروع ہو گیا۔ اب اُس کے وہاں جانے کی وجہ میجر مسلم کے بجائے وہ لڑکیاں ہو گئیں۔ لڑکیاں بھی شاید اچھی صحبت کے لیے ترسی ہوئی تھیں۔ وہ افضل کے ساتھ دیر تک مختلف معاملات پر تبادلہء خیالات کرتیں۔ پھر یہ ملاقاتیں فلرٹیشن کی شکل اختیار کر گئیں۔

افضل نے خود کو ایک عرصے کے بعد تازہ دم محسوس کیا۔ اُس کی یکسانیت جاتی رہی اور لڑکیوں کے ساتھ میل ملاپ نے ذہنی اور جسمانی طور پر اُس کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔ وہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں تن دہی کے ساتھ لگ گیا۔ پٹرولنگ کی روٹین جو اُسے تھکا دیا کرتی تھی، اب اچانک دل چسپ لگنے لگی۔ اُسے احساس ہوا کہ نسوانی قرب جسم کو کس قسم کی تازگی سے دوچار کر دیتا ہے۔ دس سے بارہ میل روزانہ دباؤ میں چلنا کہ کسی جھنڈ میں دشمن گھات لگائے بیٹھا ہو گا یا کسی موڑ پر بارودی سرنگ پر پاؤں آجائے گا یا کوئی دور سے گولی چلانے والا نشانہ لگا کر دھان کے کھیتوں میں کہیں گم ہو جائے

گا.....پٹرولنگ سے واپسی پر راتوں کو بندوں پر یا سکول میں مکتی باہنی کے خودکار ہتھیاروں اور مارٹر کے گولوں سے خود کو بچانا اُسے ایک نیا عمل لگا۔ یہ سب اُس کے لیے مبارزت کی نئی دعوت تھا۔

افضل کو اپنے رویے پر حیرت ہوئی۔ مشرقی پاکستان میں متعین دوسرے افسروں کا لوگوں کے گھروں میں جانا اور عورتوں سے رابطہ رکھنا اُسے پسند نہیں تھا۔ وہ اسے ایک اخلاقی کمزوری سمجھتا آیا تھا اور اب وہ خود اس کا مرتکب ہو رہا تھا۔ اُسے بعض اوقات محسوس ہوتا کہ عورتوں کے ساتھ رابطہ ضروری بھی تھا۔ اُس کے اندر ایک اور آدمی بھی تھا جسے اُن دو لڑکیوں نے چٹکی کاٹ کر جگا دیا تھا۔ دھان کے کھیت صرف دھان کے کھیت نہیں تھے، اُن کا رنگ گہرا سبز تھا اور خوشوں کا رنگ اس سبزے میں ہلکا سا زردی کا عکس لیے ہوئے تھا۔ وہ انگریزوں کا ہندوستان اور ملایا میں مقامی عورتوں سے شادیاں کرنے کی وجہ جان گیا۔ یہ شادیاں اُن کے اندر ایک نئی روح پھونک دیتی تھیں اور اُنہیں اپنے ملک سے ہزارہا میل دور ہونے کا احساس نہیں ہونے دیتی تھیں اور وہ اپنی ذمے داریاں نہایت توجہ اور لگن سے نبھاتے تھے۔

افضل محسوس کرنے لگا کہ اُس کے میجر مسلم کے گھر جانے کو پلاٹون کے لوگ دل چسپی سے دیکھتے ہیں۔ اُسے ایک عجیب قسم کا احساسِ جرم ہونے لگا۔ اُس نے اپنا مقام بنانے کے لیے اپنے لیے بھی ایک کڑا معیار قائم کر رکھا تھا مگر اب اُسے محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اُس معیار پر پورا نہیں اُتر رہا۔ وہ جانتا تھا کہ عاشق اور میر سدا اُس کے میجرِ مسلم کے گھر جانے کی باتیں دوسرے لوگوں سے کرتے ہوں گے جو اُسے پسند نہیں تھا لیکن وہ اُنہیں روک بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنی ہی نظروں میں گرنے لگا۔ اُسے لگا کہ وہ فلرٹیشن کے عوض اپنی سوچ کو داؤ پر لگا رہا ہے اور بالا افسر اور ماتحت کے درمیان قائم دیوار میں چنی ہوئی اعتماد کی اینٹیں ایک ایک کر کے اُکھڑنے لگی ہیں۔ چناں چہ اُس نے میجر مسلم کے گھر نہ جانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے عہد پر قائم ہوتے ہوئے وہ پھر سے اکیلا ہو گیا۔

۹

اچانک محسوس کیا جانے لگا کہ انتظامیہ اور عام آدمی کے درمیان میں رابطے کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی جا رہی ہیں جنہیں بحال کرنا ضروری تھا۔ ایک دن ڈپٹی کمشنر دیناج پور، ایس پی دیناج پور اور کمانڈنگ آفیسر افضل کے پاس آئے۔ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ہاٹ بازار دوبارہ شروع کیے جائیں اور اس کا آغاز پیر گنج سے کیا جانا تھا۔ افضل نے اس فیصلے کو اپنی کامیابی اور محنت اور لگن کا صلہ سمجھا کہ ہاٹ بازاروں کا دوبارہ اجرا پیر گنج سے ہو رہا تھا۔

ڈپٹی کمشنر کے ساتھ آئے ہوئے ایک اے سی نے اُسے ہاٹ بازاروں کا طریقِ کار اور مقصد سمجھایا۔ ان کی تفصیل جان کر اُسے اپنے علاقے کے سنگ کے میلے یاد آ گئے جو خالصتاً روایتی اور ثقافتی عمل تھے۔ اُسے یاد ہے دسمبر کی چھٹیوں میں اُس کے اپنے گاؤں سے تھوڑے فاصلے پر واقع تھابل نامی گاؤں میں سے سنگ کا میلہ گزرتا تھا۔ پہلی دفعہ جب اُس نے میلے کے متعلق سنا تو اُسے دیکھنے کا اشتیاق ہوا اور وہ ضد کر کے اپنے تایا کے ساتھ تھابل گیا۔ سہ پہر کے بعد دور سے ڈھول کی آواز آنا شروع ہوئی جو قریب آتی گئی اور اُس کے تجسس میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر ڈھول کے ساتھ شہنائی کی آواز بھی شامل ہو گئی۔ وہ ایک عجیب معصوم سی توقع میں کھو گیا۔ کسی نے بتایا کہ میلہ سیم نالہ پار کر آیا ہے۔ یہ نالہ گاؤں سے ایک میل سے کم فاصلے پر تھا۔ اُس کے تایا اپنے دوست کے ساتھ بازار کی طرف چل پڑے۔ اُس نے بازار کے متعلق سن تو رکھا تھا لیکن اُسے دیکھنے کا اتفاق پہلی مرتبہ ہوا۔ یہ بازار سیم نالے کی طرف سے آتی کچی سڑک پر چند دکانوں کی شکل میں تھا۔ ایک دکان میلے کے لیے سجائی گئی تھی جہاں گرم گرم جلیبیاں نکل رہی تھیں ۔ تایا کے دوست نے اُسے جلیبیاں خرید کر دیں۔ تایا کہتے رہے کہ افضل بازار کی چیزوں کا عادی نہیں اور بیمار ہو جائے گا لیکن پھر بھی جلیبیوں سے بھرا ہوا لفافہ اُسے تھما دیا گیا۔ افضل نے جب جلیبی کھائی تو اُس کا شیرہ لعاب کے ساتھ اس طرح گھل گیا کہ وہ اُس ذائقے کو آج بھی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ کھانے کا شوقین

تھااور کافی لذیذ چیزیں کھا چکا تھا لیکن پہلی جلیبی کا ذائقہ منہ میں ابھی تک تازہ تھا۔اُن چند خستہ دکانوں کا بازار اُسے لاہور، راول پنڈی اور کراچی کے جدید اور بارونق بازاروں سے زیادہ پُرکشش لگتا۔

ڈھول اور شہنائی کی آوازیں اب بالکل نزدیک تھیں۔وہ اُن کی دھمک اپنی چھاتی کے اندر تک محسوس کر سکتا تھا جہاں ایک تتلی سی بن گئی تھی جو ہر ڈگے کے ساتھ پھڑ پھڑاتی اور افضل اس پھڑ پھڑاہٹ کو اپنے شوق کے ہاتھوں سے پکڑ لینا چاہتا تھا۔

افضل کے سامنے سبز اور گیرو رنگ کے چوغوں میں ملبوس چند لوگ تھے جو ڈھول کی تھاپ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدموں سے تال رکھے ہوئے حق ہو کے نعرے لگا رہے تھے۔بازار میں آکر یہ قافلہ رُک گیا۔ڈھول کی تھاپ تیز ہوگئی، شہنائی کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز ایک فریاد بن گئی۔ڈھول اور شہنائی کے اس سنگم نے بازار میں وجد کی سی کیفیت پیدا کر دی۔گاؤں کے کچھ لوگ بھی بے خود سے ہو کر ڈھول کے گرد رقص کرنے لگے۔مکانوں کی چھتوں پر عورتیں اس نظارے کو اپنی آنکھوں میں سمو رہی تھیں تا کہ اگلے سنگ تک وہ جب چاہیں اسے دیکھ سکیں۔پھر اچانک ڈھول اور شہنائی خاموش ہو گئے۔سبز اور گیرو چوغوں والے ملنگ ایک طرف ہو کے بیٹھ گئے۔کوئی اُن کے لیے پانی لے آیا اور کوئی کپڑے میں لپٹی روٹیاں۔کسی نے جلیبی خرید دی تو کسی نے مرنڈے۔اب ملنگوں سے اُن کے سفر کے بارے سوالات ہونے لگے۔اُنہوں نے ساری رات چلتے ہوئے اگلے دن کسی بھی وقت خانقاہ ڈوگراں پہنچنا تھا۔

افضل ہائی سکول جانے تک ہر سال سنگ گزرتے ہوئے دیکھتا۔

ہاٹ بازار سنگ سے بالکل مختلف لیکن ملتا جلتا ایک ثقافتی اور معاشی عمل تھا۔یہ بازار کسی دوسرے قصبے سے چلتے ہوئے آتا اور اس میں اجناس اور اشیا کا تبادلہ خرید وفروخت کے بغیر ہوتا۔کوئی مرغیوں کے عوض دھوتی خریدتا اور کہیں پر بکرے کے بدلے میں پان ، بیڑی اور سگریٹ لیے جاتے۔سنگ کی طرح ہاٹ بازار کی آواز بھی دور سے آنا شروع ہو جاتی۔ہاٹ کی طرح اس میں ڈھول اور شہنائی کی آواز تو نہیں ہوتی تھی لیکن ایسے لگتا کہ لدا بھرا شہر بڑھے چلا آرہا ہے۔یہ ایک قافلے کی صورت میں ہوتا تھا۔لوگ بیل گاڑیوں، گدھا گاڑیوں، پیدل اور بار برداری کے مختلف ذرائع سے بڑھتے چلے آتے۔ہاٹ کے لیے ایک وسیع میدان چنا گیا تھا اور بازار با مقصد انداز سے اُس میدان کی طرف بڑھ کر آرہا تھا۔ایسے میں ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ اچھی اور مناسب جگہ پر اپنی دکان لگا لے۔پیر گنج اور اردگرد کے لوگ اپنی دکانیں لگائے ہاٹ بازار کی آمد کے منتظر ہوتے۔

افضل کو ہر بار یہ بازار دیکھ کر حیرت ہوتی۔اُس نے معاشیات کے نصاب میں بارٹر کے نظام

کے متعلق پڑھا تھا لیکن اُس کا خیال تھا کہ سکوں کی ایجاد کے بعد یہ نظام ختم ہو گیا ہے۔ مشرقی پاکستان کا معاشرہ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے کے باوجود ابھی تک بارٹر نظام سے باہر نہیں نکلا تھا۔ وہ لوگوں کے جوش و خروش سے حیران ہوتا۔ پہلے چند ایک میلوں میں صرف مرد آتے تھے، پھر عورتیں اور جب یہ میلے مستقل ہو گئے تو لڑکیاں بھی آنا شروع ہو گئیں۔ وہ رنگ برنگے لباس میں ہوتیں اور بنگال کی لڑکیوں کے بارے میں اُس نے جو سن رکھا تھا اُسے درست لگا۔

افضل کے لیے ان بازاروں کو تحفظ فراہم کرنا ایک نہایت مشکل اور ذمے داری کا کام تھا۔ اُس نے کسی قسم کی تخریبی کارروائی سے بچنے کے لیے دفاع کی تین لائنیں بنائی ہوئی تھیں۔ ہاٹ والے دن جمعدار کی مدد سے وہ رضا کاروں کا ایک دستہ ترتیب دیتا جسے ہاٹ کے میدان سے ایک میل کے فاصلے پر تعینات کر دیا جاتا۔ بازار میں آنے والے لوگوں اور اُن کے سامان کی تلاشی لی جاتی کہ اسلحہ وغیرہ اندر نہ جا سکے۔ دوسری لائن فوج کے سپرد تھی۔ فوجی جوان اہم جگہوں پر مشین گن اور دوسرے ہتھیار لگائے ہر کسی پر نظر رکھے چوکس رہتے۔ تیسری لائن جو بازار کے گرد تھی وہاں پولیس گشت کرتی۔ یہ ایک مکمل سادفاعی ڈھانچا تھا جسے افضل نے ترتیب دیا ہوا تھا۔

یہ بازار افضل کے لیے دل چسپی کا ایسا سامان بن گئے جو اُس کی یکسانیت سے بھری زندگی میں تبدیلی کا ایک ذریعہ تھے۔ وہ پورا ہفتہ بازار کا انتظار کرتا۔ ایک دن اُس نے ایک دھوتی خریدی جو وہ رات کو باندھ کر سونے لگا۔ بہت برس پہلے وہ گاؤں جا کر تہہ بند باندھا کرتا تھا جو کالج میں جانے کے بعد اُس نے ترک کر دیا تھا۔ اُسے تہہ بند باندھتے ہوئے عجیب قسم کی جہالت کا احساس ہوتا تھا۔ اُسے لگتا کہ وہ بے لباس ہے۔ اب مشرقی پاکستان میں اُس نے دھوتی باندھنا شروع کی تو اُسے اپنا گاؤں اور خاندان کے افراد یاد آ گئے اور جہالت کا نظریہ بھی ایک جہالت لگا۔ تہہ بند اُس کے خطے کا لباس تھا۔ اُس کے بزرگ اور بزرگوں کے بزرگ یہی لباس پہنتے آئے تھے۔ اُس نے شاید ہاٹ بازار میں دھوتی کا انتخاب اس لیے کیا کہ یہاں آ کر وہ اپنے گھر اور علاقے سے کٹ چکا تھا اور دھوتی ہی اُسے اُن کے ساتھ جوڑ سکتی تھی۔

افضل محسوس کرتا کہ ہاٹ بازار سے پیر گنج میں تبدیلی ضرور آئی ہے۔ لوگوں میں جھجک یا خوف کا عنصر کم ہوتا محسوس ہوا۔ پہلے بازار میں مقامی شرکت نہ ہونے کے برابر تھی۔ بتدریج اس میں اضافہ ہوتا گیا اور اب لگتا تھا کہ سارا قصبہ ہی یہاں آ پہنچتا ہے۔

ہاٹ بازار جہاں افضل کے لیے ایک دل چسپی کا باعث تھے وہاں اُن کے اختتام تک وہ

ایک خوف اور پریشانی میں مبتلا رہتا۔ ایک ہلکا سا اشارہ ہی بازار میں سٹیمپیڈ کی کیفیت برپا کر سکتا تھا جس کے نتیجے میں وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے قدموں تلے روندے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ یہ خیال اُس کے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہوتا۔

ہاٹ بازار میں ایک دو مرتبہ افضل کو میجر مسلم کی بہنیں بھی نظر آئیں۔ اُس نے سوچا کہ انہیں مل لے لیکن پھر اُس نے اُن کی اپنی جھجک کی وجہ سے ملنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ دونوں اُسے کچھ خائف اور پریشان سی نظر آئیں۔ اُس نے سوچا: ایسا تو نہیں کہ میجر مسلم بھگوڑا ہو گیا ہو اور وہ اُس کے پکڑے جانے سے خائف ہوں یا اُنہیں یہ خوف ہو کہ لوگ اُنہیں غدار کی بہنیں سمجھتے ہوں! چناں چہ اُس نے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔

۱۰
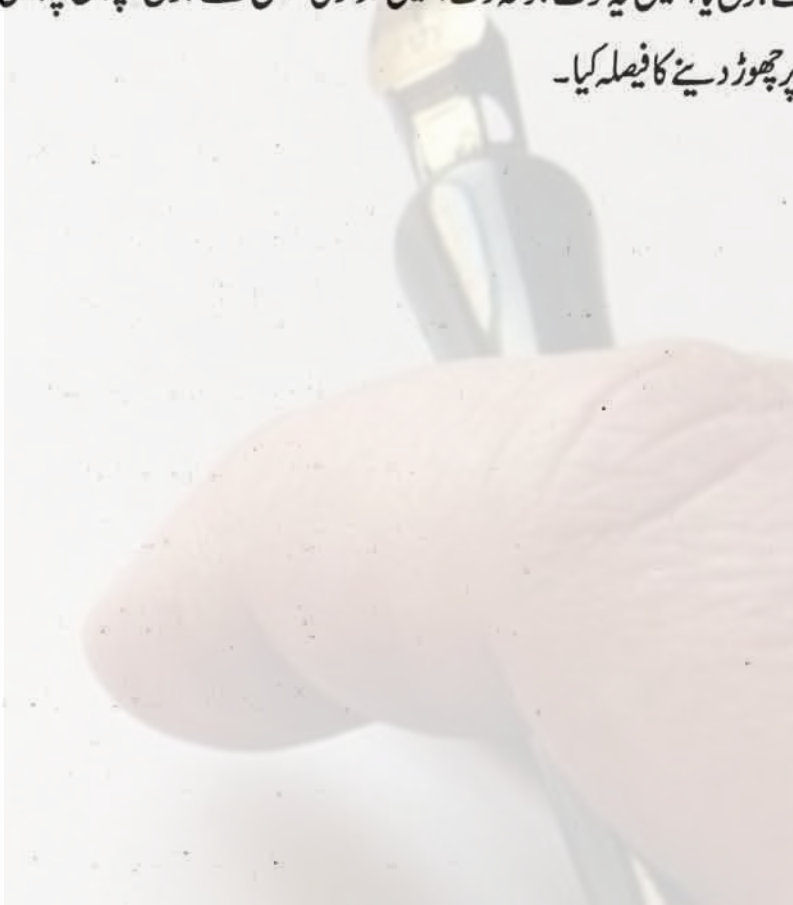
وہ پچھلی کئی دوپہروں کی طرح عام سی دوپہر تھی۔ اُس دن افضل معمول کے مطابق پٹرول پر گیا۔

ہاٹ کے دن پوری پلاٹون، سوائے بند پر چھوڑے ہوئے آدمیوں کے، سکول میں موجود ہوتی۔ ہاٹ بازار کو ہر حالت میں کامیاب کرنا مقصود تھا۔ اُس نے اردگرد کے علاقوں کا ایک چکر سا لگایا۔ اُسے جلدی تھی کہ بازار کی آمد سے پہلے وہ کھانا کھا کر تیار ہو جائے۔

معمول کے مطابق بازار لگنا شروع ہو گیا۔ وہ میدان کا چکر لگا کر واپس سکول آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے لوگوں کا شور اور سواریوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ پچھلے چند ہفتوں سے بازار کے لگنے کا عمل دیکھ رہا تھا، اس لیے وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ کس وقت وہاں پر کیا ہو رہا ہو گا! رضا کار، پولیس اور فوج اپنی جگہیں سنبھالے ہوئے تھیں۔ اُس کے مطابق جب بازار بھر گیا تو اُس نے ایک چکر لگانے کا فیصلہ کیا اور اُٹھنے سے پہلے اُس نے سوچا کہ ایک سگریٹ پی لے۔ اُسے چلتے ہوئے سگریٹ پینے کا کبھی مزہ نہیں آتا تھا۔ وہ واپس کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

دور سے گولے پھٹنے کی آواز آئی۔ افضل کی توجہ ایک دم ہاٹ بازار کی طرف گئی۔ اُس نے محسوس کیا کہ بازار کے اپنے شور میں ان گولوں کی آواز وہاں نہیں سنی گئی۔ وہ اپنے کمرے سے نکل کر دفتر میں آ گیا۔ اسی اثنا میں گولوں کی آواز پھر سنائی دی اور ساتھ ہی بند سے وائرلیس پر پیغام ملا کہ وہاں توپ خانہ گولہ باری کر رہا ہے۔ افضل نے سوچا کہ بازار کے شور میں اُسے بند پر گولوں کے پھٹنے کی آواز کی نوعیت جاننے میں ناکامی ہوئی۔ وہ مشکل میں پڑ گیا۔ کیا وہ بند پر جائے؟ یا ایسا تو نہیں کہ بند پر گولے گرا کر دشمن اُس کی توجہ اُس طرف کر کے بازار پر حملہ کرنا چاہتا ہو! وہ ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ بازار کی طرف سے مشین گن کے لمبے برسٹ سنائی دیے۔ اس کے بعد ایک لمحے کے لیے موت کی سی خاموشی

چھا گئی۔ پھر ایک دم، جنونانہ شدت کے ساتھ ہر طرف شور پھیل گیا۔ ایسے ہی لگا کہ سینکڑوں چھتوں سے شہد کی مکھیاں اُڑ گئی ہوں۔ افضل کے پاس وقت کی کمی تھی۔ اُس نے جلدی سے چابیوں کے ڈبے کی سیل توڑی اور چابی لے کر جیپ کی طرف بھاگا۔ گیٹ پر عاشق اور میر سدا چھلانگ لگا کر چلتی ہوئی جیپ میں سوار ہو گئے۔ افضل خطرناک حد تک تیز جیپ چلاتے ہوئے ہاٹ کے میدان میں پہنچا۔ وہاں ترتیب نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ افضل نے وہاں پہنچ کر اندازہ لگا لیا کہ مکتی باہنی نے جانی نقصان کرنے کے بجائے صرف بھگڈر مچانا چاہی تھی اور وہ اس میں کام یاب رہے تھے۔ بازار نام کی اب وہاں کوئی چیز نہیں رہی تھی۔ ہر آدمی شور کرتے ہوئے، دائرے میں بھاگ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر کھڑا ہجوم کے اس غیر منظم سے ردِعمل کو دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے اپنی موجودگی کا پتا دے کر حالات پر قابو پانے کا فیصلہ کیا۔ فوج اور رضا کاروں کا دستہ جیپ کے اردگرد حفاظتی انداز میں کھڑا تھا۔ اُس نے اپنی ایس ایم جی سے ہوا میں چند چھوٹے چھوٹے برسٹ فائر کیے۔ وہاں اچانک خاموشی طاری ہو گئی۔ میدان میں موجود ہر آدمی نے افضل کو دیکھا تو اپنا سامان سنبھالنے میں لگ گیا اور غیر منظم مجمع یک دم منظم ہو گیا۔ افضل اس ٹرانس فارمیشن پر حیران ہوا۔ رضا کار اور فوجی کوئی یقینی بات نہ بتا سکے۔ ہر کسی نے صرف مشین گن کے برسٹ سنے تھے لیکن کوئی اُن کے مقام کا تعین نہ کر سکا تھا۔ افضل نے اندازہ لگایا کہ چند سو گز دور واقع ایک گھر سے ہراساں کرنے والا فائر کیا گیا ہوگا، اگر شست لے کے فایئر کیا جاتا تو کئی اموات ہو سکتی تھیں۔

افضل مایوس سا واپس سکول چلا گیا۔ اُسے لگا کہ اُسے شکست ہو گئی ہے۔ مکتی باہنی والے بازار کے بالکل نزدیک سے فائر کر کے کہیں غائب ہو گئے۔ وہ جب جیپ میں پہنچا تو شاید فائر کرنے والے بھی مجمع میں شامل ہو چکے ہوں اور اُس پر ہنس رہے ہوں۔ وہ کچھ دیر اپنے دفتر میں ٹہلتا رہا۔ اُس نے اپنی شکست سے سمجھوتا کرنے کی کوشش کی مگر فائر کرنے والے نامعلوم افراد کے مسکراتے ہوئے فرضی چہرے اُس کی نظروں کے سامنے آ جاتے۔ اپنی تربیت کے تجربے سے وہ جانتا تھا کہ فتح یا شکست کو ذاتی نوعیت پر محسوس کرنا ناکامی کی طرف ایک یقینی سا قدم ہوتا ہے لیکن اُس نے خود کو بے بس محسوس کیا۔ سکول میں ہر آدمی بازار کی فائرنگ کے واقعہ پر تبادلہ خیال کر رہا تھا۔ بند کے اوپر نفری کی کمی کے باعث یہ مناسب ترین وقت تھا کہ دشمن بند پر حملہ کرتا۔ افضل نے پلاٹون جے سی او کو بلا کر حکم دیا کہ ایک دستہ ترتیب دے کر بند پر فوری طور پر روانہ کر دے اور خود عاشق اور میر سدا کو ساتھ لے کر رانی سنکیال کی طرف چل پڑا۔

میجر بلال اُسے دیکھ کر حیران ہوئے۔

افضل اُن کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ دونوں خاموش بیٹھے باہر کی طرف دیکھتے رہے۔ افضل جانتا

تھا کہ وہ باہر کچھ بھی نہیں دیکھ رہے اور دونوں ایک دوسرے سے خائف ہیں۔ وہ اپنے خوف اور جھجک کی وجہ جانتا تھا لیکن اُسے میجر بلال کے اندر اعتماد کی کمی نظر آئی۔ وہ اُسے کسی حد تک بے بس سے لگے۔ افضل نے سوچا کہ میجر بلال کا اس طرح کمزور نظر آنا اچھی علامت نہیں۔ وہ انھیں ایک مضبوط آدمی سمجھتا آیا تھا۔ اُس نے اپنے خوف کے آسیب کو باتوں سے ختم کرنے کا فیصلہ کیا:

''سر! آج دوپہر ہاٹ بازار پر فائر کیا گیا۔ بچت رہی لیکن یہ ایک بڑا سیٹ بیک تھا۔ بازار کو دوبارہ اُس مقام تک لاتے ایک عرصہ درکار ہوگا۔''

صابر کے مارے جانے کے بعد یہ اُن کی پہلی ملاقات تھی، ویسے بھی وہ اُن سے چند بار ہی ملا تھا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کیپٹن مراد کا کیا بنا اور نہ ہی اُس نے اِس بارے میں کچھ معلوم کرنا مناسب سمجھا۔

''تمہارے لوگ بازار میں تھے؟''

افضل کو اپنے سامنے بیٹھے کمپنی کمانڈر کے اندر بلال جاگتا محسوس ہوا۔

''تھے!''

''وہ بازار پر نظر رکھے ہوئے تھے یا وہاں آئی ہوئی عورتوں کو دیکھ رہے تھے؟''

افضل کو اچانک یہ سچ لگا۔ اُس نے دوپہر والے واقعے کو اپنے لوگوں کی فرض سے لاپرواہی کی نظر سے دیکھا ہی نہیں تھا! وہ خاموش رہا۔

''دیکھو افضل، کسی طرف سے فائر تو آیا تھا! کوئی اُس طرف گیا؟''

افضل کو یہ پولیس جیسی تفتیش لگی اور اُس نے اپنے آپ کو بے بس محسوس کیا۔ یہ سچ تھا کہ اُسے فائر آنے کی جو عمومی سمت بتائی گئی تھی، اُس نے اُس کے بارے میں اُس طرف جا کر مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اُس نے جلد ہی ہتھیار پھینک دیے تھے۔ کیا یہ پیشہ ورانہ کوتاہی تھی یا یکسانیت اور لاتعلقی سے جڑا ہوا ایک نیا رویہ! اُسے اچانک تھکاوٹ کا احساس ہونے لگا۔ پچھلے دو ماہ میں جو سینکڑوں میل وہ پیدل چلا تھا، وہ اُن میلوں کے وزن تلے دبنے لگا۔

''سر! بازار اور پیر گنج کے درمیان میں دو کمپاؤنڈ تھے جہاں سے فائر آیا تھا۔ جا کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔''

افضل جانتا تھا کہ وہ ارادتہً غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ اُس کا مقصد اپنی کوتاہی کو چھپانے کے بجائے بات کو ختم کرنے کا تھا۔ اُس نے میجر بلال کو مزید بات کرنے سے روکے رکھنے کے لیے اپنے

آنے کا مقصد بیان کرنے کا فیصلہ کیا:

''سر، میں بارڈر پار کے مکتی باہنی ٹریننگ کیمپ پر ریڈ کرنا چاہتا ہوں!''

کمرہ خاموش ہوگیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ افضل کی نظر میں نہ کوئی سوال تھا اور نہ ہی کوئی جواب۔ اُسے یہ بھی پروا نہیں تھی کہ میجر بلال کیا سوچ رہے تھے۔ اُس کے ذہن میں بازار میں فائر کرنے والے لوگوں کے مسکراتے ہوئے فرضی چہرے تھے۔ میجر بلال اگر اُسے بارڈر پار ٹریننگ کیمپ پر ریڈ کرنے کی اجازت نہیں دیتے، اُس نے پھر بھی ریڈ کرنا تھا۔ اُس نے پیر گنج کا علاقہ اپنے قابو میں رکھنے کے لیے بہت محنت کی تھی۔ اس عمل میں اُس نے نہ تو کوئی قتل کیا تھا اور نہ ہی اپنے رتبے اور اختیارات کو کسی بھی طرح ناجائز طور پر استعمال کیا تھا، اُس نے ہر کام اپنے ضمیر اور فرض کی آواز پر کیا تھا ۔لیکن آج اُس کی انا، سوچ اور منطق کے درمیان میں حائل ہو رہی تھی۔ وہ خود کو کچھ کر گزرنے کے مقام پر پا رہا تھا۔ اُس کی محنت اور ایمان داری اُسے ایسا کرنے پر اکسا رہی تھی۔

دونوں کی نظریں ملیں۔ افضل کو لگا کہ میجر بلال اُس کے ارادے کی شدت کو ٹوہ رہے ہیں۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اُن کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اُسے محسوس ہونے لگا کہ میجر بلال کی آنکھوں میں اُس کا ارادہ انگڑائی لے رہا ہے۔ پھر اُن کی آنکھوں میں ایک چمک آئی اور وہ دھیرے سے مسکرا دیے۔ کمرے میں کچھ دیر پہلے والا کھچاؤ دم توڑ گیا۔ اُنھوں نے افضل کو سگریٹ کے لیے اشارہ کیا جو اُس نے پیش کر کے سلگانے میں مدد کی۔ وہ کمرے میں ٹہلنے لگے۔

''میں اس آپریشن کی اجازت دینے سے پہلے چند باتیں واضح کر دوں۔ یہ آپریشن صرف تم کرو گے۔ تمھیں معلوم ہے کہ ہمیں بین الاقوامی سرحد پار کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی آدمی مارا گیا اور تم اُس کی لاش نکال نہ سکے یا کوئی زخمی پیچھے رہ گیا تو یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہوگا جس میں وزارتِ خارجہ کو بھی میدان میں آنا پڑے گا۔ سو فی صد کامیابی کی یقین دہانی کراؤ تو اجازت دے سکتا ہوں۔''

افضل اس یقین دہانی کے لیے تیار نہیں تھا۔ ریڈ اگر کامیاب ہوگیا تو متعلقہ ادارے انکار کر دیں گے کہ پاکستانی فوج کے ارکان نے بین الاقوامی سرحد پار کی تھی اور اگر کسی کو قیدی بنا لیا گیا تو اُس کا کوئی بھی ساتھ نہیں دے گا، ممکن ہے میجر بلال بھی انکار کر دیں۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ ہر خطرہ مول لے گا۔ ریڈ کی ناکامی کی صورت میں وہ الزام اپنے سر لے لے گا اور جو بھی نتائج ہوں گے وہ اُن کی ذمے داری قبول کرے گا۔

''سر! آپ اس ریڈ کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ لیکن مجھے آپ کی اجازت چاہیے۔''

''تم نے کوئی منصوبہ بنایا ہے؟''

''سر! یہ ایک جلدی کا فیصلہ ہے۔ تفصیل پر ابھی کام نہیں کیا۔ بند کی پوزیشن سے تقریباً پندرہ سو گز آگے بانسوں کا ایک جھنڈ ہے۔ کچھ لوگ اُس جھنڈ میں رہیں گے تاکہ اُن کا وہاں ہونا معمول کا حصہ لگے۔ ایک یا دو دنوں میں وہاں ریڈ کرنے والے گروپ کو پہنچادوں گا۔ ہم صبح کی پہلی روشنی سے تھوڑا پہلے حملہ کر کے دشمن کو ردِعمل کا موقع دیے بغیر واپس نکل آئیں گے۔ اس کارروائی میں پانچ سے سات منٹ لگیں گے۔''

''جھنڈ میں نے دیکھا ہوا ہے۔ ریڈ کا وقت کم کرو۔ سات منٹ زیادہ ہیں۔ جھنڈ تک پہلے لوگوں کی حرکت دن میں ہو اور مین باڈی رات کو جائے۔''

''سر!''

''کوئی مدد چاہیے؟''

''دس آدمی اور تین انچ مارٹر۔ آدمی بند والی پوزیشن پر ہوں گے۔ میں ریڈ کے لیے صرف پانچ آدمی لے کر جاؤں گا۔ یہ میرے، عاشق اور میر سدا کے علاوہ ہوں گے۔ جھنڈ اور بارڈر کے نزدیک ایمر جینسی کے لیے دو گروپ ہوں گے۔''

''ریڈ کب کرو گے؟''

''چھتیس اور اڑتالیس گھنٹوں کے درمیان!''

۱۱

افضل نے چار آدمی جھنڈ میں بھیج دیے۔ اُنھیں سارا دن وہیں رہ کر، اپنی موجودگی ظاہر کرنا تھی۔ ریڈ میں ساتھ جانے والے آدمیوں کو اُس نے سارا دن آرام کرنے کے لیے کہا تا کہ وہ تازہ دم ہو جائیں! شام سے پہلے رانی سنکیال والے آدمی بھی پہنچ گئے۔ انھیں فوراً بند پر بھیج دیا گیا۔ رات دس بجے افضل ریڈ کے لیے تین گروپ لے کر بارڈر کی طرف چل پڑا۔ ایک گروپ کو ٹریننگ کیمپ پر حملہ کرنا تھا جب کہ دوسرے کو بارڈر پر کسی ہنگامی امداد کے لیے تیار رہنا تھا اور تیسرے گروپ نے جھنڈ سے عقبی حفاظت مہیا کرنا تھی۔ تین انچ کا مارٹر بارڈر والے گروپ کے ساتھ ہونا تھا تا کہ ضرورت پڑنے پر یا گھمسان کی کی لڑائی کی صورت میں ریڈ والے گروپ کو وہاں سے بچ کر نکلنے میں مدد کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

ان گروپوں کے نکلنے سے پہلے میجر بلال بھی پہنچ گئے۔ اُنھوں نے افضل کے ساتھ بہت گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔

''اس آپریشن میں تم اکیلے نہیں ہو۔ میں بند پر رہوں گا اور ریڈ کے وقت بارڈر پر پہنچ جاؤں گا تا کہ ناکامی کی صورت میں تم لوگوں کو نکلنے میں مدد دے سکوں۔'' وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر گویا ہوئے:

''اور یاد رکھنا اس آپریشن کی تمام تر ذمے داری میری ہے.....کام یاب ہونے کے لیے جاؤ!''

اچانک افضل نے اس آپریشن کو ایک نئے زاویے سے دیکھنا شروع کر دیا۔ ریڈ کے مراحل میں دو مشکلات تھیں: ریڈ کرنا اور وہاں سے گھمسان کی لڑائی میں الجھے بغیر واپس نکل آنا۔ پہلے اُس نے دونوں کام خود کرنا تھے لیکن اب میجر بلال دوسرے مرحلے کو، جسے وہ زیادہ مشکل سمجھتا تھا، اپنے ذمے لے چکے تھے۔ اُسے اُمید تھی کہ وہ ریڈ کی کارروائی اتنی تیزی سے کرے گا کہ دشمن کے ردِعمل سے پہلے ہی واپس نکل سکے اور بارڈر پر موجود امدادی گروپ حرکت میں نہ آنے پائے۔ ریڈ کے بعد دشمن کی متوقع جوابی

کارروائی سے نمٹنا میجر بلال کے ذمے تھا اور اُس نے اپنی تمام توجہ ریڈ پر مرکوز رکھنا تھی۔

جھنڈ کی طرف چلتے ہوئے اُس کا اعتماد ساتھ چھوڑنے لگا۔ اُسے ٹریننگ کیمپ کی کوئی تفصیل معلوم نہیں تھی، سوائے ایسی زبانی خبروں کے جو ہندوستان سے آنے والے لوگ، پکڑے جانے کی صورت میں دورانِ تفتیش بتاتے۔ اُسے بس اتنا معلوم تھا کہ وہ چند گھروں پر مشتمل ایک بستی ہے جہاں پاکستان کی فوج سے بھاگے ہوئے چند افسر، نوجوان مشرقی پاکستانیوں کو گوریلا جنگ کی تربیت دیتے ہیں اور ہندوستان کی بارڈر سیکورٹی فورس انھیں ٹیکنیکل امداد فراہم کرتی ہے۔ ایک کامیاب ریڈ کے لیے یہ اطلاع ناکافی تھی مگر ہاٹ بازار میں کی جانے والی فائرنگ کا حساب چکانا ضروری تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ایسا نہ کیا گیا تو اُس کا مدِ مقابل اپنے عزائم کے دائرے کو وسعت دینا شروع کر دے گا۔

جھنڈ میں وہ بارہ بجے پہنچے۔ وہاں سے بارڈر پینتالیس منٹ کے فاصلے پر تھا اور ٹریننگ کیمپ مزید تیس منٹ کے فاصلے پر۔ اُس نے پندرہ منٹ غیر متوقع حالات کے لیے رکھے۔ جھنڈ سے ریڈ کے آغاز تک اُنھیں ڈیڑھ گھنٹہ چلنا تھا۔ ریڈ سے پہلے آخری تیاری کے لیے پانچ منٹ درکار تھے جہاں ہتھیاروں کو آخری بار چیک کیا جانا تھا۔ ریڈ صبح چار بجے کرنا تھا۔ چلنے سے پہلے اُس کے پاس دو گھنٹے اور پچیس منٹ تھے۔ یہاں بھی دس منٹ تیاری کے لیے درکار تھے۔ اُس نے جھنڈ میں پہلے سے موجود آدمیوں کو سنتری کے فرائض سونپے اور ریڈ والے گروپ کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ سب لوگ ایک کھلی جگہ بیٹھ گئے۔ وہ جانتا تھا کہ ریڈ کرنے والے لوگ قدرے کھچاؤ کا شکار ہیں۔ اُس کی اپنی بھی ایسی ہی حالت تھی کیوں کہ وہ اُن سب کو شاید ایک پھندے کی طرف لے کر جا رہا تھا جو اُس کی اہلیت پر اعتماد کرتے ہوئے، بغیر کچھ سوچے، جان کی بازی لگانے کو تیار تھے۔ اُس نے خائف سا ہو کر اپنے فیصلے کے منطقی پہلوؤں پر غور کیا تو اِس نتیجے پر پہنچا کہ اُس کا فیصلہ غلط ہوتا تو میجر بلال ریڈ کرنے کی کبھی اجازت نہ دیتے۔

دو بجے اُس نے سب لوگوں کو اکٹھا کیا اور آخری ہدایات کے بعد وہ بارڈر کے طرف چل پڑے۔ افضل نے وائرلیس پر میجر بلال کو اپنی روانگی کا پیغام دیا۔ بارڈر پر رکنے والا گروپ اُن سے پانچ منٹ پیچھے تھا۔ پونے چار بجے نامعلوم سی روشنی میں دور چند گھروں کے خاکے سے نظر آنا شروع ہو گئے۔ افضل نے اندازہ لگایا کہ وہ صحیح وقت پر ہیں اور غیر متوقع حالات والے پندرہ منٹ چلنے میں صرف ہو چکے تھے۔ چار بجنے میں دس منٹ تھے کہ اُن گھروں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ افضل کو ایک دم خیال آیا کہ کسی بھی منصوبے میں ایک ایسا غیر اہم نقطہ ہوتا ہے جو بعد میں اہم بن جاتا ہے۔ کتوں کا بھونکنا اُس کے ذہن میں تھا ہی نہیں اور ممکن تھا کہ کتوں نے اُن کے آنے کی قبل از وقت

اطلاع کردی ہو! ساتھ ہی اُسے لوگوں کے بھاگنے اور اونچی آواز میں بولنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں ۔وہ سمجھ گیا کہ آپریشن کا اچانک پن ختم ہو گیا ہے۔اُس نے لوگوں کو سیدھی قطار میں دھاوا بولنے والی ترتیب سے چلنے کو کہا۔سب کے ہتھیار تیار تھے۔افضل کے فائر کرنے سے پہلے سامنے کے دو گھروں کی چھتوں سے گولیوں کی بوچھار آئی۔اُس وقت اُس نے حفاظتی یا دفاعی اقدام اپنانا غیر ضروری جانا اور آدمیوں کو آگے بڑھتے چلے جانے کا حکم دیا۔اب اور چھتوں سے بھی گولیاں آنے لگیں۔افضل جلد سمجھ گیا کہ اندھیرے اور تھوڑا بلندی پر ہونے کی وجہ سے دشمن کا فائر قطعاً کارگر نہیں۔وہ اُسی ترتیب سے چلتے رہے۔اب گھر بہت واضح نظر آ رہے تھے اور وہ چھتوں پر لوگوں کو دیکھ سکتا تھا۔اُس نے سامنے والے گھر پر گولیوں کی بوچھار کرنے کا حکم دیا۔دو مشین گنوں، دو ہلکی مشین گنوں اور دوسرے چھوٹے ہتھیاروں نے سامنے والے گھر پر اتنی شدت سے فائر کیا کہ اُس کے دروازے کے پرخچے اُڑ گئے۔اُس گھر کے ساتھ ایک اور گھر تھا جس پر بعد میں فائر کیا گیا۔افضل نے مشین گنوں کو ارد گرد کے گھروں پر فائر کی بوچھار جاری رکھنے کو کہا اور باقی لوگوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔وہ خود مشین گنوں کے ساتھ رہا۔جب وہ لوگ ذرا دور چلے گئے تو اُنھیں رکنے اور مشین گنوں کے عملے کو رینگتے ہوئے پسپا ہونے کو کہا۔گروپ کے دوسرے لوگ اُن کی پسپائی کے دوران میں لگاتار فائر کیے جا رہے تھے۔اب چھتوں سے دوبارہ فائر شروع ہو گیا۔وہ لوگ دوبارہ منظم ہو چکے تھے اور افضل نے محسوس کیا کہ وہ اب اُن کی موثر رینج سے قدرے محفوظ ہو چکے تھے لیکن احتیاط ضروری تھی۔جب مشین گنیں باقی لوگوں کے ساتھ آ ملیں تو افضل نے ایک دفعہ پھر تمام ہتھیاروں سے گولیوں کی بوچھار کر دی۔اُس وقت وہ ٹریننگ کیمپ اور بارڈر کے درمیان میں تھے۔وائرلیس پر میجر بلال کے متعدد پیغامات آ چکے تھے کہ تیزی کے ساتھ روشنی ہو رہی تھی اور اُسے جلد از جلد واپس پہنچنا چاہیے تا کہ ہندوستانی فوج اگر اُن کا پیچھا کرے تو خاطر خواہ جواب دیا جا سکے۔

افضل رک رک کر فائر کرتے ہوئے پیچھے ہٹتا گیا۔بارڈر کے اُس طرف میجر بلال موجود تھے۔

''شاباش افضل! کامیاب آپریشن تھا۔اب جھنڈ اور بند کے درمیان کسی جگہ رکتے ہیں۔میں نے بند خالی کرا لیا ہے۔ہندوستان کا توپ خانہ کسی بھی وقت گولہ باری شروع کر سکتا ہے۔یہاں سے جلدی نکل جانا چاہیے۔''

وہ ابھی تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ ہندوستان کی توپوں نے گولہ باری شروع کر دی۔وہ راستے میں رک گئے اور چائے بنا کر پینے لگے۔دور بند پر ہندوستان کی توپیں گولے گراتی رہیں۔اُس دن میجر بلال نے افضل کو بند والی پوزیشن چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔

تیسرا حصہ

ا
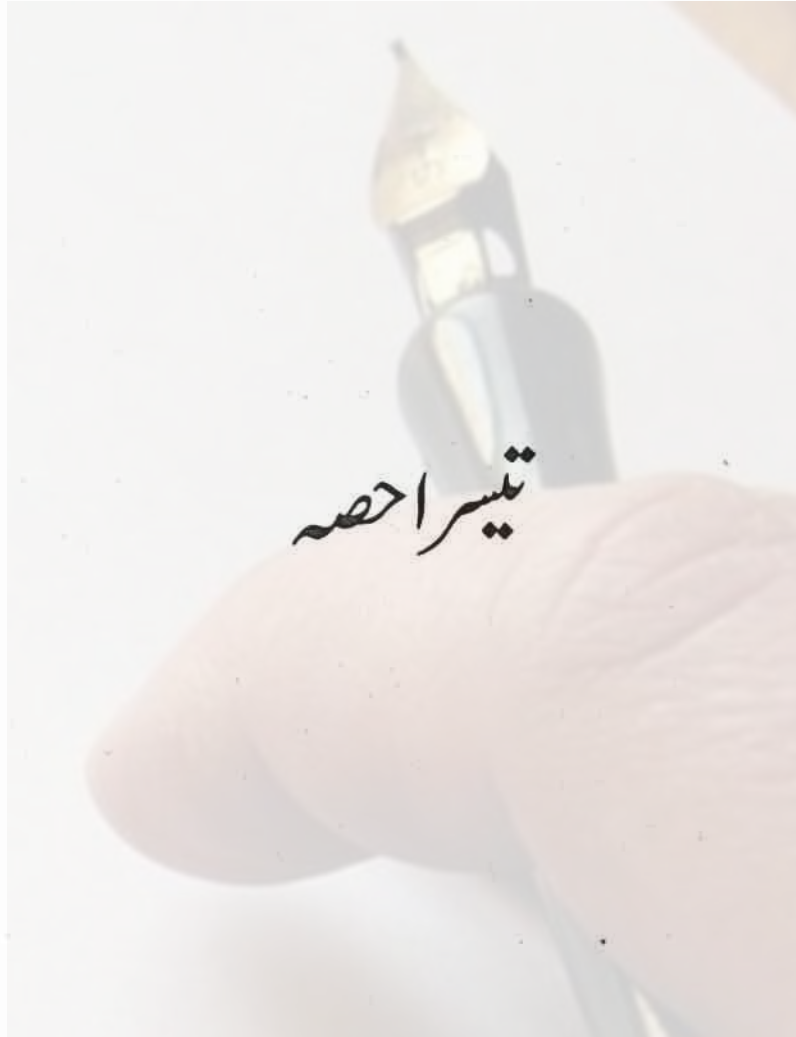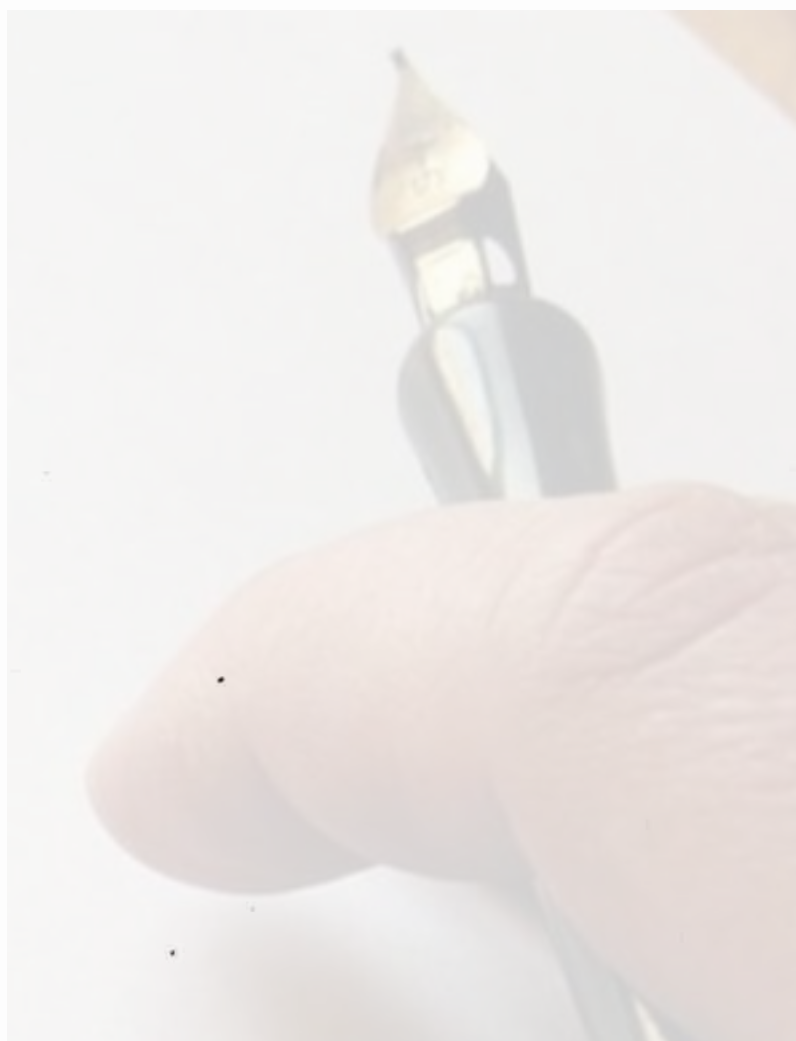
افضل کو ایک عجیب سی تھکاوٹ کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ نہیں کہ وہ پٹرولنگ اور دوسری ذمے داریوں سے جسمانی طور پر تھک گیا تھا، اِس کی وجہ ذہنی تھکاوٹ تھی۔ اُسے اپنا گھر بہت یاد آ رہا تھا اور اُس نے تھکاوٹ ہی کو اداسی کی وجہ جانا۔ وہ جب تک تازہ دم رہا، اُسے گھر کی یاد بہت کم آئی تھی۔ اُسے ہر وقت ایک کمی کا احساس رہنے لگا اور وہ جانتا تھا کہ یہ کمی ذہنی یا جسمانی نہیں تھی۔ یہ روٹین کی یکسانیت اور مستقبل کی غیر یقینی صورتِ حال کا نتیجہ تھا۔ اُسے لگا کہ وہ مشین کی طرح صرف چکر پورے کر رہا ہے اور اُسے پٹرولنگ سے کوئی دل چسپی نہیں رہی۔ وہ جانتا تھا کہ باقی آدمیوں کی بھی ایسی ہی کیفیت تھی۔ لیکن وہ مسلسل چلنا چاہتا تھا کیوں کہ تھکاوٹ کے احساس کو شکست میں تبدیل ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اُنھیں مشرقی پاکستان میں مکمل طور پر ملیامیٹ کر دیا جائے گا۔ اُن کا چلتے رہنا فرض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ بچاؤ کا بھی ذریعہ تھا۔ مگر وہ اب چلنے کے بجائے اپنے آپ کو گھسیٹ رہے تھے۔ افضل بعض اوقات محسوس کرتا کہ چند لوگ اب ہر حکم کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُن کی نظریں مغربی پاکستان پر لگی ہوئی تھیں جو اُنھیں نجات دہندہ لگتا تھا۔ مشرقی پاکستان میں حالات باکسنگ کے اُس مقابلے سے مشابہت رکھتے تھے جس میں دونوں باکسر گھورتے ہوئے ایک دوسرے کے گرد چکر کاٹتے ہیں اور مخالف کے مکا مارنے کی اہلیت پر غور کرتے ہیں۔ وہ جان گیا تھا کہ اُن میں مکا مارنے کی صلاحیت نہیں رہی۔

وہ اپنے آپ کو ملک اور خطے کی بدلتی ہوئی تاریخ کی ایک غیر اہم سی سطر سمجھ رہا تھا، ایک ایسی سطر جو تاریخ کے اہم موڑ کی نشان دہی کرتی ہو۔ وہ مشرقی پاکستان میں تجربہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تفریح کے لیے بھی آیا تھا۔ اُس نے چند مہینوں میں جتنا کچھ دیکھ اور سیکھ لیا تھا، وہ سالہا سال میں بھی نہ سیکھ سکتا تھا۔ وہ عسکری اور انتظامی کل معاملات میں مغربی پاکستان میں متعین اپنے ہم عصروں سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ افضل جب ڈھاکہ کے ائیرپورٹ پر اترا تو ایک ناتجربہ کار نوجوان افسر تھا لیکن آج وہ عسکری

اور انتظامی دولت سے مالا مال تھا۔ اُسے ایمبوش لگانے اور دشمن کے ایمبوش سے بچ نکلنے کے طریقے آ گئے تھے۔ وہ نفری کی غیر مناسب طور پر تھوڑی تعداد ہونے کے باوجود اپنے ذرائع سے زیادہ حد تک آپریٹ کر سکتا تھا۔ وہ انسانی نفسیات کی متعدد پیچیدگیوں کو جان گیا تھا، وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ خوف ایک بے وجود قسم کا احساس ہے جو ڈیپریشن کے اوقات میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ اُس نے موت کو قریب سے دیکھا تھا..... اتنا قریب سے کہ بعض اوقات وہ خوف زدہ ہو جاتا۔ وہ اپنے اردگرد گولیوں کی شوکر سن سکتا تھا۔ اُن گونجتی ہوئی گولیوں میں سے کوئی بھی اُسے اپنی زد پر رکھ سکتی تھی لیکن وہ ہر بار بچ جاتا۔ وہ زندگی اور موت کے بیچ نظر نہ آنے والے خط کو بار بار دیکھ چکا تھا۔ اب یہ خط اُس کے لیے بہت واضح ہو گیا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ اس خط کے پیچھے جتنا چھپا جائے، یہ اُتنا ہی دھندلا ہوتا چلا جاتا ہے، اور اگر اسے پار کر لیا جائے تو یہ خود بخود ایک آڑ بن جاتا ہے۔

افضل کے ذہن میں بار بار گاؤں میں اُس کا چھوٹا سا صحن آتا جہاں پورا خانوادہ ٹرانسسٹر ریڈیو پر بی بی سی کی خبریں اور تبصرے سن رہا ہوگا۔ اُس کا جی کرتا وہ کسی طرح، جیسے بھی ممکن ہو، چند لمحوں کے لیے ہی سہی، وہاں پہنچ جائے اور اُن کے تبصرے سن سکے۔ اُس کے گھر میں رات آٹھ بجے سے لے کر نو بجے تک بہت اہم وقت ہوتا تھا۔ گھر کی عورتیں خاموشی سے اپنے کام میں لگی ہوتیں اور ادھر اُدھر جاتے ہوئے مردوں کی طرف اشارے کرتے ہوئے مسکراتیں۔ بچے آدمیوں کے چہروں پر سنجیدگی کو خوف اور دلچسپی سے دیکھتے۔ وہ سب ماحول کی گھمبیرتا کے تلے دبے ہوتے۔

اُس کے مانگے ہوئے کینوس کے بوٹ بھی پھٹ گئے تھے۔ یہی حال اُس کی وردیوں کا تھا۔ شروع ہی میں وہ جان گیا تھا کہ اُس کے سگریٹ اور ماچس پسینے کی کثرت کی وجہ سے ہر وقت گیلا رہیں گی اور سگریٹ کا ذائقہ تبدیل ہو جائے گا۔ اُس نے سگریٹ، سگریٹ کیس میں رکھنا شروع کر دیے اور ماچس کی جگہ لائٹر استعمال کرنے لگا۔ وردی کی پتلونوں کی جیبیں پھٹ چکی تھیں۔ وہ بے خیالی میں سگریٹ کیس اور لائٹر جب بھی جیب میں ڈالتا، دونوں جیب سے باہر سرک کر ٹانگ کو چھوتے ہوئے زمین پر آ رہتے۔ اب وہ اُنھیں ایس ایم جی کے میگزین کے ساتھ رکھنے لگا۔

وہ جب کبھی اپنا ٹرنک کھولتا، اُس کے کونوں، کا ڈرائے کی پتلون، دونوں قمیصوں اور مکیسن پر کائی کی لکیر پاتا۔ وہ فوراً ٹرنک کو دھوپ میں رکھواتا اور ان چیزوں کی صفائی میں جت جاتا۔ یہ وہ لمحے تھے جب اُسے اپنی ماں شدت سے یاد آتی۔ وہ کبھی کبھار، شام کو یہ لباس پہن کر رات کا کھانا کھاتا۔ ایسا کرتے ہوئے اُسے عجیب قسم کی شکست کا احساس ہوتا کہ شاید وہ زندگی کے عام معمولات میں یہ لباس دوبارہ نہ پہن سکے۔

۲

ایک دن افضل کو گیٹ پر مرشد علی کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش ہوا کہ مرشد علی کے ساتھ کچھ عرصہ گپ رہے گی۔ اُس نے عاشق کو بلایا:

''مرشد علی شاید باہر آیا ہے۔ اُسے بلالاؤ اور گیٹ والے گارڈ کو بتا کر آؤ کہ وہاں شور نہیں ہونا چاہیے۔''

تھوڑی دیر کے بعد عاشق اکیلا ہی واپس آیا:

''سر! مرشد علی کے ساتھ ایک عورت ہے اور وہ اُسے ساتھ لانا چاہتا ہے۔''

افضل اُلجھن میں پڑ گیا: یہ عورت کون تھی؟ کیا اُسے سکول کے محدود علاقے میں آنے دیا جائے یا وہ اُسے اپنے کمرے میں ملے؟ کیا اُس عورت سے ملنا ضروری ہے؟ یک بارگی افضل نے عورت سے نہ ملنے کا فیصلہ کر لیا لیکن اُس کے اندر ایک چبھن سی رہی۔

''مرشد علی کو بتاؤ کہ جب تک مجھے ملاقات کی وجہ کا پتا نہیں چلتا، میں نہیں مل سکتا۔''

عاشق گیٹ کی طرف چلا گیا۔ مرشد علی کا شور پھر سنائی دینے لگا۔ افضل نے پلاٹون جے سی او کو بلایا اور کہا:

''صاحب! معلوم کریں، کیا بات ہے!''

جے سی او نے واپس آنے میں کچھ دیر لگا دی۔ وہ جے سی او کے اتنی دیر کرنے پر قدرے برہم ہو رہا تھا۔ اُس نے سگریٹ سلگا کر انتظار کرنا شروع کر دیا۔ باہر سے مسلسل آوازیں آ رہی تھیں۔ ان آوازوں کے لب و لہجے سے گفتگو کا موضوع جان لینا مشکل تھا۔ آوازیں اُس کے لیے ایک اسرار سا بنتی جا رہی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر گیٹ کی طرف چل پڑا۔

افضل کو آتے دیکھ کر گیٹ پر آوازیں ختم ہو گئیں۔ جے سی او تیز تیز قدموں سے اُس کی طرف

چل کر آیا مگر وہ متجسس سا آگے بڑھتا گیا۔

''سر! آپ وہیں ٹھہریں۔ میں سارا معاملہ طے کر کے رپورٹ کرتا ہوں۔''

افضل سی ان سی کر کے آگے بڑھ گیا اور اُس نے باہر جھانکا۔ گیٹ کے باہر سڑک پر ایک پلیا تھی جس پر مرشد علی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا تنکا تھا جسے وہ دانتوں میں پھیر رہا تھا۔ اُس سے ذرا ہٹ کر ایک جوان عورت کھڑی تھی۔ وہ اُس کے چہرے کو ایک طرف سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ اُسے خوش شکل لگی۔ افضل نے دونوں کو ایک نظر دیکھا اور اُن سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔

''صاحب! ان دونوں کو میرے کمرے میں لے چلیں۔ آپ بھی وہیں ٹھہریں گے۔''

افضل نے قطعیت سے کہا اور کسی کے جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے کی طرف چل پڑا۔ یہ ساری حالت اُس کے لیے دل چسپ سی بنتی جا رہی تھی۔ اُس نے میر سدا کو برآمدے میں تین کرسیاں رکھنے کو کہا اور خود اندر چلا گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اُن کے کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد باہر آئے تا کہ اُنھیں اُس کے آنے پر اُٹھنا پڑے۔ کمرے میں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد وہ باہر نکل آیا۔ مرشد علی نے اُسے دیکھ کر نہ تو خوشامدانہ گرم جوشی اور نہ ہی اشتیاق کا اظہار کیا۔ افضل کو اُس کے چہرے پر ایک طرح کی جارحیت نظر آئی۔ عورت اُسی طرح چہرہ ایک طرف کیے ہوئے تھی۔ پلاٹون جے سی او دوسری طرف ایک قسم کے کھچاؤ میں کھڑا تھا۔ افضل نے عورت کو بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر وہ کھڑی رہی۔

''کپتان صاحب، ایک ظلم کیا گیا ہے!''

مرشد علی نے رونا شروع کر دیا۔ عورت نے اُسے بنگالی میں ڈانٹا۔ افضل کو اُس کے لہجے میں اختیار و اقتدار اور طاقت نظر آئی۔ مرشد علی ایک دم سہم گیا اور کھسیانہ سا ہو کر عورت کی طرف دیکھنے لگا۔ عورت نے پہلی مرتبہ افضل کی طرف منہ کیا۔ وہ ہلکی سی سانولی رنگت والی عورت تھی جس کے چہرے کے نقوش اُس کے جسم کی طرح بھرے ہوئے تھے۔ وہ ایسا چہرہ تھا جسے دیکھ کے لگتا کہ اُس کے ساتھ شناسائی ہے۔ افضل کو اُس کی آنکھوں میں ایک شدت کا احساس ہوا۔ اُسے لگا کہ وہ ہر وقت سوچتی رہتی ہے کیوں کہ اُس کے ماتھے پر دو مستقل لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ اُس عورت نے چھوٹے سے برآمدے کے کشیدہ ماحول کو اپنی شخصیت کے بوجھ تلے دبا دیا تھا۔ پلاٹون جے سی او خائف سا لگ رہا تھا۔ مرشد علی کی وہاں کوئی اہمیت نہیں تھی اور افضل بھی کم اعتمادی کا شکار تھا۔

افضل کرسی پر بیٹھ گیا اور اُس نے سگریٹ سلگا کر عورت کو کرسی پر بیٹھنے کے لیے پھر اشارہ کیا۔

''میں بیٹھنے نہیں آئی۔''

افضل نے سگریٹ پاؤں کے تلے بجھا دی ۔ وہ سمجھ گیا کہ معاملہ اُس کی پوری توجہ مانگتا ہے۔ اُس نے نیا سگریٹ سلگایا اور عورت کی طرف دیکھا۔

''میں صوبیدار کو مختصر اً بتا چکی ہوں ۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں ۔''

افضل نے صوبیدار کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے بوٹوں کے درمیان میں زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے کو دیکھ رہا تھا۔ افضل کو لگا کہ عورت کی بات کے وزن نے اُس کی گردن کو جھکا دیا ہے۔ اُس نے واپس عورت کی طرف دیکھا۔ وہ افضل کو دیکھ رہی تھی۔

''آج صبح دو فوجیوں نے مجھے ریپ کیا ہے۔''

ایک لمحے کے لیے افضل کو ہر چیز گھومتے ہوئے نظر آئی۔

افضل نے سوچا کہ عورت الزام بھی لگا سکتی ہے لیکن اُسے اُس کے لہجے میں ایسی سچائی نظر آئی کہ عورت کو جھوٹی کہنا سراسر غلط لگا۔ جے سی او کی خاموشی بھی عورت کی سچائی کا ثبوت تھی۔

افضل کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُسے جنسی تشدد کا نشانہ بنائی گئی عورت کی موجودگی میں بیٹھنا ایک اور نا انصافی لگا۔ وہ ایک عجیب سے مخمصے میں پڑ گیا۔ عورت کے الزام کی حقیقت کا کیسے پتا چلے! ملزموں کا پتا کیسے چلایا جا سکتا ہے! کیا ملزم اپنے جرم کو قبول کر لیں گے؟

افضل نے محسوس کیا کہ عورت اُسے متواتر دیکھے جا رہی تھی۔ یہ بھی ایک عجیب سی حالت تھی..... کیا وہ اُس کا ردِ عمل دیکھنا چاہتی تھی یا کیا اُس کے کوئی اور عزائم تھے! افضل کے لیے اُس کی نظر ایک اُلجھن بنتی جا رہی تھی۔ اُس نے فوری طور پر معاملے کو نپٹانے کا فیصلہ کیا۔

''صاحب، کیا آپ اس الزام کو درست سمجھتے ہیں؟''

''مجھے تھوڑا وقت چاہیے!''

افضل نے اثبات میں سر ہلایا۔ جے سی او نے سیلوٹ کیا اور عورت کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے دفتروں کی طرف چلا گیا۔

مرشد علی نے عورت کے ساتھ کوئی بات کی۔ عورت نے اثبات میں سر ہلایا۔ مرشد علی نے گلا صاف کر کے افضل کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

''سر! یہ کرسی پر بیٹھنا چاہتی ہیں۔'' افضل نے آگے بڑھ کر اُسے کرسی پیش کی اور وہ زیرِ لب کچھ بڑبڑاتے ہوئے بیٹھ گئی۔

''سر! یہ کیپٹن امین الدین کی چھوٹی بہن ہیں۔''

کیپٹن امین الدین فوج کی ملازمت سے بھگوڑا ہو کر مکتی باہنی کے ساتھ جا ملا تھا۔ افضل اس بات کے علاوہ اُس کے خاندان کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اُس نے کبھی جاننے کی کوشش کی تھی۔ اُس کے دل میں کیپٹن امین الدین کے لیے کوئی ہمدردی نہیں تھی لیکن آج اُسے اُس کی بہن کے ساتھ ایک دم ہمدردی محسوس ہوئی۔ دکھ کی بات یہ تھی کہ اُس کے ساتھ فوج کے دو آدمیوں نے زیادتی کی تھی۔ امین الدین شاید اُس کے خلاف آپریشنز کی منصوبہ بندی کر کے اُنھیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہو لیکن وہ پاکستان کی فوج کا ایک افسر رہ چکا تھا اور یہ اُس کی بہن تھی۔ اچانک وہ اُسے اپنی سی لگی۔ میجر بلال کمپنی کمانڈر تھے اور اُن کی پالیسی تھی کہ عورتوں کو کبھی چھوا تک نہ جائے اور آج اُن کی کمپنی کے دو آدمیوں پر ایک عورت کی عزت لوٹنے کا الزام تھا۔

''اگر شناخت پریڈ ہو تو کیا آپ ملزمان کو پہچان سکیں گیں؟''

عورت نے چونک کر افضل کی طرف دیکھا۔ افضل کو ایک دم احساس ہوا کہ اُسے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔ اُسے پہلی مرتبہ اُس عورت کے کمزور اور بے بس ہونے کا احساس ہوا۔ اُسے اُس کی نظر میں شکست نظر آئی۔ پیشتر اس کے کہ وہ کچھ کہہ سکتا، عورت نے رونا شروع کر دیا اور اُس کی گھگی بندھ گئی۔ پھر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اُس نے مرشد علی سے کچھ بات کی۔ مرشد علی نے التجا بھرے لہجے میں جواب دیا۔ وہ واپس بیٹھ گئی۔ افضل کو اُس عورت کے غرور کے چکنا چور ہونے پر ترس آیا۔ اُسے عورت کے وہاں آکر الزام لگانے کا اقدام اچھا لگا تھا۔ اُسے اُس کی ہمت اور حوصلے کی داد دینا پڑی۔ اب اچانک اُس کے اندر کمزور عورت کا ظہور بھی اچھا لگا۔ وہ جان گیا کہ وہ بہادر ہوتے ہوئے بھی اُس مشکل سچویشن سے نبرد آزما نہیں ہو سکتی تھی۔

''کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟''

''آپ کو زبردستی کرنے کا حق ہے۔ درخواست کیوں کرتے ہیں؟ میرا نام یاسمین ہے۔''

افضل نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

۳

پلاٹون جے سی او ایک لانس نائیک اور سپاہی کو لے کر آ گیا۔ اُن تینوں کو آتے دیکھ کر یاسمین کھڑی ہوگئی۔ یہ دونوں صبح کے پٹرول میں شامل تھے، اور ہمیشہ کی طرح افضل نے پٹرول کو، جانے سے پہلے بریفنگ دی تھی۔ اُس کی بریفنگ میں کسی کے گھر میں گھسنے کی اجازت نہیں تھی۔ افضل نے محسوس کیا کہ دونوں کی چال میں اعتماد تھا..... یا تو وہ ملزم نہیں تھے اور یا اُن کو نتائج کی پروا نہیں تھی۔ اُس نے ایک نظر یاسمین کو دیکھا۔ یاسمین اُسے کچھ پریشان سی دکھائی دی۔ وہ اس پریشانی کی وجہ سمجھ سکتا تھا۔ اُس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی یا نہیں مگر اس وقت وہ اُن دونوں آدمیوں کا سامنا کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ اُس کے ذہن میں میجر بلال کی بات گونج رہی تھی کہ ان عورتوں نے دشمنوں ہی کو جنم دینا تھا۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ انھیں چھونا غیر اخلاقی اور غیر قانونی ہے۔ ہر حال میں اُسے اس عورت کے ساتھ ہمدردی سی ہو رہی تھی۔ لب و لہجے سے وہ تعلیم یافتہ لگ رہی تھی اور جو الزام وہ لگا رہی تھی، خواہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ ہو، ایک مشکل کام ضرور تھا۔ اس کے لیے ذہنی برتری اور اخلاقی جرأت کی ضرورت تھی جو اُسے یاسمین میں نظر آئی۔

وہ تینوں سیلیوٹ کر کے کھڑے ہو گئے۔

افضل وہاں ایک ایسا تناؤ محسوس کر رہا تھا جو ہر ایک کے لیے مختلف شکل لیے ہوئے تھا۔ اُسے یاسمین کے الزام کی صحت کو دیکھنا تھا۔ دونوں ملزم بظاہر بے گناہ نظر آ رہے تھے، اُس نے اُن کی معصومیت کا فیصلہ کرنا تھا، اگر وہ بے گناہ ثابت ہو جاتے تو یاسمین کے ساتھ رویے کا تعین کرنا تھا، اور اگر اُنھوں نے زیادتی کا ارتکاب کیا ہو تو اُن کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کر کے یاسمین کو ذہنی طور پر بحال کرنا تھا۔

افضل نے اپنی سوچ کو متوازن رکھنے کے لیے لمبی سانس لے کر آکسیجن کو اپنے خون میں شامل ہونے دیا۔ چند لمحے وہ ساکت کھڑا رہا اور پھر کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے جے سی او کو باقی کرسیاں ہٹا دینے کو کہا۔ اب باقی کے سب لوگ ایک ہی سطح پر تھے۔

افضل اُس وقت بولنا نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا لب ولہجہ کہیں عدم اعتمادی کی چغلی نہ کھا جائے۔ اُس نے جے سی او کی طرف دیکھا۔ اُس کی نظروں میں سوال تھا۔ جے سی او نے اپنے بوٹوں کے درمیان کی مختصر سی زمین سے نظریں اُٹھائیں: ''سر، میں نے ان دونوں سے تفتیش کی ہے۔ یہ اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ بات کو ختم کر دیا جائے۔''

افضل سکتے میں آ گیا۔ اُسے اُن دونوں کے جرم سے زیادہ جے سی او کی دیدہ دلیری پر غصہ آیا۔ اُسے لگا کہ وہ بھی اُن کے جرم میں برابر کا شریک تھا۔ وہ عزت لوٹنے والوں کو بچا کر بات ختم کرانا چاہتا تھا جب کہ قانون اور اخلاق کے تقاضے اس کے برعکس تھے۔ جے سی او نے اُس کے عدم اعتماد کے احساس کو ختم کر دیا تھا۔

''صاحب، ان دونوں کو گرفتار کر لیں۔''

افضل کو اپنی آواز میں اعتماد کا غرور محسوس ہوا۔ اُسے لگا کہ کچھ دیر پہلے کے تناؤ کی رسی اپنے آپ ٹوٹ گئی ہے۔

''سر، اس گرفتاری سے آدمیوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔''

''صاحب، آپ چاہتے ہیں کہ ان کے حوصلے بلند رکھنے کے لیے میں پیر گنج کی عورتوں کو زیادتی کا شکار ہونے دوں۔''

''سر، اب سے میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں۔ صرف ایک بار معافی دے دیں۔ میں ان سے بھی درخواست کرتا ہوں۔'' اُس نے یاسمین کی طرف اشارہ کیا، ''ویسے ان کا خاندان پاکستان کو ختم کرنے کے منصوبوں پر کام کر رہا ہے۔''

''وہ طے کرنا آپ کا کام نہیں.....''

''سر'' جے سی او نے افضل کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''اس کے علاوہ اکبر این سی او بھی ہے۔ اُسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔''

''صوبیدار صاحب! ان دونوں کو گرفتار کریں اور میں میجر بلال کو کہہ کر آپ کو آج ہی تبدیل کرا رہا ہوں۔''

افضل، یاسمین کو ساتھ لے کر گیٹ کی طرف چل پڑا۔ اُسے یاسمین مطمئن نظر آئی۔

گیٹ کے پاس افضل رُک گیا۔

''ان کے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہیں برتی جائے گی۔'' افضل نے یاسمین کو یقین دلایا۔

''آئی وِل ناٹ تھینک یو۔''

۴

گیٹ سے افضل سیدھا اپنے دفتر میں گیا اور اور اُس نے میجر بلال کو ٹیلی فون کیا:

''سر، آج صبح اکبر اور گلزار نے کیپٹن امین الدین کی بہن کو ریپ کیا ہے۔''

''یہ کیپٹن کون سا مسخرہ ہے؟''

''یہ یہاں ساتھ ہی کا رہنے والا ہے اور آج کل مکتی باہنی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔''

''اس میں کوئی شک تو نہیں؟'' میجر بلال کا لہجہ بدل گیا۔

''نہیں سر۔ میں چاہوں گا کہ آپ پلاٹون جے سی او کو آج بدل دیں۔''

''ھووں! اُن دونوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟''

''جے سی او کو اُنھیں گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے۔''

''ٹھیک کیا ہے۔ جے سی او کو تبدیل کرنے کا کومٹ کر چکے ہو؟''

''جی سر!''

''تمھیں چند روز جے سی او کے بغیر کام کرنا ہوگا۔ اُسے تیار رہنے کا حکم دے دو۔ میں تھوڑی دیر میں پہنچتا ہوں اور تینوں کو ٹھاکر گاؤں لے جاؤں گا۔ صوبیدار کو بٹالین میں کہیں ایڈجسٹ کر دیا جائے گا اور ان دونوں کا سمری کورٹ مارشل کرواؤں گا۔ لڑکی کا کیا ردِعمل تھا؟''

''وہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔ یہ بھی کہہ گئی کہ آئی ول ناٹ تھینک یو۔''

''ڈپی کل بنگو بچ!''

اور فون بند ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد جے سی او آ گیا۔

''سر، اُن کو ہتھ کڑی لگا دی گئی ہے! پوری پلاٹون کے حوصلے ایک دم پست ہو گئے ہیں۔ آپ

ہمارے کمانڈر ہیں۔ آپ کے حکم پر سب نے جان دینی ہے جو بہت بڑا اعزاز ہے۔ آپ بھی فراخ دلی کا مظاہرہ کریں!''

افضل نے اُس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا:

''میجر صاحب آرہے ہیں۔ آپ بھی سامان باندھ لیں۔ آپ تینوں اُن کے ساتھ ٹھاکر گاؤں جائیں گے۔''

صوبیدار سکتے میں آ گیا۔ وہ کچھ دیر کھڑا پاؤں ملتا رہا اور پھر دفتر سے باہر چلا گیا۔

افضل کو اس واقعے میں صوبیدار کا کردار عجیب سا لگا۔ کیا گلزار اور اکبر صبح جاتے ہوئے اُس سے مشورہ کر کے گئے تھے یا وہ انہیں بچانے کی کوشش میں اپنا نقصان کر بیٹھا؟ اُس نے سوچا کہ یہ دونوں باتیں درست ہوسکتی ہیں۔ زیادہ یہ امکان تھا کہ جے سی او اس جرم کی مشاورت میں شامل ہو۔ ایک نائیک اور ایک سپاہی اپنے طور پر اتنا بڑا اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اُنہوں نے یاسمین کے ردِعمل کا غلط اندازہ لگایا ہو اور اُن کا خیال ہو کہ وہ اس زیادتی کو خاموشی سے سہہ جائے گی تا کہ بہت سے لوگوں کا اُس کے گھر آنا جانا ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یاسمین، مرشد علی کے ساتھ شکایت لے کر پہنچ گئی۔ مرشد علی کیا یاسمین کے ساتھ مستقل رابطے میں تھا؟ یہ اب یقینی تھا کہ وہ یاسمین کو پلاٹون کے بارے میں اطلاعات پہنچاتا ہوگا جو وہ اپنے بھائی کو دیتی ہوگی۔ کیا مرشد علی کے ساتھ مزید رابطہ رکھنے کی ضرورت ہے؟ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مرشد علی اس کے لیے معمول کی یکسانیت سے وقتی فرار کا واحد ذریعہ ہے اور اس رابطے کے بغیر وہ شاید شدید گھٹن کا شکار ہو جائے۔ وہ اُس کے ساتھ بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتوں میں دل بہلا لیتا تھا۔

یہ بھی ممکن تھا کہ مرشد علی سکول کی اندرونی حفاظت کا نقشہ یاسمین کو دے چکا ہو اور مکتی باہنی والے مناسب وقت پر اِس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ موجودہ حالات میں سکول کی اندرونی حفاظت کے لے آوٹ کو بدلنا ممکن نہیں تھا۔ ہر طرح سے مکمل نظام اپنانے کے لیے پلاٹون کو نئی جگہ پر لے کر جانا پڑے گا۔ افضل نے فیصلہ کیا کہ وہ میجر بلال سے منظوری حاصل کر کے جلد ہی پلاٹون کو سکول سے کسی اور جگہ منتقل کر دے گا۔

اُسی وقت میجر بلال آ گئے۔ افضل دفتر سے باہر جا کر اُن سے ملا۔

''اُن دونوں کا بلاؤ۔''

افضل نے تھوڑے فاصلے پر کھڑے عاشق اور میر سدا کو اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اکبر اور

گلزار کو اُس کے دفتر کے باہر لایا گیا۔ افضل نے پلاٹون حوالدار کو دونوں کو اندر لانے کو کہا تو اُنہیں مارچ اِن کیا گیا۔ میجر بلال اُس کی کرسی پر بیٹھے تھے۔ وہ جب کبھی اُس کے دفتر میں آتے، افضل کی کرسی پر بیٹھنے سے انکار کر دیتے۔ وہ ہمیشہ یہی کہتے:

''دفتر اور کرسی تمہارے ہیں۔ میں سامنے مہمان والی کرسی پر بیٹھوں گا۔'' اور وہ سامنے بیٹھ جاتے مگر آج افضل کو مہمان والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا تھا۔

میجر بلال اور افضل پلاٹون کی تفتیشی کمیٹی کا حصہ بن گئے۔ افضل کو ہر سوال اور جواب تحریر کرنا تھا۔ دونوں ملزموں کو باہر بھیج کر پہلے اکبر کو اندر لایا گیا۔ اکبر سے اُس کا نمبر، نام، ولدیت اور مستقل پتا معلوم کیا گیا۔

میجر بلال نے کارروائی کا آغاز کیا۔ اُنہوں نے اکبر سے حلف لیا کہ وہ سچ کے سوا اور کوئی بات نہیں کرے گا۔ اُنھوں نے اُسے اُس کا حق سمجھایا کہ وہ اگر کوئی بیان نہیں دینا چاہتا تو اُسے اختیار حاصل ہے کیوں کہ سمری کورٹ مارشل کے دوران میں یہ بیان اُس کے خلاف استعمال ہو سکتا تھا۔

''تم کچھ کہنا چاہو گے؟''

''سر!''

''تمہاری ہر بات لکھی جا رہی ہے۔'' میجر بلال نے افضل کی طرف اشارہ کیا۔ اکبر نے افضل کی طرف دیکھا تو دونوں کی نظریں ملیں۔ افضل، اکبر کی نظر کا تاثر نہ پڑھ سکا۔

''رات کو گلزار اور میں نے اس کام کا پروگرام بنایا۔ ہم صبح شام ایک ہی معمول کی زندگی سے تنگ آ چکے تھے۔ اس عورت کو ہم نے کئی مرتبہ اپنے گھر کے باہر بیٹھے دیکھا تھا۔ جب بھی ہم اُس طرف جاتے تو ساری آبادی بھاگ جاتی، صرف یہ اپنے گھر کے باہر بیٹھی رہتی۔ ہم پاس سے گزرتے تو ہمیں ایسے دیکھتی جیسے ہمارا مذاق اُڑا رہی ہو۔ اس کے بڑے بھائی جو ہماری فوج میں کپتان صاحب تھے، باغیوں سے جا ملے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ پلاٹون پر حملے یا ایمبوش اُن کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ ہم نے حساب برابر کرنے کا فیصلہ کیا۔ گلزار پٹرول کمانڈر تھا۔ پٹرول میں کل چار آدمی تھے۔ ہم نے سرسری سا چکر لگا کر دو گھنٹوں میں واپس آ جانا تھا۔ اُن لوگوں کی بستی کے پاس گلزار نے منصوبے کے مطابق پٹرول کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ہم دونوں اُس کے گھر کی طرف اور باقی دونوں آدمیوں نے دوسری طرف چکر لگا کر بستی کے باہر ملنا تھا۔ وہ اپنے گھر میں کام کر رہی تھی۔ ہم اندر داخل ہوئے تو اُس نے شور مچایا نہ مزاحمت کی۔'' میجر بلال نے اکبر کو ٹوکا:

''کیا تم نے دوسرے دو آدمیوں کو بھی بتایا؟''

''نہیں سر! ہم نے کچھ عرصہ اسے راز رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر ہم نے وہاں اور لوگوں کو بھی بھیجنا تھا۔''

افضل کو ایک عجیب قسم کی بے چینی کا احساس ہونے لگا۔ اُسے یہ سب ایک فارس محسوس ہوا اور اُس کا جی چاہا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائے۔ اُسے یہ عورت ایک سستی اور بے وقعت جنس لگی جو اپنے بھائی کی غداری کی ذمے دار ہے اور اس جرم کی سزا گردن اُٹھا کر قبول کرتی ہے۔ شاید بھائی کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ اُس کے جرم کی سزا اپنے جسم اور سوچ پر سہتی رہی ہے!

''تم لوگوں نے کبھی سوچا تھا کہ وہ عورت سارے حقائق سامنے لے آئے گی؟'' افضل نے اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

''میرے ذہن میں آیا تھا لیکن گلزار نے میری سوچ سے اتفاق نہ کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ ایسے معاملے کو سامنے لانا کسی بھی عورت کے لیے بہت مشکل ہے۔ اس لیے ہم لوگ اتنا ہی محفوظ تھے جتنا وہ مغربی پاکستان کی عورتوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے۔''

میجر بلال نے ہاتھ کے اشارے سے افضل کو خاموش کرایا:

''میرے احکام تھے کہ یہاں کی ہر عورت کی عزت کے ہم ذمے دار ہیں، اس بات کی پروا کیے بغیر کہ ان لوگوں نے کیا کیا۔ تم دونوں نے حکم عدولی کی!''

''ہم سمجھے تھے کہ یہ معاملہ چھپا رہے گا۔''

''اپنا جرم قبول کرتے ہو؟'' میجر بلال نے پوچھا

''سر!''

میجر بلال نے افضل کی طرف دیکھا۔

''کیا یہ بات صوبیدار الیاس کے علم میں تھی؟'' افضل نے پوچھا۔

اکبر خاموش رہا۔

''کیا وہ بھی منصوبے میں شامل تھا؟''

''میرے خیال میں نہیں۔ لیکن گلزار نے اُسے اتنا ضرور بتایا تھا کہ ایک عورت اُس کے اعصاب پر سوار ہے۔''

''پھر؟'' میجر بلال نے پوچھا۔

''الیاس صاحب نے مشورہ دیا تھا کہ وہ ٹھنڈی کر کے کھائے۔''
افضل پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا وہ ٹھنڈی کر سکے!
میجر بلال نے افضل کو اکبر کا بیان پڑھ کر سنانے کو کہا۔افضل جب پڑھ چکا تو میجر بلال بولے:
''کوئی ایسی بات جو تم نے کہی نہ ہو اور لکھ دی گئی ہو یا تم کہنا چاہتے ہو؟''
''میں غلطی کو مانتا ہوں اور معافی کی درخواست کرتا ہوں۔''
''مارچ آف۔'' میجر بلال نے پلاٹون حوالدار کو حکم دیا۔
پلاٹون حوالدار اندر آیا تو میجر بلال نے حکم دیا:
''مارچ اِن نائیک گلزار!''

۵
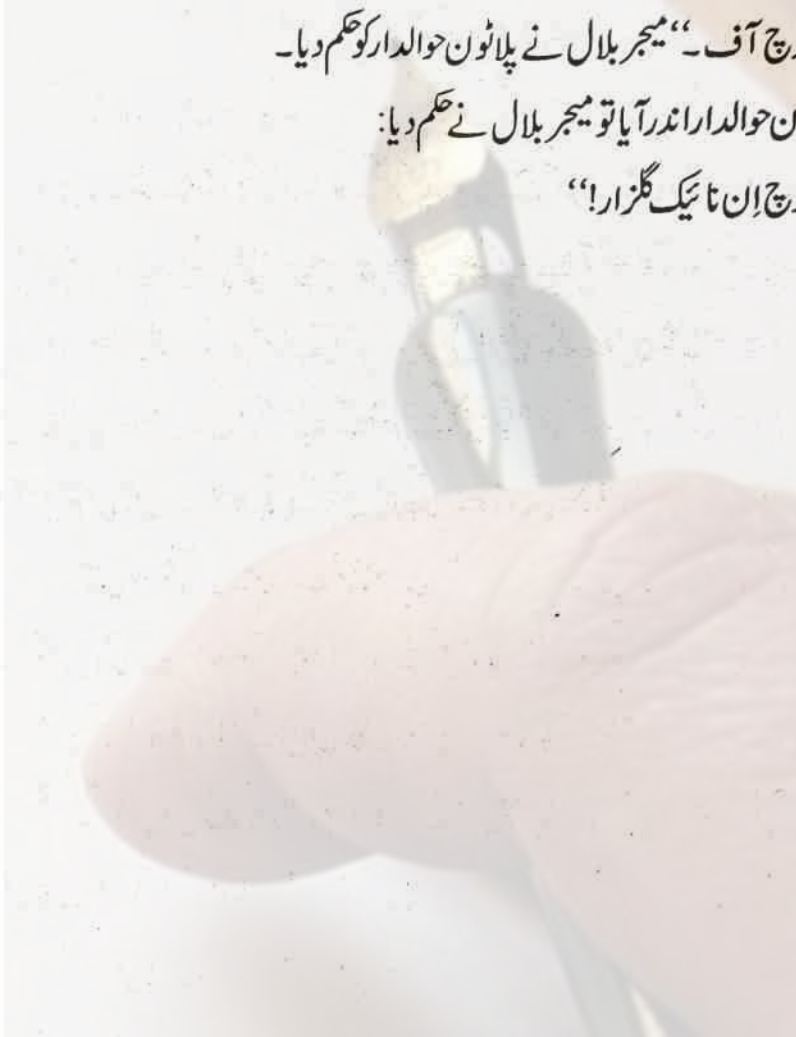
گلزار کو مارچ اِن کیا گیا۔

اکبر کے مقابلے میں گلزار خائف نظر آیا۔ اُس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی رونا شروع کر دیا۔ افضل گھبرا گیا۔ اُسے کیپٹن غفار کی موت کی خبر سننے پر اپنے آنسو اور صابر کی موت پر میجر بلال کی کیفیت یاد آ گئی۔ کیپٹن غفار اور صابر نے اپنے فرض کی ادائی کے دوران میں موت کو گلے لگایا تھا۔ گلزار نے ایک ایسا جرم کیا تھا جس کے ارتکاب کے خلاف کمپنی کمانڈر کے بہت واضح احکام تھے۔ افضل کے علم میں تھا کہ اکثر یونٹوں میں ایسے معاملات کو اتنی سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا۔

''سر میں معافی کی درخواست کرتا ہوں۔''

میجر بلال نے حوالدار میجر کو ڈنڈا لانے کو کہا۔

''یہ دیکھتے ہو؟ مار مار کے جان نکال دوں گا۔ رونا بند کرو!''

گلزار تھوڑی دیر کے بعد خود پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ میجر بلال نے اُسے اُس کے قانونی حقوق بتائے اور افضل کو کاغذ اور قلم سنبھالنے کو کہا۔

''تم پٹرول کمانڈر تھے؟''

''جی سر!''

''کیا اُس گھر میں جانا تمہارے اُس دن کے ٹاسک کا حصہ تھا؟''

''نہیں سر!''

''تو پھر وہاں کیوں گئے؟''

''ہم یہاں سے وہاں جانے کا سوچ کر گئے تھے۔''

''وہاں جانے کا مقصد کیا تھا؟''

گلزار خاموش رہا۔

''دیکھو گلزار! اب سچ چھپانا اور بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ وہاں جانے کا مقصد کیا تھا؟''

''سر مجھے وہ عورت اچھی لگنے لگی تھی۔ اُس کے اندر ایک چیلنج تھا۔ اُس کی آنکھوں میں ہمیشہ ایک طاقت نظر آتی جسے ختم کرنا میرے لیے ضروری بن گیا۔ اگر میں اُس طاقت کو ختم کرنے کی کوشش نہ کرتا تو شاید ذہنی توازن کھو بیٹھتا۔''

کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی۔

''اگر ایسی بات تھی تو کیا اجتماعی زیادتی ضروری تھی؟''

''تھی بھی اور نہیں بھی سر!''

''وہ کیسے؟''

''میں اکیلا اُس گھر میں نہیں جا سکتا تھا۔ کئی واقعات ہو چکے ہیں جہاں گھر میں جانے والے اکیلے آدمی کو مار دیا گیا۔ اکبر کو میں اپنی حفاظت کے لیے لے کر گیا تھا اور پتا نہیں ہم کیوں ساتھی بن گئے!''

''صوبیدار الیاس سے بھی اجازت لی تھی؟''

''اجازت نہیں لی تھی لیکن اُنہیں بتایا تھا کہ ایسی بات ہو سکتی ہے۔ اگر ضرورت پیش آئے تو وہ cover کریں۔ وہ اپنی شرط پر مان گئے۔''

''کیا صوبیدار نے تم دونوں کو بچانے کی کوشش کی؟''

''کی۔ اگر کوئی اپنے افسر صاحب ہوتے تو مان جاتے۔ لفٹین صاحب نہیں مانے۔''

''کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟''

''نہیں سر، معافی کی درخواست کرتا ہوں!''

اُس کا بیان اُسے پڑھ کر سنایا گیا۔

''کیا صوبیدار کو بلانا ہے؟'' افضل نے میجر بلال سے پوچھا۔

''نہیں۔ وہ سی او کے سامنے اپنی صفائی پیش کر سکتا ہے..... کاغذ ترتیب میں کر کے مجھے دے دو۔''

وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ افضل نے فائل کے اندر کاغذ ترتیب سے رکھے۔ باہر صوبیدار الیاس، گلزار اور اکبر اپنے سامان کے ساتھ تیار کھڑے تھے۔ میجر بلال نے افضل کو ٹرک منگوانے کو کہا کیوں کہ جیپ میں سب کے سامان کے ساتھ جگہ نہیں تھی۔

٦

گلزار اور اکبر کو تین مہینے قیدِ بامشقت کی سزا دی گئی جب کہ صوبیدار الیاس کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ افضل اتنی سخت سزا کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ تینوں کو سخت تنبیہ کے بعد کسی اور کمپنی میں بھیج دیا جائے گا۔ اُسے حیرت ہوئی کہ اتنی سخت سزا کیوں دی گئی.....ایک عورت کا پٹرول کے ہاتھوں عزت لٹا دینا ایک معمول کا واقعہ تھا لیکن اس واقعہ کو اتنا اہم کیوں سمجھا گیا!

افضل کو گلزار اور اکبر کے ساتھ ہمدردی تو نہیں تھی لیکن اُس نے اُن کی سزا اور صوبیدار کی برطرفی کے لیے اپنے آپ کو ذمے دار ٹھہرایا۔ وہ سوچتا کہ یہ غالباً واحد واقعہ تھا جس میں سزا دی گئی ہو۔ ڈھاکہ سے لے کر دیناج پور تک وہ فوج کے جتنے بھی افسروں سے ملا، ہر ایک نے ایسے کئی واقعات سنائے تھے اور وہ واقعات سینیئرز کے علم میں بھی تھے لیکن کسی نے اُن کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ پھر اُس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب اپنے آپ ہی اُس کے ذہن میں آ جاتا۔ ایسی بے قاعدگی فوجی ضوابط کا حصہ نہیں تھی مگر اسے روا رکھا جا رہا تھا۔ کسی کو یہاں کے لوگوں اور اُن کے مسائل سے ہمدردی نہیں تھی۔ بتدریج مشرقی پاکستان کا سٹیٹس تبدیل ہوتا گیا اور یہ ایک نوآبادی بن گیا۔ یہاں نوآبادکار کے تمام حربے لاگو ہو گئے۔ صوبے کی تعمیر اور ترقی کا بہت چرچا ہونے لگا۔ سائیکلون اور سیلاب صوبے کی ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ قرار دیے گئے جب کہ ان آفتوں سے رونما ہونے والی تباہی اور بعد کی آبادکاری پر اُٹھنے والے اخراجات کا زیادہ حصہ بین الاقوامی تنظیمیں برداشت کرتیں۔ مغربی پاکستان میں یہ تاثر دیا جانے لگا کہ مشرقی پاکستان ملک کے ذرائع پر ایک بار ہے۔ ایسی پالیسیاں بنائی گئیں جو مشرقی پاکستان کے مفادات کے منافی تھیں لیکن نوآبادکار کی حکمتِ عملی کے تحت انھیں مشرقی پاکستان کے مفاد میں اور مغربی پاکستان کے مفادات کے منافی گردانا گیا۔ کیا گلزار اور اکبر کو سزا دینا بھی نوآبادیاتی نظام کی حکمتِ عملی تو نہیں تھی؟ اس نظام کے تحت ایسے

واقعات کوایک مثال بنا کر پیش کیا جاتا ہے تا کہ مقامی آبادی اور انٹیلی جینشیا نو آبادکار کو غیر وابستہ اور انصاف پسند سمجھیں۔

یاسمین کے ردِعمل اور تینوں کو ملنے والی سزا نے افضل کوایک عجیب سی ذہنی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔اُسے یاسمین کے رویے میں برتری میں ڈوبی ایک احمقانہ سی ضد نظر آئی۔اِس کے ساتھ ساتھ اُسے اُس کے ساتھ ہمدردی بھی محسوس ہوئی۔وہ مشرقی پاکستان کی اپنے حقوق اور آزادی کی جنگ میں اپنی عزت لٹا کر حصہ ڈال چکی تھی۔کیا ایسے لوگوں کی بے لاگ قربانیاں رائیگاں جائیں گی؟ یاسمین کے جذبے کو دیکھ کر اُسے اپنی لگن بے مقصد اور سطحی سی لگتی۔اچانک اُسے وہ ایک علیحدہ سی ہستی لگنے لگی۔اُس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اُس سے ملے گا۔

صوبیدار الیاس،گلزار اور اکبر اُسے مجبور اور بے بس لوگ لگے۔یاسمین کے ساتھ اجتماعی زیادتی کبھی اُن کے دماغ یا منصوبے میں نہیں تھی۔یہ ایک ذہنی مایوسی کا اظہار تھا۔اُن کی سوچوں میں نفرت کی ایک دنیا آباد تھی اور اس دنیا میں ہر بنگالی عورت کی عزت بے معنی سی چیز تھی۔اُن کا حال اور مستقبل ایک سے تھے اور وہ دونوں سے خوف زدہ تھے۔شاید اسی خوف کو دور کرنے کے لیے اُنھوں نے یاسمین کو ایک ذریعہ بنایا۔

بعض اوقات وہ محسوس کرتا کہ پلاٹون کی نفری اُس کی وجہ سے پیشہ ورانہ دباؤ میں ہے۔اُس نے پلاٹون کی کمانڈ لینے کے بعد فوجی ڈسپلن کو سختی کے ساتھ لاگو کیا۔پٹرولنگ کی روٹین میں کبھی نرمی نہیں آنے دی.....اگر پٹرول کو دس میل چلنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ دس میل ہی چلتا اور اگر دیا ہوا کام مکمل نہ ہوا ہوتا تو آرام کے دن اُنھیں دوبارہ بھیجا جاتا۔اُس کے آنے سے پہلے پلاٹون میں اس ترتیب سے کام نہیں ہوتا تھا۔پٹرولنگ بہت کم ہوتی تھی اور پلاٹون سکول کے اندر تک محدود تھی۔اُس نے آنے کے بعد علاقے پر اپنی موجودگی سے غلبہ رکھا۔دن کا کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا تھا جب پلاٹون کی نفری کسی کام میں مشغول نہ ہوتی۔ایسا بھی نہیں تھا کہ اُس نے اُن کی لچک ہی ختم کر دی ہو اور اب وہ ٹوٹنے کے مقام پر آگئے ہوں؟ یاسمین کے ساتھ زیادتی ایک باغیانہ اقدام بھی ہوسکتا ہے.....وہ صرف یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ اگر اُن کے اس فعل کی اطلاع اُس تک پہنچتی ہے تو اُس کا ردِعمل کیا ہوتا ہے؟ اُس نے سوچا کہ اُس نے وہی کیا جو عسکری ضوابط کی ضرورت تھی۔اب دیکھنے والی بات یہ تھی کہ باقی لوگ اُسے کس نظر سے دیکھتے ہیں! اُسے اُن کی ناپسندیدگی کی قطعاً کوئی پروا نہیں تھی اور وہ وہی کرنا چاہتا تھا جو ضوابط کے مطابق تھا!

7

افضل نے پلاٹون کی جگہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کر کے میجر بلال کے ساتھ اس سلسلے میں بات کی تو میجر بلال نے اُسے جگہ تبدیل کرنے کی اجازت دے دی۔ اُن کی خواہش تھی کہ پلاٹون کو پیر گنج سے باہر منتقل کر دیا جائے۔ چناں چہ افضل نے نئی جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ ٹھاکر گاؤں جانے والی سڑک پر صحت کا ایک مرکز تھا جس میں ایک بڑا ہال، تین چھوٹے کمرے، عملے کے دو کوارٹر اور ایک طرف ڈاکٹر کی رہائش تھی۔ مرکز کے اردگرد دیوار تھی جو کہیں کہیں سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ افضل نے دیوار کو مرمت کرایا اور پھر سارے احاطے میں بارودی سرنگوں کو تلاش کر کے پلاٹون کو وہاں منتقل کر دیا۔ اُس دن پلاٹون کا کوئی پٹرول باہر نہیں گیا۔ کچھ آدمیوں نے ٹرک پر سامان ڈھویا اور کچھ پلاٹون کے مقامی دفاع کے لیے مورچے کھودنے لگے۔ شام تک یہ کام مکمل ہو گیا۔ افضل کے خیال میں اگر وہ مکتی باہنی کی جگہ ہوتا تو وہاں ضرور حملہ کر دیتا کیوں کہ دشمن کو ایک بے ترتیبی کی حالت میں ہونا تھا اور ایسے موقع سے فائدہ اُٹھانا ہر دشمن کے لیے لازم ہوتا ہے۔ وہ اُس رات مکتی باہنی کے حملے کے انتظار میں رہا لیکن حملہ نہ ہوا۔ اُسے اپنے مخالف کمانڈر پر حیرت ہوئی۔ جب وہ پلاٹون میں آیا تھا، اُس پر مخالف کمانڈر نے کافی دباؤ ڈالا تھا۔ کیا اب پلاٹون کی اُس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رہی تھی، یا وہ جان ہی نہ سکا کہ اُس رات لوگ سارے دن کے کام سے تھکے اور اکتائے ہوئے تھے؟

سکول قصبے کی آبادی کے اندر واقع تھا اور آبادی کی وجہ سے مکتی باہنی وہاں اپنی کارروائیوں میں کسی حد تک محدود ہو کے رہ گئی تھی۔ نئی جگہ پر اُنھیں یہ مجبوری نہیں تھی۔ وہ کسی بھی وقت صحت کے مرکز کو نشانہ بنا سکتے تھے۔ افضل نے سوچا کہ اُسے پیشگی اطلاع کا کوئی نظام بنانا چاہیے۔ چناں چہ اُس نے رضا کاروں کی ایک ٹیم بنانے کا فیصلہ کیا جنھیں صحت کے مرکز کے گرد، کچھ فاصلے پر، ٹولیوں کی شکل میں ہر وقت موجود رہنا تھا۔ اُن کا کام ہر وقت چوکس رہنا اور مشکوک لوگوں کو چیلنج کرنا اور اُن کی موجودگی کی اطلاع فوری طور پر پلاٹون میں پہنچانا تھا۔ اُس نے میجر بلال سے اس معاملے میں بات کی۔ اُنھیں افضل کی یہ تجویز پسند آئی اور اُنھوں نے کمپنی ہیڈ

کوارٹر میں بھی ایسا کرنے کا فیصلہ کیا۔ رضا کار نہایت احتیاط سے چنے جانا تھے۔ یہ یقین کرنا ضروری تھا کہ اُن میں کوئی مشکوک یا غلط آدمی نہ ہو۔ فیصلہ کیا گیا کہ آدمیوں کا چناؤ پولیس کے ذریعے کیا جائے۔ رضا کاروں کو چننے کی ذمے داری مقامی ایس ایچ او کی نہ ہو، اس کام کو ایس پی خود انجام دے اور وہی اُنھیں مسلح کرنے کا ذمے دار بھی ہو۔ منتخب لوگوں کو ہتھیاروں کے استعمال میں تربیت دینے کی ذمے داری افضل کی تھی۔

پہلی رات مکتی باہنی کا حملہ نہ ہوا تو افضل کو حیرت ہوئی۔ لیکن دوسری رات اُس کی حیرت خوف میں بدل گئی۔ اُس نے ڈاکٹر کی رہائش میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا گھر تھا اور پلاٹون کے لوگوں کی رہائش سے ذرا ہٹ کر تھا۔ تمام سرکاری گھروں کی طرح اس کا ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا۔ وہ لباس تبدیل کر کے برآمدے میں بیٹھا اندھیرے میں سگریٹ پیتے ہوئے سامنے پلاٹون کے آدمیوں کو ادھر اُدھر چلتے ہوئے دیکھ رہا تھا کہ پہلا گولا گرا۔ افضل کو لگا کہ گولا اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر گرا ہے۔ اُس نے میر سدا یا عاشق کے لیے ایک اونچی آواز بلند کی اور وردی پہننے کے لیے کمرے میں چلا گیا۔ وہ لباس تبدیل کرنے کے عمل میں تھا کہ گولوں سے کمرہ لرز گیا اور کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ باہر لوگوں کا شور بلند ہوا اور ساتھ ہی مختلف قسم کے احکام سننے میں آنے لگے۔ افضل سمجھ گیا کہ پلاٹون افراتفری کا شکار ہو گئی ہے۔ وہ ابھی برآمدے سے نکل نہیں پایا تھا کہ گولوں کی تیسری والی آ کر گری۔ یہ ہندوستانی توپ خانہ تھا اور اُن کی رینجنگ درست تھی۔ افضل جانتا تھا کہ اُس کے باہر نکلتے ہی ایک اور والی گر سکتی ہے مگر اُس کا پلاٹون تک پہنچنا ضروری تھا۔ گولے چھت پر بھی گر سکتے تھے اور اُس کا ملبے تلے دب جانے کا بھی امکان تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کسی بھی حالت میں موت واقع ہو سکتی ہے، وہ بغیر کسی پریشانی کے کمرے سے نکلا اور پلاٹون کے لوگوں کے ساتھ جا ملا۔ وہاں سب لوگ ابھی تک سکتے کی کیفیت میں تھے۔ اُس نے اُنھیں مختلف کام بتائے تا کہ وہ حرکت میں آ جائیں اور اُن کے دماغ سوچنے کے عمل میں لگ جائیں۔ اُس نے مقامی دفاع کے لیے بنائے گئے مورچوں میں لوگوں کو بھیجا اور باقی آدمیوں کو عمارت کے پیچھے لیٹنے کو کہا تا کہ عمارت ڈھال کا کام دیتی رہے۔ وقفے وقفے سے دو آدمی سارے احاطے کا چکر لگاتے۔ اس دوران میں توپ خانہ گولا باری جاری رکھے ہوئے تھا۔ گولے گرتے تو عمارت لرز اُٹھتی۔ افضل کو کسی بھی وقت مکتی باہنی کے فزیکل حملے کی توقع تھی۔ اُس نے احاطے کا چکر لگانے والے لوگوں کی تعداد دوگنا کر دی۔ پھر گولا باری بند ہو گئی۔ ہر طرف خاموشی کسی خوف کی طرح پھیل گئی۔ افضل کو اپنے کان خاموشی سے گونجتے محسوس ہوئے۔ پہلے گولوں کے دھماکوں، زمین کی تھرتھراہٹ اور چار دیواری کے اندر بند ہونے کا احساس اعصاب پر سوار ہو کر گلا دبا رہا تھا اور اب خاموشی کا اژدھا نگلے جا رہا تھا۔ اس کے باوجود اُس نے ہر قسم کی حرکت کی ممانعت کر دی، سوائے احاطے کا چکر کاٹنے والوں کے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد قصبے کی

طرف سے کوئی نہ کوئی آواز آنے لگتی۔ کبھی کبھار کوئی کتا بھی بھونکنا شروع کر دیتا۔ افضل نے محسوس کیا کہ جھینگر بھی خاموش ہو گئے تھے۔ پھر رات کی اپنی آوازیں جاگنے لگیں اور ان آوازوں کے ساتھ ہی رات بھی زندہ ہو گئی۔ رات کے زندہ ہونے کے ساتھ ہی گولوں اور بعد کی خاموشی کا خوف دلوں سے محو ہونے لگا۔ افضل نے احاطے کا چکر لگایا، پھر دوربین لے کر چھت پر چڑھ گیا اور اندھیرے میں دوربین کی مدد سے اردگرد کسی حرکت کے نشانات ڈھونڈنے لگا۔

عسکری حکمتِ عملی میں دشمن ہمیشہ وہ کارروائی کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس کی توقع نہ ہو۔ پہلی رات افضل کو مکتی باہنی کی طرف سے کسی بھی قسم کی کارروائی کی توقع تھی۔ اگر وہ یہ کارروائی کرتے تو افضل ذہنی صدمے کی کیفیت میں نہ جاتا۔ دوسری رات گولا باری اتنی غیر متوقع تھی کہ اُسے اپنی ٹانگوں کی کپکپی اور ذہنی ناکارہ پن پر قابو پانے میں کچھ وقت لگا۔

صبح افضل نے گولوں کے گڑھوں کو دیکھا۔ کل اٹھارہ گولے فائر ہوئے تھے۔ گڑھوں کے اندر اور اردگرد لوہے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے اور گڑھوں سے نکلنے والی مٹی جل چکی تھی اور اُس پر بارود کی سفید تہہ بچھی ہوئی تھی۔ اُس کی رہائش کے نزدیک گرنے والا گولا تقریباً بیس گز کے فاصلے پر تھا۔ کھڑکیوں کے ٹوٹنے کے سوا کمرے کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا تھا۔ ٹیلی فون کے تار گولہ باری کی نذر ہو چکے تھے اور میجر بلال سے ٹیلی فونک رابطہ ممکن نہیں تھا۔ اُس نے وائرلیس پر کوڈز کے ذریعے اُنھیں رات کی گولا باری کے متعلق بتا دیا تھا اور وہ وہاں پہنچ رہے تھے۔

میجر بلال نے مرکز کا چکر لگایا اور گولوں کے بنائے ہوئے گڑھے دیکھے۔ میجر بلال کمانڈنگ آفیسر کو اطلاع دے چکے تھے اور وہ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ دیر تک تینوں رات کی گولا باری اور اُس کے نتائج پر غور کرتے رہے۔ افضل زیادہ عرصہ خاموش رہا۔ متفقہ رائے تھی کہ مکتی باہنی اگلی مرتبہ گولا باری کے بعد شاید چھوٹے ہتھیاروں سے مرکز کو نشانہ بنائے چنانچہ پلاٹون کو پیشگی اطلاع کی ضرورت تھی۔ میجر بلال نے رضا کاروں کا منصوبہ پیش کیا۔ یہ مشرقی پاکستان میں کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ تمام بڑے شہروں میں رضا کار اپنے فرائض نبھا رہے تھے۔ کمانڈنگ آفیسر نے ایس پی کی معرفت رضا کاروں کے انتخاب اور اُن کے ہتھیاروں کا مسئلہ ایک آدھ دن میں طے کرنے کا فیصلہ کیا۔

اُس دن افضل نے پٹرولوں کی غیر معمولی کارروائی رکھی۔ کمانڈنگ آفیسر اور میجر بلال کے پلاٹون میں موجود ہونے کے باوجود زیادہ تر نفری پٹرولنگ پر رہی۔ وہ مقامی آبادی کو بتانا چاہتا تھا کہ رات کی گولا باری کسی اہمیت کی حامل نہیں تھی۔

افضل کچھ دنوں سے اپنی اٹیچمنٹ کے ختم ہونے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اُسے مشرقی پاکستان کی اوڈیسی ختم ہوتے نظر آ رہی تھی۔اُس نے یہاں کٹھن حالات میں دن گزارے تھے مگر وہ خوش تھا کہ ابھی صرف چند دن اور یہاں رہنا ہوگا۔اُس نے کمانڈنگ آفیسر اور میجر بلال دونوں کو مخاطب کیا:

''میری اٹیچمنٹ ختم ہونے میں چند دن رہ گئے ہیں۔میری جگہ کام کرنے والا افسر اگر آ جائے تو میرے ساتھ چند دن گزار لے!''

''اتنی جلدی نہیں۔ہم نے ایسٹرن کمانڈ سے تمہاری اٹیچمنٹ کی توسیع کرالی ہے۔''

افضل کے لیے یہ بالکل غیر متوقع بات تھی۔اُس نے اپنے چہرے پر مایوسی کے تاثرات چھپانے کے لیے نظریں جھکا لیں۔زمین کی طرف دیکھتے ہوئے اُسے ہر چیز گھومتے ہوئے محسوس ہوئی۔اُسے کمانڈنگ آفیسر اور میجر بلال کبھی نزدیک اور کبھی دور بیٹھے ہوئے محسوس ہوئے۔کمانڈنگ آفیسر میجر بلال کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئے۔اُسے دونوں کی باتیں کانوں کو چھیدتی ہوئی محسوس ہوئیں۔وہ وہاں سے اُٹھ کر کچھ دیر اکیلا بیٹھنا چاہتا تھا لیکن اُٹھ جانا اُسے کمزوری اور ایک غیر مہذب عمل لگا۔چناں چہ اُس نے اپنے حواس پر قابو پا لیا۔

''سر!'' اُس نے کمانڈنگ آفیسر کو اپنی طرف متوجہ کرانے کی کوشش کی۔

کمانڈنگ آفیسر نے افضل کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''سر! میری وردی اور بوٹ استعمال کے لائق نہیں رہے۔مجھے نئی وردی اور بوٹوں کا جوڑا چاہیے۔اب اگر مجھے کچھ اور عرصہ یہاں رہنا ہے تو میری تنخواہ بھی یہاں آنا شروع ہو جائے۔اس سے میرے لیے کافی سہولت ہو جائے گی۔''

کمانڈنگ آفیسر نے اُسے غور سے دیکھا۔پھر کچھ سوچتے ہوئے بولے:

''ٹھیک ہے۔یونٹ ٹیلر کل تمہارا ماپ لے جائے گا۔بٹالین کے کوارٹر ماسٹر سٹور سے بوٹوں کا جوڑا آ جائے گا۔اپنا سائز دے دینا۔''

''تنخواہ؟''

''بتا دوں گا۔تمہیں اگر کچھ پیسے چاہییں تو میجر بلال بندوبست کر دیں گے۔''

اُنھوں نے میجر بلال کی طرف دیکھا:

''دو ہزار تک ہو جائے گا۔''

افضل خاموش رہا۔

۸

نومبر شروع ہو گیا تھا۔ موسم میں تھوڑی سی خنکی آ گئی تھی۔ افضل کا خیال تھا کہ سردیوں سے پہلے وہ اپنے گھر میں ہوگا اور آغازِ سرما کی کچی دھوپ میں نہر کے کنارے دور تک پیدل چلے گا۔ وہ سارا سال ان دنوں کے انتظار میں ہوتا اور کچھ دنوں کے لیے گاؤں ضرور جاتا۔ اس سال تو وہاں جانا بہت ہی ضروری تھا۔ اُس نے صبر آزما حالات میں گرمیاں گزاری تھیں اور کچی دھوپ ہی سے وہ ذہنی آسودگی حاصل کر سکتا تھا۔

اٹیچمنٹ میں توسیع سے اُس کا حوصلہ کسی حد تک پست ہو گیا، آب و ہوا کی جو تبدیلی اُس کے لیے فرحت بخش ہو سکتی تھی، وہ وہاں کے حالات میں ممکن نہیں تھی۔ وہ عاشق اور میر سدا کے ساتھ سارا دن باہر گھومتا رہتا۔ اُسے بارودی سرنگوں یا مکتی باہنی کی گھات کی اتنی پروا نہیں رہی تھی۔ وہ بستیوں، باڑیوں اور راستوں پر چکر لگاتا رہتا اور یوں محسوس کرتا جیسے اُس کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو۔ اِسی ادھیڑ بن میں ایک دن اُسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ یاسمین سے ملے! اُس نے عاشق اور میر سدا سے اُس کے گھر کا پتا پوچھا۔ وہ دونوں اُس کے گھر کے متعلق جانتے تھے۔ اُسے حیرت بھی ہوئی اور کسی حد تک تسلی بھی کہ وہ اُس سے ملاقات کر سکتا ہے۔

اگلی صبح اُس نے یاسمین کے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ افضل کسی حد تک مطمئن سا ہو گیا کہ یاسمین سے ملاقات اُس کے شب و روز کے معمولات سے ہٹ کر ہوگی۔ اُس کے ساتھ بات چیت شاید اُس کے اندر بسی مایوسی کو ختم کر سکے۔ اُس دن یاسمین اُسے ایک پُر اعتماد عورت نظر آئی تھی۔ وہ سوچنے لگا، کیا وہ اُس کا سامنا کر سکے گا!

افضل، عاشق اور میر سدا کے ساتھ اپنے معمول کی گشت پر نکل پڑا۔ اُس نے اپنے لیے کوئی خاص پروگرام ترتیب نہیں دیا تھا۔ یاسمین کا گھر پیر گنج کے شمال میں ریلوے لائن کے پار تھا۔ قصبے کی آبادی ریلوے لائن پر ختم ہو جاتی تھی اور دوسری طرف مضافات کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ اُس نے سوچا کہ وہ

دوپہر کے بعد یاسمین کے گھر جائے گا۔ وہ تینوں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف چلتے رہے۔ اُس طرف سے ایک ریل گاڑی بھی آئی جو اُنھیں دیکھ کر رک گئی۔ ڈرائیور نے سر باہر نکال کر پوچھا ، اگر وہ کہیں دور جانا چاہتے ہیں تو ریل گاڑی اُنھیں پہنچا سکتی ہے۔ افضل کو رنگ پور کا سفر یاد آ گیا جب ایک نوجوان 'جے بنگلہ' کا نعرہ لگا کر ندی میں کود گیا تھا۔ اُس نے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش کش کو قبول نہ کیا۔ ریل گاڑی ایک طویل ہارن کے بعد آگے کی طرف رینگنے لگی۔

وہ تینوں اسی طرح چلتے رہے..... افضل دونوں پٹڑیوں کے درمیان میں چل رہا تھا اور عاشق اور میر سدا چند قدم پیچھے اور پٹریوں کے دونوں طرف تھے۔ افضل سر نیچے کیے، سوچ میں گم، ایک ترتیب سے، تختوں پر پاؤں رکھتے ہوئے چلے جا رہا تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ اُسے وقت کا احساس ہی نہ رہا۔ وہ کولھو یا خراس پر جتے بیل کی طرح ہو گیا جس کے لیے چکر کاٹنا آسان اور رکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ چلے ہی جا رہا تھا۔ اُسے عاشق کی آواز نے چونکا دیا اور وہ دونوں کی طرف دیکھ کر ایک کھسیانی سی ہنسی ہنسا۔

اب وہ واپس چل پڑے۔

واپس آتے ہوئے کوشش کے باوجود افضل خود رفتگی کی پہلی حالت تک نہ پہنچ سکا۔ اُس نے یاسمین کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ کیا وہ اُسے پہچان لے گی! اُس نے صرف ایک زاویے سے یاسمین کا چہرہ دیکھا تھا اور وہ بھی ایک تناؤ کی حالت میں۔ اب شاید وہ اُس دن سے مختلف نظر آئے۔ اُسے اُس کا ہلکا سانولا اور بھرا ہوا چہرہ یاد تھا مگر وہ اُس کے نقوش کو ذہن میں نہ لا سکا۔

ریلوے پٹڑی ایک قوس بناتے ہوئے پیر گنج میں داخل ہوتی تھی۔ قوس کے اختتام پر جہاں یہ سیدھی ہوتی تھی، اُس کے دوسری طرف یاسمین کا گھر تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی آبادی تھی جس میں ایک پکا گھر تھا اور اس کے ارد گرد باڑیاں تھیں۔ پکا گھر یاسمین کا تھا۔ اس گھر کے گرد دیوار نہیں تھی۔ حفاظت کے لیے بانس اور کیلے کی گھنی باڑ تھی۔ باڑ اتنی گھنی تھی کہ اس میں سے ہوا بھی شاید اپنا جسم چھدوا کر گزرتی ہو گی۔ اندر جانے کے لیے ایک چھوٹی سی راہ داری تھی جس کے دونوں طرف لگی باڑ کو سلیقے کے ساتھ تراشا گیا تھا۔ اس راہ داری کے اختتام پر دو برج تھے جن میں دروازہ لگا ہوا تھا۔

افضل نے عاشق اور میر سدا کو باہر رکنے کو کہا۔ دونوں نے فوراً گھر کے آگے اور پیچھے اس طرح پوزیشن سنبھالی کہ وہ گھر کو چاروں طرف سے نظر میں رکھ سکیں۔

افضل نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے بنگالی میں کسی عورت کے سوال کی آواز آئی۔ افضل نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو یاسمین سامنے کھڑی تھی۔ وہ سفید ساری اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھی اور

دائیں کلائی پر کلیوں کا گجرا بندھا تھا۔ افضل سمجھ گیا کہ اُس نے ساری کے نیچے کچھ نہیں پہنا ہوا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو وہ افضل کو اُس دن سے خوب صورت لگی۔ اُس کے ہونٹ باریک اور دہن چوڑا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ وہ ابھی مسکرانے کو ہے، یا پھر چہرے سے مسکراہٹ سمٹنے کو ہے۔ اُس کی ناک نتھنوں کے اوپر تھوڑا سا اوپر کو اُٹھی ہوئی تھی اور اُس میں ہلکی سی لرزش تھی۔ ایسے لگتا تھا ناک بھی ہونٹوں کے ساتھ مسکراہٹ میں شامل ہے۔ آہو جیسی آنکھوں میں چمک تھی جیسے اُن میں ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ کا پرتو ہو۔

صحن کافی کھلا تھا جس کے ایک طرف کٹھل اور درمیان میں آم کا بڑا سا درخت تھا۔ آم کے ساتھ ایک جھولا لٹک رہا تھا۔ مضبوط رسیوں کے ساتھ ایک چوڑا سا پھٹا لگا ہوا تھا جس پر دو لوگ بیٹھ سکتے تھے۔ ایک چھوٹا سا برآمدہ صحن میں کھلتا تھا۔ برآمدے میں ایک تخت پوش اور دو کرسیاں رکھی تھیں۔

افضل کو میرا کی رنگت کے بارے میں معلوم نہیں تھا لیکن اگر میرا کا رنگ سانولا تھا تو وہ اُس کے سامنے کھڑی تھی۔ یاسمین کے چہرے پر یک دم تناؤ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اُس نے دروازہ بند کرنا چاہا لیکن افضل نے اپنا پاؤں بیچ میں رکھ کر ایسا نہیں ہونے دیا۔

''میں گھر میں اکیلی ہوں۔ لباس بھی ڈھیلا سا ہے۔ کمرہ یا..... یہاں.....؟''

افضل گھبراہٹ میں خود کو بے بس سا محسوس کرنے لگا۔

''میں تو صرف چائے پینے آیا تھا.....!''

''چائے؟''

یاسمین کے لہجے میں طنز اور حقارت تھی۔

''چائے میں زہر بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ تصدیق کے لیے کیا پہلا گھونٹ مجھے پینا پڑے گا؟''

''میں جوٹھ نہیں پیتا۔ اپنا پیالہ خود ہی پیوں گا۔''

افضل نے آہستہ سے کہا۔ یاسمین کے ہونٹوں کے کونے بھنچے ہوئے تھے۔

''میں پھر کسی دن آؤں گا!''

''آپ یہاں کے مالک ہیں۔ کیا آپ کو روکا جا سکتا ہے؟''

''روکا جا سکتا ہے۔''

''کیسے؟''

''نہ روک کر!''

یاسمین کے چہرے سے اچانک کھچاؤ کی لکیریں ہٹ گئیں۔ وہ ایک دم میرا کی طرح معصوم

اور گہری لگنے لگی۔ اُس کے ہونٹوں کے کونوں میں لرزش پیدا ہوئی اور لگا کہ کوئی گرہ کھلنے کو ہے اور مسکراہٹ انگڑائی لے کر کروہاں کھل اُٹھے گی۔

''آپ بیٹھیں۔''

اُس نے برآمدے کی طرف اشارہ کیا:

''میں چائے لاتی ہوں۔''

''مگر ایک شرط پر!''

یاسمین نے اپنی آنکھوں کی چمک کا رخ اُس کی طرف موڑ دیا۔

''آپ زہر چکھیں گی۔''

یاسمین دبی سی ہنسی ہنسی۔ نومبر کی اداس شام میں ایک دم خوشی کے رنگ بکھر گئے۔ افضل کو اپنے اندر قوسِ قزح کھلتے ہوئے محسوس ہوئی۔

وہ اردگرد دیکھتے ہوئے برآمدے کی طرف چل پڑا!

۹
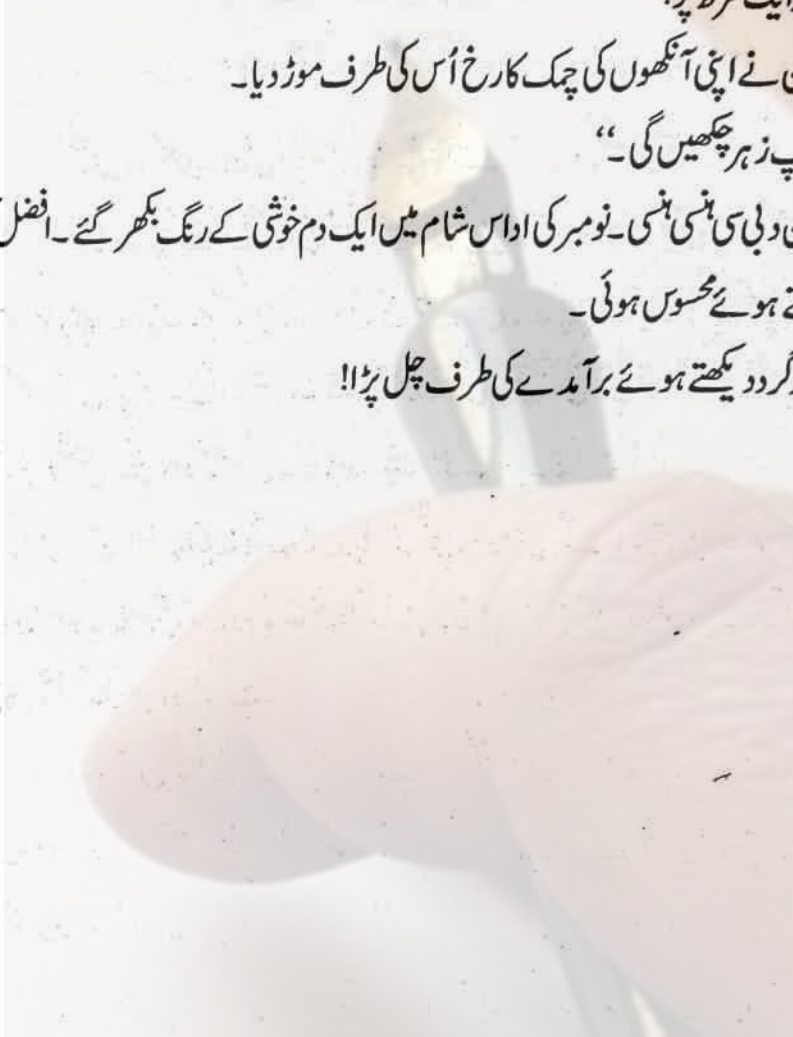
افضل، یاسمین سے مل کر واپس جاتے ہوئے، خوش اور مطمئن تھا۔

وہ جب چائے لے کر آئی تو افضل کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ تخت پوش پر بیٹھ گئی۔ افضل نے محسوس کیا، کچھ دیر پہلے وہ ایک دم آرام سے ہوگئی تھی لیکن اُس کے چہرے پر پھر سے کھچاؤ کے آثار اُبھر آئے ہیں۔ افضل اُس کی کیفیت کو نہ صرف سمجھتا تھا بلکہ اس سے متفق بھی تھا۔ اُس نے یاسمین کے کھچاؤ کو کم کرنے کی کوشش نہ کی، وہ خاموشی سے باہر دیکھتے ہوئے چائے کی چسکیاں لیتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یاسمین کے اندر اُس کے خلاف ایک جنگ لڑی جا رہی تھی۔ وہ اس جنگ کو جیتنا چاہتا تھا جس کے لیے اُس کا ہتھیار اور منصوبہ خاموشی تھا۔ وہ جانتا تھا، اگر اُس نے اپنا دفاع کسی اور طریقے سے کرنے کی کوشش کی تو یاسمین کا ردِعمل کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے رہے..... افضل اپنے منصوبے کے اندر چھپ کر اپنا ہتھیار سنبھالے ہوئے اور یاسمین اندرونی جنگ کے اثرات اپنے چہرے پر اس طرح سجائے کہ افضل اپنے خلاف نفرت آسانی سے پہچان سکے۔ وہ یاسمین کے گھر چائے پینے کو اپنی کامیابی سمجھتا تھا۔ یاسمین کے رویے میں اگر اچانک تبدیلی آگئی تھی تو وہ حق بجانب تھی۔ اُس کے ساتھ اُس فوج کے جوانوں نے زیادتی کی تھی جس کے خلاف اُس کا بھائی ہتھیار اُٹھائے ہوئے تھا اور افضل اُسی فوج کے نظریات کا علم بردار تھا، اُسے افضل کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونا چاہیے تھی۔ اگر وہ یاسمین کے گھر اُس کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چائے پی رہا تھا تو یہ اُس کی کامیابی تھی۔

وہ چائے پی کر اچانک اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے جانے کی اجازت چاہی نہ یاسمین کا شکریہ ادا کیا۔ وہ اس امکان کو رد نہیں کرسکتا تھا کہ یاسمین اُسے گھر میں آنے سے منع کردے گی۔ اُس وقت وہ اسی طرح خاموشی سے رابطہ منقطع کردینا چاہتا تھا اور اُس کا خیال تھا کہ وہ پھر کسی دن اسی طرح دوبارہ آکر تعلق

کوازسرِ نو استوار کرلے گا۔

واپس جاتے ہوئے افضل نے ایک اخلاقی ضابطے کو توڑا۔ اُس نے عاشق اور میر سدا کو کسی قدر لاتعلقی سے یاسمین کے گھر لگائے گئے چکر کو اپنے تک محدود رکھنے کا کہا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ یاسمین کے گھر جانا ایک نازک مسئلہ تھا اور اُس کے ساتھ ملاقاتوں کو کبھی قابلِ قبول نظر سے نہیں دیکھا جائے گا۔

افضل کو یاسمین کی شخصیت میں ایک طاقت نظر آئی۔ وہ اپنی پسند اور عدم دل چسپی یا نفرت کے اظہار کا حوصلہ رکھتی تھی۔ افضل کے ذہن میں اُس کے چہرے پر نفرت کے خطوط محفوظ تھے لیکن دروازے میں کھڑی یاسمین اُسے نسوانیت سے بھری، ایک پرکشش عورت لگی تھی۔ اُس نے جب روکے بغیر رکنے کا کہا تو یاسمین کا تمام وجود اس فقرے کی نزاکت سے لطف اندوز ہو گیا اور اُس نے اپنے اس احساس کو چھپایا بھی نہیں تھا۔

افضل خوش تھا کہ یاسمین سے اُس کی ملاقات ہو گئی تھی اور مطمئن بھی کہ اُس کے اکتا دینے والے معمول میں ایک خوش گوار تبدیلی آ گئی تھی۔ اگلے کچھ دنوں کی مایوسی ایک دم ختم ہو گئی تھی چناں چہ اُس نے مشرقی پاکستان میں کچھ اور عرصہ گزارنے کی مجبوری سے سمجھوتا کر لیا کہ اُسے اپنے اندر ایک نئی تازگی اور جذبہ محسوس ہوا تھا۔

۱۰

کچھ دنوں کے بعد افضل نے پھر یاسمین سے ملنے کا فیصلہ کیا!

جب وہ پہلی دفعہ یاسمین سے ملا تھا تو اُسے ایک طرح کی جھجک تھی، کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ وہ ایک بپھری ہوئی یاسمین کو جانتا تھا لیکن اُس دن اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی گرہ کھلتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اُس کے سراپے میں ایک نرمی بھی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوا تھا تو یاسمین کے ہونٹوں کے کونے بھنچے ہوئے تھے اور جب وہ چائے پلانے پر راضی ہوئی تو وہی بھنچے ہوئے کونے لرز رہے تھے..... وہاں قبولیت آنکھیں کھول رہی تھی۔ اُس دن اُسے جھجک کے بجائے خوف تھا کہ یاسمین نے اگر اُسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی تو..... کیا وہ اُس کے ساتھ بحث کرے گا..... یا واپس لوٹ آئے گا..... یا زبردستی گھر میں داخل ہو جائے گا؟ اُس کے ساتھ مسلح آدمی اور پیر گنج میں اختیارات کی طاقت تھی۔ لیکن کیا وہ زبردستی گھر میں داخل ہو سکے گا؟ قطعاً نہیں! اگر اُس نے ایسا کیا تو اُس کے اپنے بنائے ہوئے آدرش کہاں جائیں گے؟ اگر یاسمین نے داخل ہونے کی اجازت نہ دی تو کیا وہ اُس سے اجازت کی درخواست کرے گا؟ پھر اُسے خیال آیا، کیا اُس کا وہاں جانا ضروری تھا؟ ضروری تھا بھی اور نہیں بھی! اُسے اپنے معمول میں تبدیلی کی ضرورت تھی۔ وہ محسوس کر سکتا تھا کہ یاسمین اُسے وہ تبدیلی مہیا کر دے گی۔ ہفتے میں ایک آدھ ملاقات یقیناً اُس کے لیے دل چسپی کا سبب بن کر نئے ولولے کے دروازے کھول دے گی۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ یاسمین نے اگر انکار کیا تو وہ کسی نہ کسی طرح اُسے اقرار میں بدل دے گا۔

یاسمین نے دروازہ کھولا تو اگلے دن کی طرح اُس نے بند کرنے کی کوشش نہ کی۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ اُس نے افضل کو دیکھا تو ایک طرف کو ہٹ گئی، گویا یہ اندر آنے کی دعوت تھی۔ افضل نے سوچا، ہونٹوں کو اس طرح بھینچنا شاید اُس کا معمول ہو اور اُسے دیکھ کر اُس کے اندر گرہیں

سی بننا شروع ہو جاتی ہوں۔ وہ پورے آستینوں والی کھلی سی بنیان پہنے ہوئی تھی جو مشکل سے کولھوں تک آتی تھی۔ اِس کے ساتھ اُس نے گھٹنوں تک جانگھیا پہنا ہوا تھا جس کے اوپر آزار بند کا ایک سرا لٹک رہا تھا۔

تخت پوش اور کرسیاں اُسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔ تخت پوش پر ایک اخبار کھلا پڑا تھا جو بنگالی زبان میں تھا۔ افضل یاسمین کے پاس سے گزر کر اُس دن والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یاسمین اُس کے پاس بیٹھنے کے بجائے اندر چلی گئی۔ افضل نے سوچا: شاید لباس تبدیل کرنے گئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹرے میں چائے کی دو پیالیاں لے کر آئی اور دوسری کرسی افضل کے سامنے رکھ کر اُس پر بیٹھ گئی۔ اُس نے لباس تبدیل نہیں کیا تھا۔

پچھلی دفعہ افضل چائے پیتے ہوئے ارادتہً خاموش رہا تھا۔ آج وہ بات کرنا چاہتا تھا لیکن کوئی بات کر نہیں پا رہا تھا۔ صحن میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اُس وقت نظر کو اپنی طرف متوجہ کرتی۔ وہ ہوا کے کسی بے ضرر سے جھونکے سے ہنڈولے کو ہلتے دیکھتے ہوئے چائے پی رہا تھا۔ افضل محسوس کر رہا تھا کہ یاسمین کی نظریں اُس کے چہرے پر ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اُس کے تاثرات کو کس نظر سے پڑھ رہی ہے! کیا وہ چاہتی ہے کہ وہ اُس سے بات کرے! افضل کو یہ لمحات بہت بھاری لگے۔ اُسے اپنے اندر کی بزدلی سے گھبراہٹ ہونے لگی۔ وہ ایک ہوادار گھر میں بیٹھا تھا لیکن اُسے خوف اور گھٹن نے گھیر لیا۔ اُس نے سہارے کے لیے یاسمین کی طرف دیکھا تو اُسے اُس کی آنکھوں میں تمسخر نظر آیا۔ اُس کے ہونٹوں کے کونے بھنچے ہوئے نہیں تھے، وہاں مسکراہٹ کا ایک خفیف سا سایہ تھا..... یاسمین اُس کی بزدلی کا مذاق اُڑا رہی ہے یا بے بسی کا..... وہ سوچ میں پڑ گیا

افضل کو لگا کہ خاموش رہنے سے اُس کے گلے کے اندر جالے سے بن گئے ہیں؛ اور بات کرنے سے اُس کی آواز جالوں کے سوراخوں میں سے پھٹ کر نکلے گی۔ اُس نے گلا صاف کیا تو اس عمل سے پیدا ہونے والی آواز نے اُس کے اندر اعتماد کو جگا دیا۔ وہ شعوری کوشش سے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ لے آیا اور اُس نے کوشش کی کہ یہ مسکراہٹ پھیکی نہ ہو اور نہ ہی آنکھوں میں اس مسکراہٹ سے لاتعلقی کا عکس ہویدا ہو۔

''آج کی کوئی تازہ خبر؟'' اُس نے اخبار کی طرف اشارہ کیا۔

''وہی پرانے قصے..... قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ اور.....''

پھر ذرا رُک کر بولی:

''ریپ۔''

افضل نے جلدی سے یاسمین کی طرف دیکھا، اُن کی نظریں ملیں اور انھوں نے ایک دوسرے کو نظروں سے تولا۔ افضل، یاسمین کے فقرے میں نفرت کے پہلو کو سمجھ سکتا تھا لیکن اُس نے اس نفرت کی حد جاننا چاہی۔ یاسمین بھی افضل کے ارادے اور اُس کی اخلاقی طاقت کو ناپنا چاہتی تھی۔

''جو ہوا مجھے اُس کا دلی دکھ ہے اور شاید پوری انسانیت اِس کی ذمے دار ہے۔'' افضل نے یک دم یہ جذباتی فقرے بول دیے اور ساتھ ہی اُس نے خالی پیالہ یاسمین کی طرف بڑھا دیا۔ یاسمین نے دونوں پیالے تخت پوش پر رکھے اور واپس کرسی پر بیٹھ گئی۔ افضل کو اُس کے ہاتھ سے یاسمین کے خالی پیالہ تھامنے میں اپنایت محسوس ہوئی۔

''آپ ہمدردی کی وجہ سے آتے ہیں یا مجھے ملنے؟''

افضل کو محسوس ہوا کہ یاسمین اُسے سمجھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ وہ جان گیا کہ یہ آخری رکاوٹ تھی۔ یاسمین اُسے نہ صرف رکاوٹ پار کرتے دیکھ رہی تھی بلکہ پار کرنے کا طریقہ بھی سمجھا رہی تھی۔ افضل نے یاسمین کو نظروں سے جکڑ لیا:

''میں آپ سے ملنے آتا ہوں۔ 'وہ' ملنے کا سبب ضرور ہے۔''

یاسمین نے کوئی جواب نہیں دیا اور ٹرے اُٹھا کر اندر چلی گئی۔

وہ لباس تبدیل کر کے واپس آ کر بیٹھ گئی۔ اُس نے ہلکے نیلے رنگ کی شلوار قمیص پہن لی تھی۔

''آپ نے کہاں تک پڑھا ہے؟''

''میں نے انگریزی ادب میں ماسٹر کیا ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے افضل کی طرف دیکھا۔ افضل دھیرے سے ہنس دیا:

''ایف اے اور پھر ملازمت۔'' یاسمین بھی ہنسی میں شامل ہوگئی۔ افضل کی ہنسی کھسیانی تھی جب کہ یاسمین کی ہنسی میں دل چسپی کی بے ساختگی تھی۔ افضل کو اپنی چھاتی کے اندر خلا سا محسوس ہوا۔ اُسے یاسمین کی ہنسی میں اپنی تکمیل محسوس ہوئی۔

''میرا بھائی بھی اتنا ہی پڑھا تھا۔''

''آپ گھر میں اکیلی ہوتی ہیں؟''

''تقریباً۔ بھائی شادی شدہ ہے لیکن....'' یاسمین تھوڑا رکی، ''بیوی اُس کے ساتھ ہے۔ والدہ بھی وہیں ہے۔ والد اس علاقے کا مکھیا ہے۔ سارا دن اُس کے اپنے کام ہوتے ہیں۔ شام کو نماز گھر آ کر

پڑھتا ہے۔''

''ہم دو بھائی ہیں۔ میں بڑا ہوں اور چھوٹا تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ والد ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہیں۔ والدہ کے ساتھ گاؤں میں زندگی گزار رہے ہیں۔''

یاسمین لمبی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ افضل اُس کی خاموشی کی وجہ کسی حد تک سمجھتا تھا۔ اُس کے خیال میں یاسمین کو اُس کے خاندان کے سکون سے زندگی گزارنے پر اپنے ہاں ایک کمی کا احساس ہوا تھا۔ اُس کی ماں اور بھابی ہندوستان میں شاید کس مپرسی کی زندگی گزار رہی ہوں۔ شاید بھائی، باپ اور اُسے بھی لے کر جانا چاہتا ہو لیکن باپ نے اپنے ہی ملک میں رہنے کو ترجیح دی ہو۔ وہ شاید یہیں سے ملک کی آزدی کے لیے کوشاں ہو اور وہ باپ کا خیال رکھنے کے لیے یہاں رہ گئی ہو۔ اُسے یاسمین کے چہرے پر پھر کھچاؤ نظر آیا۔ اُس کے ہونٹوں کے کونے بھنچے ہوئے تھے۔ افضل کو اس کھچاؤ میں وہ نفرت محسوس نہیں ہوئی جسے وہ پہچانتا تھا۔ اُسے یاسمین کے اندر کی بے چینی اور محرومی اُس کے چہرے پر پھیلتے ہوئے محسوس ہوئی۔

افضل نے یاسمین کو اپنی اندرونی کش مکش کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لیے اُٹھ جانے کا فیصلہ کیا اور الوداعی کلمات کہے بغیر چلا آیا۔

یاسمین کرسی پر بیٹھی رہی۔

۱۱

یوں لگتا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ ناگزیر ہو چکی ہے۔ مغربی پاکستان میں فوج اپنی ذمے داری کے علاقوں میں پہنچ چکی تھی۔ ہندوستان کی فوج بھی اپنے مشرقی اور مغربی محاذوں پر صف آرا تھی۔ عام خیال تھا کہ اپنے مشرقی محاذ پر اُس کا پوسچر جارحانہ اور مغربی محاذ پر دفاعی ہے۔ یہ قیافہ مشرقی پاکستان میں مصروفِ عمل فوجیوں کے لیے حوصلے کا باعث تھا۔ اُن کے خیال میں دسمبر کے آخری عشرے میں ہندوستان شکست کھا کر پسپائی اختیار کر جائے گا اور صوبے میں حالات معمول پر آ جائیں گے۔

افضل کو یہ سب دیوانے کا خواب لگتا۔ امریکہ نے کبھی اپنے حامیوں کی مدد نہیں کی تھی۔ روس کے ہندوستان کے ساتھ دفاعی معاہدے تھے جنھیں وہ پورا کر رہا تھا۔ امریکہ ہندوستان کو مشرقی پاکستان پر حملہ کرنے سے باز رکھنا چاہتا تھا جو ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہندوستان میں ایک مضبوط اور کومٹڈ جمہوری حکومت تھی جب کہ پاکستان میں ایوب خان کا تختہ اُلٹ دیا گیا تھا اور یحییٰ خان غیر پیشہ ورانہ انداز میں حالات کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مشرقی پاکستان میں فوج کے پست حوصلے اور عسکری عدم توازن مغربی پاکستان میں فوج کے لیے پریشانی کا سبب تھا۔ ایسے حالات میں افضل کو اپنا اور دوسرے لوگوں کا مستقبل خطرے میں لگتا۔ وہ جان گیا تھا کہ اب اُس کا مغربی پاکستان جانا کسی حد تک ناممکن سا ہو گیا تھا۔ مشرقی پاکستان میں فوج کی تعداد اتنی کم تھی کہ وہ ہندوستان کے حملے کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ مغربی پاکستان کے محاذ پر ہندوستان اگر جنگ ہار بھی جائے مشرقی پاکستان میں پھنسے ہوئے فوجی کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔

اُن دنوں مکتی باہنی کی کارروائیاں کافی حد تک بند تھیں۔ کوئی پٹرول ایمبوش نہیں ہوا تھا اور نہ ہی پلاٹون پر رات کو گولا باری یا فائرنگ ہوئی۔ کافی لوگ اس کو مکتی باہنی کی بے بسی سمجھتے تھے مگر افضل کے

نزدیک یہ طوفان سے پہلے والی خاموشی تھی۔

افضل کو یاسمین کے ساتھ کسی حد تک ہمدردی ہو گئی تھی۔ وہ ہر روز اُس کے گھر جاتا۔ وہ دیر تک باتیں کرتے۔ یاسمین کے رویے سے اُس کے باطن کو پڑھنا بہت مشکل تھا۔ وہ باتیں کرتے ایک دم خاموش ہو جاتی اور اُس خاموشی کا کھچاؤ اُس کے چہرے پر پھیل جاتا۔ افضل ہمیشہ اس خاموشی کی وجہ جاننا چاہتا لیکن خائف ہو جاتا۔ وہ یہ نہیں سننا چاہتا تھا کہ مزاج کی یک دم تبدیلی کی وجہ اُس کے ساتھ کی گئی زیادتی تھی۔ یہ ایسا موضوع تھا جسے وہ بیچ میں نہیں لانا چاہتا تھا۔ اُس نے زیادتی میں ملوث تینوں کو دی جانے والی سزا کے متعلق بھی اُسے نہیں بتایا تھا۔

وہ محسوس کرتا کہ اُسے دیکھتے ہی یاسمین کا چہرہ کھل اُٹھتا ہے۔ وہ کافی حد تک بے تکلف ہو گئے تھے۔ یاسمین چائے بنانے جاتی تو اُسے بھی باورچی خانے میں ساتھ لے جاتی۔ افضل اُسے مغربی پاکستان کے متعلق ایسی باتیں بتاتا جو اُس کے لیے دل چسپی کا باعث ہوتیں۔ ایسی باتیں سنتے ہوئے بھی وہ ایک دم خاموش ہو جاتی اور اُس کے چہرے پر کھچاؤ نظر آنے لگتا اور وہ ہمیشہ کی طرح اُٹھ جاتا۔

افضل ایک دن غلام عباس کے افسانوں کا مجموعہ ساتھ لایا۔

''غلام عباس اُردو کے ایک اہم کہانی نویس ہیں۔ اُن کی کتاب آپ کے لیے لایا ہوں۔''

''میں اُردو نہیں پڑھ سکتی۔'' یاسمین نے طنز آمیز نرمی سے کہا۔

''کون کہتا ہے پڑھیں؟''

''آپ پھر کتاب کیوں لائے ہیں؟''

'' میں پڑھ کے سناؤں گا۔''

یاسمین ایک دم کھل اُٹھی۔

''یہ ٹھیک رہے گا۔''

''پہلے چائے پلائیں۔ اور پھر.....''

''پھر کیا؟''

''کہانی پڑھوں گا...... جھولے پر۔ آج ہوا بھی ہلکے ہلکے چل رہی ہے۔''

یاسمین باورچی خانے میں چلی گئی اور افضل اِس نئی ڈیویلپمنٹ سے خوش خوش جھولے پر بیٹھ گیا۔ وہ یاسمین کو چھونا چاہتا تھا اور اُس کا لمس محسوس کرنا چاہتا تھا۔ وہ یاسمین کو پسند کرنے لگا تھا۔ فاخرہ کے لمس کی یاد اُسے ہمیشہ بے چین کر دیتی تھی۔ اُسے لگتا کہ وہ عورت کے جسم سے زیادہ اُس کے قرب کا

خواہاں ہے۔شاید اسی لیے وہ یاسمین کے قریب ہونا چاہتا تھا۔

یاسمین چائے لے کر آ گئی۔ وہ افضل کو جھولے پر بیٹھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے جھجکی اور پھر اعتماد سے اُس کے ساتھ بیٹھ گئی۔افضل پاؤں سے جھولے کو ہلکے ہلکے ہلکورے دینے لگا۔دونوں ایک دوسرے کے لمس سے بچتے ہوئے، توازن برقرار رکھے، خاموشی سے چائے پیتے رہے۔

''کہانی پڑھوں؟''

یاسمین نے افضل سے چائے کا خالی پیالہ لیا اور تخت پوش پر دونوں پیالے رکھ کے دوبارہ اُس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

افضل نے کہانی ''اوورکوٹ'' پڑھنا شروع کر دی۔ وہ آہستہ آہستہ پڑھتا گیا۔کہانی اُس نے کئی مرتبہ پڑھی تھی مگر اُسے لگا کہ آج وہ پہلی مرتبہ پڑھ رہا ہے۔وہ کہانی کے بیان میں کھو گیا۔اُسے جھولے کو پاؤں سے ہلکورے دینا یاد نہ رہا۔ جب اُس نے کہانی ختم کی تو جھولا ساکت تھا۔وہ دونوں سامنے دیکھ رہے تھے۔افضل نئے سرے سے اوورکوٹ کے معاشرتی المیے میں کھو گیا۔یاسمین استغراق میں سے اُس سے پہلے باہر آئی۔

''انسان جس خطے کا بھی ہو، ایک اجتماعی المیے میں سے گزرتا ہے۔یہ کہانی خطوں کی حدود کو پار کر گئی ہے۔اچھا کیا، آپ نے سنائی۔''

افضل کو محسوس ہوا کہ کہانی اُس نے لکھی ہے اور یہ داد بھی اُسے ہی ملی ہے۔ تشکر کے طور پر اُس نے یاسمین کو کندھے سے پکڑ کر آہستہ سے ساتھ لگایا۔یاسمین نے مزاحمت نہ کی لیکن اُسے لگا کہ یاسمین کے جسم نے اس لمس کو قبول نہیں کیا۔افضل کو مایوسی ہوئی۔اُس نے ہاتھ وہیں رہنے دیا اور دونوں دیر تک اسی طرح بیٹھے رہے۔

پھر افضل نے جھولے کو ہلکا سا ہلکورا دیا تو اُسے لگا کہ یاسمین اچانک ریوری سے باہر آئی ہے۔دونوں کی نظریں ملیں تو افضل کو وہاں قبولیت محسوس ہوئی۔اُس نے یاسمین کے کندھے پر اپنی گرفت سخت کر دی اور اُسے مضبوطی سے اپنے ساتھ لگا لیا۔

جھولا آہستہ آہستہ ہلکورے لیتا رہا!

۱۲

میجر بلال کا پیغام ملا کہ وہ پیر گنج آ رہے ہیں۔ افضل اُن کی آمد کا مقصد سمجھ گیا۔ ہندوستانی ہوائی جہاز بار بار فضائی حدود کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ یونٹوں کو حکم تھا کہ خلاف ورزی کرنے والے جہازوں پر فائر کر کے اپنی پوزیشن ظاہر نہ کی جائے۔ پلاٹون کی پوزیشن دوبارہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اسے سکول میں منتقل کر دیا گیا۔ افضل کو یہ ہدایت بھی کی گئی کہ وہ ایک اور جگہ کا انتخاب کر رکھے تاکہ جنگ شروع سے قبل وہاں منتقل ہوا جا سکے۔

میجر بلال نے بتایا کہ جنگ کسی دن بھی شروع ہو سکتی ہے۔ مشرقی پاکستان کے رقبے کے مطابق فوج کی تعداد بہت کم تھی اور پورے صوبے کا دفاع ممکن نہیں تھا۔ اُن کے سیکٹر میں پیر گنج اور رانی سنکیال اتنے اہم نہیں تھے۔ یہاں صرف افضل کی پلاٹون کافی تھی اور میجر بلال اور نیک مرد والی پلاٹون کو کسی بھی دن شمال میں کسی اور جگہ منتقل کرنا مقصود تھا۔ افضل کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ غیر روایتی جنگ کے لیے تیار رہے اور ممکن ہے کسی وقت گوریلا کارروائیاں بھی کرنا پڑیں۔ افضل نے اسے ممکن نہ سمجھا کہ جارح مقامی آبادی کے ہوتے ہوئے کوئی گوریلا زندہ نہیں بچ سکتا تھا۔

افضل کی مصروفیات بڑھ گئیں۔ اُس نے جیپ استعمال کرنا شروع کر دی۔ وہ سارا دن بارڈر سے کچھ فاصلے پر رہتے ہوئے ہندوستان سے آنے والے راستوں کو دیکھتا۔ وہ یہ اندازہ لگاتا، اگر دشمن اس طرف سے آیا تو کس تعداد میں ہو سکتا ہے..... اور اُسے روکنے کے لیے رکاوٹ اور مزاحمت کہاں اور کس طرح ہو سکتی ہے! وہ سوچتا کیا وہ اتنی اہم ذمے داری سے عہدہ برآ ہو سکے گا..... دشمن اُس کے سامنے کیا لائے گا..... ایک بٹالین، بریگیڈ یا ڈویژن؟ اُس کے اپنے پاس کیا ہے..... صرف پچیس آدمی اور کچھ رضا کار! میجر بلال نے شاید اُسے اور اُس کے آدمیوں کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

افضل کے صبح شام اِنھیں پریشانیوں میں گزرتے۔ یاسمین کے گھر جانا ہی اُس کی مایوسی اور

گھٹن کا تدارک تھا۔ وہ دونوں دیر تک باتیں کرتے۔ یاسمین کو شاعری سے دل چسپی تھی۔ وہ افضل کو ٹیگور اور نذرالاسلام کی نظمیں سناتی اور پھر ان کا ترجمہ کرتی۔ بعد میں افضل نے اُسے ترجمہ کرنے سے روک دیا۔ اُس نے کہا کہ وہ نظموں کے آہنگ ہی سے معنی نکال سکتا ہے۔ یاسمین کو نظموں کی تفہیم کا یہ طریقہ اتنا پسند آیا کہ اُس نے افضل کا منہ چوم لیا اور پھر شرما گئی۔

افضل، یاسمین کو بازوؤں میں تھامے جھولے پر بیٹھا رہتا۔ اس الجھے ہوئے اور مشکل وقت میں وہ اُس کا سہارا تھی۔ وہ اپنے مسائل میں اُسے ساجھے دار نہیں بنا سکتا تھا۔ کبھی اُسے یاسمین کے ساتھ اپنا تعلق غداری بھی لگتا۔ وہ ایسی عورت سے ملتا تھا جس کا خاندان اُس کے، فوج کے اور ملک کے خلاف نبرد آزما تھا۔ پھر اُسے کئی ایسے واقعات یاد آجاتے جہاں متحارب فرقوں، گروہوں یا قوموں کے دو اہم مرد وزن ایک دوسرے کو نہ صرف پسند کرتے بلکہ اپنے آدرش بھی قربان کرنے کو تیار ہو جاتے۔ کیا وہ یاسمین کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا؟

افضل کو یاسمین میں یاسیت نظر آتی۔ اُس کی آنکھوں کی چمک میں ایک عجیب سی اُداسی در آئی تھی۔ وہ ایسے دیکھتی کہ کوئی چیز پانے کے بعد جیسے اُسے گنوا بیٹھی ہو۔ وہ اپنے اندر بھی ایک میٹھا، سلگتا ہوا درد محسوس کر سکتا تھا۔ یاسمین کو دیکھ کر اُسے شکستگی کا احساس ہوتا۔ وہ دنیا میں بالکل تنہا لگتی۔ اُس کا بھائی اور ماں ملک سے بھاگ گئے تھے۔ باپ بھی نیم جلاوطنی کی کیفیت میں تھا۔ اُسے فوج کے دو آدمی جنسی تشدد کا نشانہ بنا چکے تھے۔ وہ اُس سے ملتا تو تھا لیکن اِن ملاقاتوں میں ایک خود غرضی شامل تھی۔ اُس نے اُس کی تنہائی اور شرمندگی کو سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ اُس کے نزدیک تو وہ ایک عورت تھی جس کے پاس بیٹھ کر وقت گزارا جا سکتا تھا۔ اُسے اپنے آپ پر بھی ترس آنے لگتا۔ وہ دونوں ایسے حالات کا شکار ہو کر ملے تھے جہاں وہ ایک دوسرے کو اپنی داخلی کیفیت سے آگاہ نہیں کر سکتے تھے۔

جنگ کی حالت میں پیر گنج میں بے یار و مددگار ہو جانا اور یاسمین کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت کو نہ سمجھ پانا، افضل کے لیے سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ وہ سوچتا، کیا وہ بزدل ہوتا جا رہا ہے یا یاسمین کا جادو اُس پر چل گیا ہے! اُسے سٹیشن ماسٹر کی باتیں یاد آ گئیں۔ وہ سچ ہی کہتا تھا۔ یاسمین بھی ایک جادو تھی۔ اُس نے افضل کو ایک طرح سے ایک دائرے کے اندر قید کر لیا تھا۔ وہ دائرہ کیا تھا..... اُس کی آنکھوں کی چمک میں سے رستی ہوئی اُداسی اور ہونٹوں کے کونوں کی خفیف سی لرزش جو مسکراہٹ اور کھچاؤ کو ایک نظر نہ آنے والے خط سے جدا کرتی!

افضل دروازہ کھٹکھٹائے بغیر گھر میں داخل ہو گیا۔ شام کی اداسی صحن میں ہر سو بکھری ہوئی

تھی۔ یاسمین ایک رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے جھولے پر بیٹھی صحن کی اداسی کا حصہ معلوم ہوئی۔ افضل بھی اُسی اداسی کا حصہ بن گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار عناصر کا حصہ ہونے کے باوجود جاری ٹکراؤ سے الگ لگے۔ اُن کی بے بسی، زندگی کا وہ پہلو تھی جہاں انسان طاقت کی انتہا ہونے کے باوجود کمزوری کی آخری حد کو چھو لیتا ہے۔ یاسمین نے اُسے دیکھا اور اُسی انداز میں بیٹھی رہی۔ افضل نے پھٹے کے دوسری طرف بیٹھ کر یاسمین کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ تو جیسے انتظار میں تھی۔ اُس نے اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ وہ روتے ہوئے بنگالی میں کچھ کہے بھی جا رہی تھی۔ اُس کی آواز اتنی بلند تھی کہ میر سدا نے ایک دفعہ اندر بھی جھانکا۔ افضل اُسے ساتھ لگائے اُس کی آنکھوں کو چومتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد یاسمین نے اپنے آپ پر قابو پا لیا اور افضل کو ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔ افضل اُس کا چہرہ اوپر اُٹھا کر اُس کے ہونٹوں کے کونوں کو سہلانے لگا۔

یاسمین نے آنکھیں کھولیں تو افضل اُن میں جھانکتا نظر آیا۔ یاسمین نے اُس کی گہری کالی آنکھوں میں ایک سایہ رقص کرتے دیکھا۔ اُس نے نظروں سے اُس سایے کو پکڑنا چاہا مگر وہ ہر بار شکل بدل جاتا۔ اُسے اپنے اندر کئی سایے رقص کرتے محسوس ہوئے۔ افضل اُسے بے رحموں کے ٹولے میں واحد ہم درد لگا۔ اُس کا لمس ایک اپنایت لیے ہوئے تھا۔ وہ جب اپنے بازو اُس کے گرد ڈالتا تو وہ اُس کی طاقت اپنے اندر محسوس کرتی۔ وہ جان گئی کہ آدمی آدمی ہی ہوتا ہے، جہاں کا بھی ہو، اور عورت کو جلد یا بہ دیر اُسے قبول کرنا ہوتا ہے۔ اُس نے پھر افضل کی طرف دیکھا۔ اس دفعہ اُس نے وہاں سایے کے بجائے اپنے آپ کو دیکھا۔ اُس نے اپنے آپ کو نظروں سے پکڑنا چاہا مگر ہر بار اُس کی شکل بدل جاتی۔

''افضل!'' یاسمین نے پہلی دفعہ اُس کا نام لیا تھا۔

''مجھے آج اپنے نام میں ایک نیا پہلو نظر آیا ہے۔'' افضل نے کہا۔

''کیا؟''

''اس میں تمہارے لہجے کی وسعت سما گئی ہے۔'' افضل نے پہلی بار اُسے 'تم' کہا تھا۔

''میرے باپ کی کوئی خبر نہیں۔ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔''

افضل ایک دم ہوشیار ہو گیا۔

''کب سے خبر نہیں؟''

''رات گھر نہیں آیا۔ میں ڈرتی رہی۔ دیر گئے مرشد آیا اور.....اور.....ریپ کر دیا۔'' وہ پھر رونے لگی۔

الفاظ افضل کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اُسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ وہ اپنے ناکارہ پن کو محسوس کر سکتا تھا۔ وہ کیا کرے..... یاسمین کو اپنے ساتھ لے جائے؟ مرشد کو گولی سے مروا دے؟ مشرقی پاکستان میں کتنے ہی لوگ بے وجہ مارے گئے تھے لیکن مرشد کو مارنے کا ایک سبب تھا۔ روزانہ حادثوں میں لوگ بے وجہ مارے جاتے تھے اور اُن کی زندگی بے سبب ختم ہو جاتی تھی۔ وہ سب بے گناہ لوگ تھے، اُن کی موت کا انسانیت کے ضمیر کے پر ایک بوجھ تھا۔ اُن کی زندگی پرِ کاہ سے بھی ارزاں ہو جاتی۔ مرشد علی ایسے لوگ اُس کھرچے ہوئے نیگیٹو کی طرح تھے جس سے تصویر نہیں بنتی۔ اُس نے نیگیٹو کو تلف کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"یاسمین! میرے ساتھ چلو۔"

یاسمین اُس کے ساتھ سکول میں آ گئی۔

افضل اُسے کمرے میں چھوڑ کر دفتر چلا گیا۔ اُسے ابھی تک جے سی او نہیں دیا گیا تھا اور اُس نے بھی مانگ نہیں کی تھی۔ اُس نے پلاٹون حوالدار کو مرشد کو بلوانے کا کہا۔ وہ سوچ رہا تھا: کیا وہ اِسے ایک ذاتی معاملہ رکھے یا میجر بلال کو اطلاع کر دے! میجر بلال کو وہ کیا بتائے؟ وہ مرشد کو کیوں مروانا چاہتا ہے؟ کیا اُس کی موت سے دونوں صوبے متحد رہ سکیں گے؟ اُس کے اندر وحشی جاگ اُٹھا تھا۔ صوبے ٹوٹیں یا متحد رہیں، اُسے یاسمین کا حساب برابر کرنا تھا۔ بہت ہی تھوڑے عرصے میں اُسے دو مرتبہ جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جا چکا تھا۔ پہلی مرتبہ وہ مغربی پاکستانیوں کی ہوسِ کا نشانہ بنی اور دوسری مرتبہ مشرقی پاکستان کے ایک دلال نے اُسے دبوچ لیا۔ وہ عورت جس کی آنکھوں کی چمک میں اداسی بس گئی تھی اور جس کے ہونٹوں کے کونے مسلسل کھچاؤ کی وجہ سے بھنچے رہنے لگے تھے، شاید دونوں صوبوں کے انصاف کی حق دار تھی۔

اُس نے مرشد علی کو فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

۱۳

مرشد علی کے گھر میں کوئی نہیں تھا۔ اُسے حیرت ہوئی اور تکلیف بھی۔ وہ مرشد علی کا حساب آج ہی بے باک کر دینا چاہتا تھا مگر اُس کے پاس اتنے ذرائع نہیں تھے کہ وہ مرشد علی کو کھوج نکالتا۔ اُس نے پلاٹون حوالدار کو بلایا اور تفصیل بتائے بغیر اُس سے مشورہ کیا۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ وہ مرشد کو ہر قیمت پر پکڑنا چاہتا ہے۔ حوالدار نے مشورہ دیا کہ جمعدار کو حکم دیا جائے کہ صبح تک وہ مرشد علی کو پیش کرے۔ افضل نے ایسا ہی کیا۔ جمعدار تھوڑی دیر بعد آ گیا۔ وہ گھبرایا ہوا تھا۔ اُسے پہلے اس وقت کبھی نہیں بلایا گیا تھا۔ اُس پر کپکپی طاری تھی اور وہ بات بھی مشکل سے کر پا رہا تھا۔

''مجھے صبح چھ بجے تک مرشد علی چاہیے۔ کوئی شک؟''

''صاحب! اگر وہ گھر پر نہیں تو میں اُسے کہاں سے لا سکتا ہوں۔'' افضل کو لگا کہ وہ ابھی رو دے گا۔

''اپنے ذرائع استعمال میں لاؤ۔ اُسے ڈھونڈو۔ اگر وہ نہ ملا تو صبح تم آخری روشنی دیکھو گے۔''

''صاحب! اگر کہیں چھاپہ لگانا پڑا تو آپ کی مدد کی ضرورت ہو گی۔''

افضل نے نفی میں سر ہلایا اور ہاتھ کے اشارے سے اُسے جانے کو کہا۔ وہ جلدی سے سلیوٹ کر کے چلا گیا۔ افضل نے پلاٹون حوالدار کو یاسمین اور اُس کے لیے کھانا تیار کروانے کو کہا۔

افضل اپنے کمرے میں گیا تو عاشق، یاسمین کو چائے پلانے کے بعد برتن لے کر جا رہا تھا۔ افضل یاسمین کو دیکھ کر مسکرایا۔ کارنس پر رکھی لالٹین کی زرد روشنی میں وہ اور بھی مغموم اور دل گرفتہ لگ رہی تھی۔ اُس کا آدھا چہرہ روشنی میں تھا جب کہ آدھے پر اندھیرے کا سایہ تھا۔ پہلے دن وہ اُسے سانولی میرا لگی تھی اور آج کسی اطالوی فن کار کا شاہکار۔ اُسے دیکھ کر وہ ہلی تو سارا چہرہ زرد روشنی میں نہا گیا۔ چہرے پر کھنڈی اُداسی نے اُسے اور بھی خوب صورت بنا دیا۔ افضل نے بڑھ کر اُسے ہونٹوں سے

چوم لیا۔

''میں کسی طرح سے رکاوٹ تو نہیں بن رہی؟''

''قطعاً نہیں۔ کمرہ آباد ہو گیا ہے۔''

وہ کرسی کھینچ کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''بات ایسے ہے یاسمین کہ تم دن کو گھر چلی جایا کرو گی اور رات یہاں گزارا کرو گی۔''

یاسمین خاموش رہی۔ افضل اپنے خیالات میں کھو گیا۔ وہ جنگ اور محبت کی پیچیدگیوں میں اُلجھ گیا تھا۔ ہندوستان کے ساتھ جنگ کچھ ہفتے ہی دور تھی۔ یاسمین کا خاندان اُس کے خلاف ہندوستان کا حامی تھا اور وہ اُسے ایک فوجی ٹھکانے میں اپنے کمرے میں پناہ دیے ہوئے تھا۔ جنگ کی صورت میں اُس نے یاسمین کو فوجی حکام کے سپرد نہیں کرنا تھا اور نہ ہی کسی طرح اپنے فرض سے کوتاہی برتنا تھی، چاہے اُس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے! محبت اور فرض متصادم ہو رہے تھے: اُسے یہ جاننے کی ضرورت نہیں تھی کہ دونوں میں سے کون مضبوط اور اہم ہے۔ اُس کے لیے دونوں ہی مضبوط اور اہم تھے۔ وہ یاسمین کے ساتھ ابھی تک اپنے تعلق کی نوعیت اور حد طے نہیں کر سکا تھا لیکن اخلاقی طور پر اُس کا ساتھ دینے کا پابند تھا۔ وہ اُس کی پناہ میں تھی۔ اُسے اچانک کسی اور جگہ لڑنے کے لیے جانے کو کہا جا سکتا تھا اور اگر ایسا ہو گیا تو وہ یاسمین کا کیا کرے گا..... کیا وہ ایسے احکام کو ماننے سے انکار کر دے گا یا یاسمین کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا..... مگر وہ احکام ماننے سے کیسے انکار کر سکتا ہے..... جب ایسے احکام ملتے ہیں تو گھر، والدین، عزیز و اقارب اور پسند کی جانے والی عورتوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور صرف وہ کیا جاتا ہے جس کا حکم ملتا ہے!

کھانا آ گیا اور دونوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانے کے بعد افضل کرسی پر نیم دراز ہو کر سگریٹ سے لطف اندوز ہونے لگا۔ سگریٹ پی کر وہ اُٹھا اور غسل خانہ میں لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔ وہ لباس تبدیل کر کے آیا تو یاسمین اُسے بے چین سی نظر آئی۔ وہ سمجھ گیا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے غسل خانے کی طرف اشارہ کیا۔ یاسمین قدرے جھینپتے ہوئے اُٹھی تو افضل باہر چلا گیا۔ اُس نے پلاٹون کا چکر لگا کر سنتریوں کو چیک کیا۔ اُسے ہر چیز قاعدے کے مطابق لگی۔

افضل اپنے آپ کو ضوابط کا پابند سمجھتا آیا تھا لیکن پچھلے کچھ عرصے میں وہ دو خلاف ورزیاں کر چکا تھا۔ اُس نے عاشق اور میر سدا کو یاسمین سے اپنی پہلی ملاقات کے بارے میں کسی سے بات نہ کرنے کو کہا تھا اور آج اُسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔ پلاٹون کے لوگوں کی رائے کی کو اُس نے بالائے طاق

رکھ دیا تھا۔ اُسے صبح کا انتظار تھا جب جمعدار نے مرشد علی کے بارے میں بتانا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مرشد علی کو کس طرح مروائے..... کیا اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر گولیوں کی بوچھار کے سامنے کھڑا کر دیا جائے یا اُسے بھاگنے کا کہا اور پھر اُس پر فائر کروا دیا جائے! وہ کمرے میں واپس آ گیا۔ یاسمین منہ دھو کر کرسی پر بیٹھی تھی۔ افضل کو اُس پر ترس آیا۔

''اداس تو نہیں ہو؟'' افضل نے ہم دردی سے پوچھا۔

یاسمین نے افضل کو اُداسی سے دیکھا اور جواب دینے کے بجائے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''تم اکیلی نہیں ہو۔ میرے خیال میں جب تم پہلی بار یہاں آئی تھیں تب سے میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

یاسمین پھر خاموش رہی۔

''سونا چاہتی ہو؟''

افضل نے یاسمین کو مرشد علی کے متعلق اپنے فیصلہ کے بارے میں بتانا مناسب نہ سمجھا۔ اُس نے سگریٹ سلگالیا۔ یاسمین خاموشی سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ یاسمین لیٹنا چاہتی تھی۔

''لیٹ جاؤ۔''

''تم نے کہاں سونا ہے؟'' یاسمین نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''اُدھر۔'' افضل نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا: ''اعتراض؟'' افضل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ یاسمین خاموشی سے چارپائی کی طرف بڑھ گئی۔

افضل اُٹھا اور اُس نے لالٹین بجھا دی۔

۱۴

دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی آواز سے افضل کی آنکھ کھلی۔ اُسے صحیح حالت سمجھنے میں کچھ وقت لگا اور پھر چھلانگ لگا کر اُس نے اپنے کپڑے اُٹھائے اور یاسمین کو جگا کر غسل خانے کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ افضل نے دروازہ کھولا۔ ابھی سورج طلوع ہونے میں کچھ وقت تھا لیکن روشنی پھیل چکی تھی۔ میر سدا باہر کھڑا تھا۔

''سر! جمعدار آیا ہے۔''

''اُسے دفتر میں لے چلو۔ میں پانچ منٹ میں آتا ہوں۔''

افضل نے جلدی سے شیو بنائی اور دانت صاف کر کے وردی پہنی۔ یاسمین اُسے وردی پہنتے دیکھتی رہی۔ تیار ہو کر افضل نے یاسمین کا ماتھا چوما:

''تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔''

افضل دفتر گیا تو پلاٹون حوالدار اور جمعدار وہاں موجود تھے۔ دونوں نے اُسے سلیوٹ کیا۔ افضل اپنی کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ کمرہ صبح کی نرم سپیدی سے روشن تھا۔ جمعدار نے تھوک نگلا:

''صاحب! مرشد علی کو ہم نے پکڑنے کی کوشش کی۔ اُس نے مزاحمت کی اور پولیس مقابلے میں مارا گیا۔ اُس کی لاش گیٹ کے باہر رکھی ہے۔''

افضل نے پلاٹون حوالدار کی طرف دیکھا:

''شناخت کی؟''

''کی سر۔ وہی ہے۔''

افضل، جمعدار کی طرف دیکھ کر تھوڑا سا مسکرایا۔ وہ بھی مسکراہٹ کا مطلب سمجھ گیا اور سلیوٹ کر کے باہر کی طرف چل پڑا۔ افضل نے پلاٹون حوالدار کو گیٹ تک اُس کے ساتھ جانے کا

اشارہ کیا:

''گرینیڈ ہی نہ پھینک جائے۔''

عاشق اور میر سدا ایک طرف کھڑے تھے۔ افضل نے اُنھیں چائے لانے کو کہا اور کمرے کی طرف چل پڑا۔ یاسمین اُسی جگہ بیٹھی تھی۔ افضل اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ یاسمین اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں ویران تھیں۔ افضل کو یاسمین وہ عورت نہ لگی جس نے اُس کے نظم کو ترجمہ سنے بغیر، آہنگ سے سمجھنے کے طریقے پر اُسے چوم لیا تھا۔ وہ کسی اور وقت کی بات تھی۔ اِس تبدیلی پر وہ یاسمین کو قصوروار نہیں ٹھہراتا تھا۔ وہ مسلسل کٹھنائیوں میں سے گزر رہی تھی۔ وہ اُس کے ساتھ ہمدردی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ ایک خود پسند عورت تھی اور یہی خود پسندی اُس کی طاقت تھی۔ حالات اُس مقام پر تھے کہ اگلے پل کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اُسے کسی قسم کے احکام مل سکتے تھے جن میں پیر گنج کو فوری طور پر چھوڑنا شامل تھا۔ وہ خود بھی ایک بے یقینی اور آزمائش کی حالت میں سے گزر رہا تھا۔ وہ دونوں دو مختلف قسم کے طوفانوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ یاسمین ایک خود مختار بنگلہ دیش کے لیے برسرِ پیکار تھی اور پاکستان کے ہمدرد کی پناہ میں تھی اور وہ بنگلہ دیش کے قیام کے خلاف نبرد آزما تھا اور اُس نے نہ صرف یاسمین کو اپنی پناہ میں لیا تھا بلکہ اُس کی چاہت کو بھی اپنے اندر پھلنے پھولنے دیا تھا۔ اُسے اچانک کیپٹن غفار یاد آ گیا۔ افضل کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

چائے آ گئی۔ افضل نے اُٹھ کر یاسمین کو پیالہ پیش کیا۔

''ہنسے کیوں تھے؟''

''رنگ پور میں مارا جانے والا ایک دوست یاد آ گیا تھا۔ اگر وہ ہماری جگہ ہوتا تو اُس نے بھی اسی طرح ہنسنا تھا۔ میں نے اُس کی نقل کی ہے۔''

''جمعدار کیوں آیا تھا؟'' یاسمین کی آواز میں خوف اور جھجک تھی۔ افضل نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔

''بتانے آیا تھا کہ مرشد علی پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔''

''تمہارا حکم تو نہیں تھا؟''

''میں نے اُسے گرفتار کرنے کو کہا تھا۔''

''فوجیوں کا کیا بنا تھا؟''

''دونوں کو سزا ہو گئی تھی۔''

یاسمین نے ہونٹ بھینچ لیے۔ کچھ دیر وہ چائے کے پیالے میں دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے نظریں اُٹھائیں اور افضل کو دیکھا۔ وہ سگریٹ سلگا رہا تھا۔

''شکریہ۔'' اُس کی آواز مشکل سے افضل تک پہنچی۔

''اب جدا ہونے کا وقت ہے۔ جیپ تمہیں گھر تک چھوڑ آئے گی۔ میں شام کو لینے کے لیے آؤں گا۔''

یاسمین کے ہونٹ نیم وا تھے!

چوتھا حصہ

ا
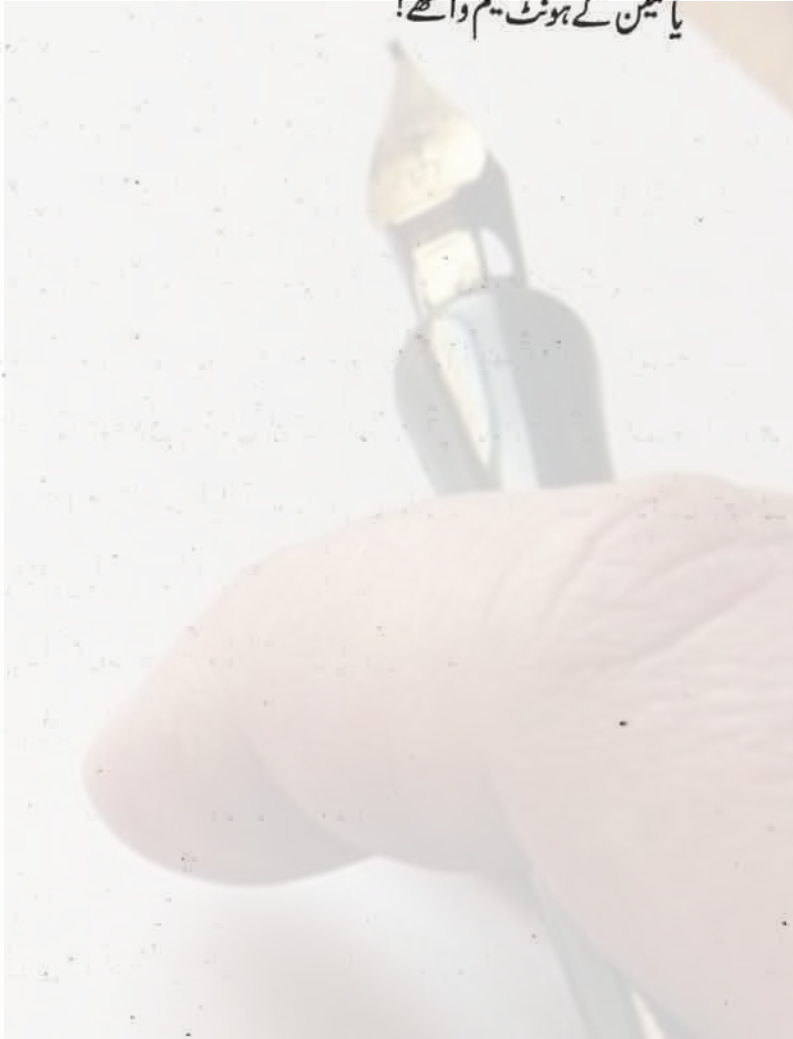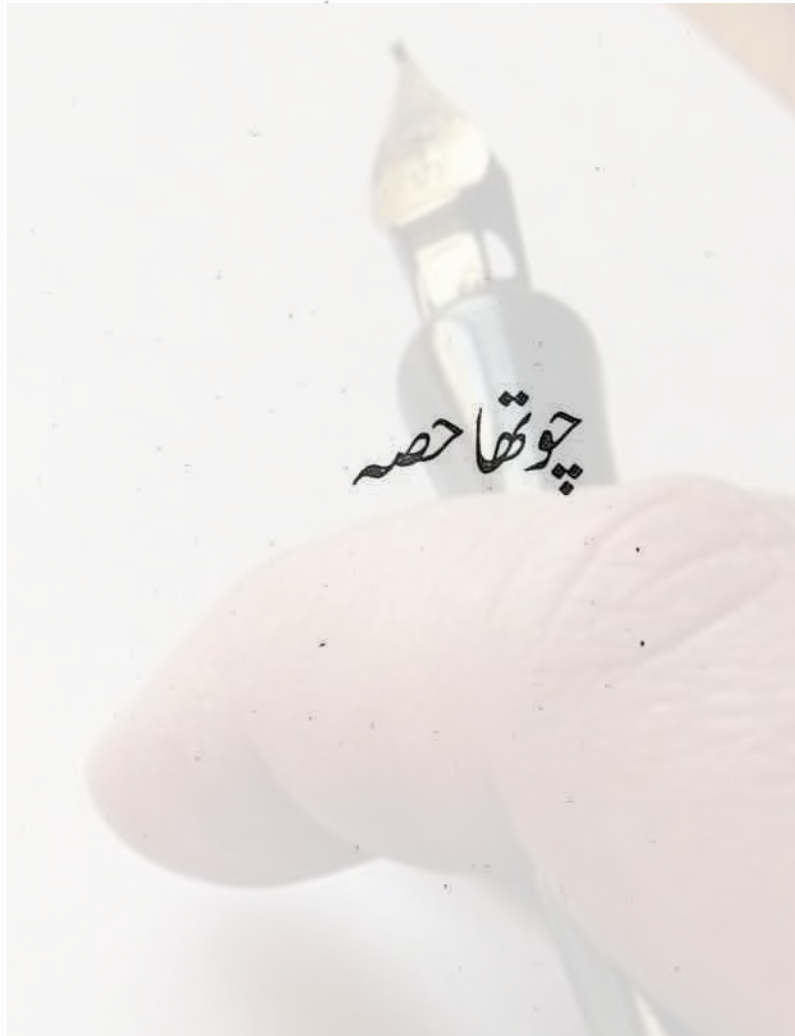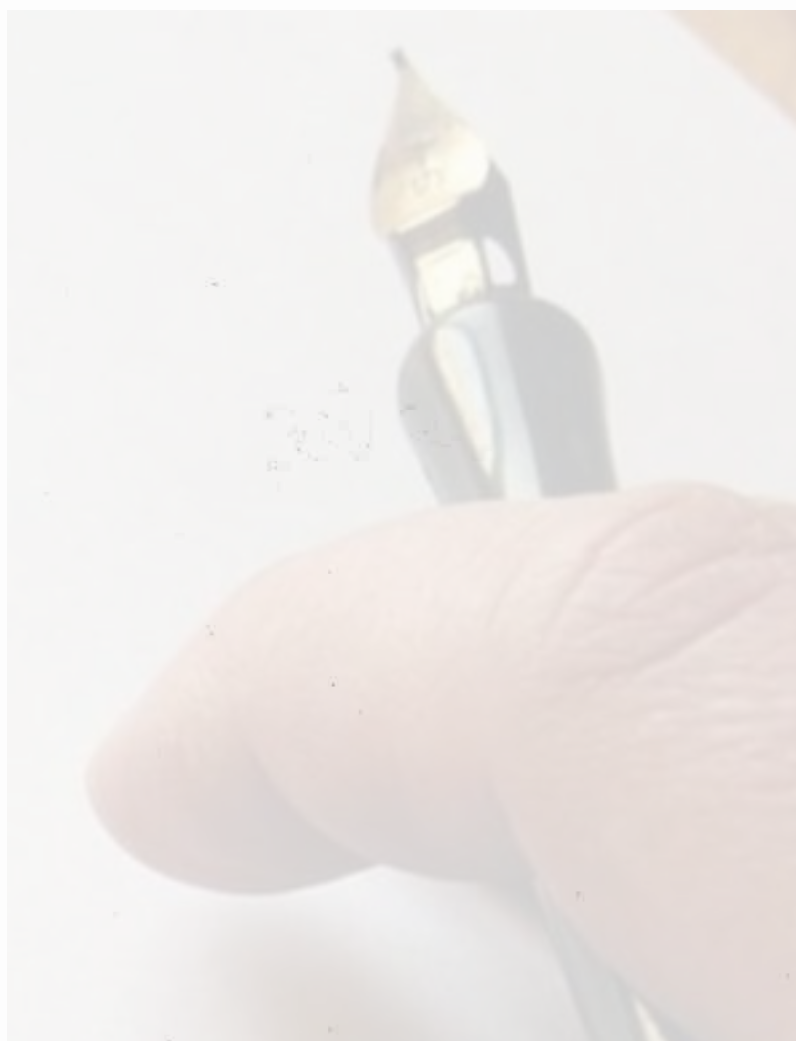
جیپ کے ساتھ افضل نے چار آدمیوں کا مسلح دستہ بھیجا تھا۔ یہ چاروں آدمی کھلی جیپ کی پچھلی سیٹ پر ترپال والی بار کو پکڑے کھڑے تھے۔ افضل نہیں چاہتا تھا کہ یاسمین کو چھوڑنے کے لیے جاتے ہوئے جیپ ایمبوش ہو۔ اتنے میں میجر بلال کا وائرلیس پر پیغام آیا کہ افضل فوراً رانی سنکیال پہنچے۔

یاسمین کو چھوڑ کر جیپ واپس آئی تو افضل رانی سنکیال کی طرف چل پڑا۔ رانی سنکیال میں اس کی لیفٹیننٹ زاہد سے ملاقات ہوئی۔ زاہد پی ایم اے میں اُس سے جونیئر تھا۔ اُسے نیک مرد میں کیپٹن مراد کی جگہ پر لگایا گیا تھا۔ میجر بلال نے اُنھیں موجودہ حالات پر بریفنگ دی۔ ہندوستان کی ایسٹرن کمانڈ حملہ کرنے کے لیے تیار تھی۔ ہندوستانی فضائیہ کو مکمل برتری حاصل تھی اور ڈھاکہ میں رکھے گئے پاک فضائیہ کے چند جہاز اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ واضح ہو چکا تھا کہ مشرقی پاکستان میں متعین فوج ہندوستانی حملہ کا سامنا کرنے لیے ناکافی تھی اور ہندوستانی فوج کو تکنیکی برتری بھی حاصل تھی۔ فیصلہ کیا گیا تھا کہ موجودہ پوسٹوں میں قلعہ بند ہو کے محاصرہ کرنے والی فوج کا مقابلہ کیا جائے: اس محاصرے کو جتنا بھی ممکن ہو طول دیا جائے اور اس عرصے میں ساتواں امریکی بیڑا مداخلت کر کے جنگ بندی کے حالات پیدا کردے گا۔ افضل کو سکول کے گرد چھوٹے ہتھیاروں سے بچاؤ کے لیے بوریاں درکار تھیں تاکہ اُن میں ریت بھر کے بنکروں کے گرد رکھا جا سکے مگر بوریوں کی دستیابی ناممکن تھی۔ پیر گاؤں میں کھاد کا کافی بڑا گودام تھا۔ چناں چہ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہاں سے بوریاں نکال کر استعمال میں لائی جائیں۔ افضل کو سکول کے گرد حفاظت کے لیے خاردار تار کی بھی ضرورت تھی جو مہیا نہیں ہو سکتے تھے اور اسی طرح ٹینک شکن بارودی سرنگیں بھی کافی مقدار میں چاہیے تھیں کہ موجود بارودی سرنگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ انٹی پرسنل بارودی سرنگیں بھی چاہیے تھیں۔ یہ ضرورت سے کم مگر پھر بھی خاصی تعداد میں دینے کا وعدہ کیا گیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ مقامی حفاظت کا بندوبست قطعی ہونا چاہیے تاکہ پوسٹوں پر ریڈ نہ ہو سکیں۔ مقامی

آبادی بھی حملوں کا سلسلہ شروع کرسکتی تھی ،اس لیے اُن کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ نہ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔افضل نے یاسمین کو پوسٹ پر رات کو رکھنے کی اجازت لینا چاہی مگر پھر اُس نے سوچا کہ چند دنوں کی بات ہے اور کون جانے کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں!

افضل وہاں سے بے یقینی کی کیفیت میں واپس آیا۔ جنگ میں شکست ناگزیر تھی۔شکست کب اور کس مرحلے پر ہوگی.....کیا چند قلعہ بند پوسٹیں جنگ کے کسی مرحلے میں اکٹھے ہو کر مزاحمت کا ایک علاقہ بنا سکیں گی.....کیا اسی طرح تمام صوبے میں یہ پوسٹیں اپنے حجم میں بڑھتی جائیں گی اور کسی وقت ایک موثر طاقت بن سکیں گی.....لڑائی شروع ہونے کے بعد انتظام وانصرام کا کیا طریقہ ہوگا.....اُسے خیال آیا کہ یہ سب کچھ جنگ لڑانے اور اسے کنٹرول کرنے والے سوچ رہے ہوں گے، اِس لیے اُسے خود کو درپیش معاملات سے نمٹنا چاہیے۔کیا یاسمین اُس کے راستے کی رکاوٹ تو نہیں ہوگی؟ اُسے دن جنگ کی تیاری میں گزارنا ہوگا، شام کے بعد وہ کسی بھی وقت یاسمین سے رابطہ کر سکے گا۔

پیر گنج پہنچ کر اُس نے پلاٹون حوالدار، سیکشن کمانڈر اور تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور انھیں تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ جو بات میجر بلال نے بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا، افضل کے خیال میں وہ بات اُس کے ماتحتوں کو جاننا چاہیے تھی چناں چہ اُس نے بتا دیا کہ جنگ میں اُن سب کا زندہ رہنا ممکن نہ ہو گا۔مشرقی پاکستان میں وہ لوگ ہندوستان کے ساتھ ساتھ روس سے بھی لڑ رہے تھے۔اُس نے وضاحت کی کہ مایوس ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔یہ بھی ممکن تھا کہ جنگ شروع ہونے کے بعد پلاٹون کا کمپنی اور بٹالین کے ساتھ رابطہ نہ رہے۔وہ سب اکٹھے جئیں گے یا پھر ساتھ مریں گے۔وہ محسوس کرسکتا کہ لوگ ایک خواب میں محو تھے جسے اُس نے توڑ دیا تھا۔وہ کئی سوال پوچھنا چاہتے تھے:وہ جاننا چاہتے تھے، کیا اُن کی قربانی رائیگاں تو نہیں جائے گی.....کیا اُن کی موت ملک کے لیے قربانی گنی جائے گی.....ایسا تو نہیں کہ وہ سب ملک کو توڑنے کا سبب بنے ہوں!افضل نے اُن کے شکوک دور کرنے کی کوشش کی۔وہ جانتا تھا کہ اُسے اُن تمام لوگوں کا اعتماد حاصل تھا، اور یہی بات اُس کے لیے اطمینان کا باعث تھی۔اسی اعتماد کی وجہ سے اُسے مشکل فیصلے کرنے میں سہولت ہوگی۔

افضل نے رضا کاروں کو بلا کر حکم دیا کہ گودام سے کھاد کی بوریاں، جو ہزاروں کی تعداد میں تھیں، خالی کردی جائیں۔رضا کار اسے مشرقی پاکستان کے خلاف ایک تخریبی اقدام سمجھے۔وہ رات گئے تک بوریاں خالی کرتے رہے۔مقامی آبادی بھی اس کارروائی سے حیران تھی اور انھیں اگلے دن پتا چلا کہ بوریاں سکول کے دفاع کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔سکول کے اردگرد کے گھر جو پہلے خود کو کافی محفوظ

خیال کرتے تھے، نقل مکانی کر گئے۔ اگلا سارا دن بوریاں بھرتے اور بارودی سرنگیں لگاتے گزرا۔ افضل نے پولیس کی معرفت مقامی آبادی کو بتا دیا کہ قصبے کے گرد تمام راستے اُن کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں کیوں کہ ہر طرف بارودی سرنگیں بچھا دی گئی ہیں۔

سورج غروب ہونے سے پہلے افضل نے یاسمین کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ ایمبوش یا کسی سنائپر کے لیے بہت موزوں نشانہ ہے لیکن پچھلی رات کے بعد وہ یاسمین کو ساتھ رکھنا اپنے آدرش کا حصہ سمجھتا تھا۔

افضل کو لگا کہ یاسمین اُس کے انتظار میں تھی۔ اُس کے ہونٹوں کے کونے بھنچے ہوئے نہیں تھے، اُسے اُس کے چہرے پر بے چینی سی نظر آئی۔ یاسمین کے کھچاؤ کے بغیر چہرے پر افضل کو پہلی دفعہ تازگی دیکھنے کو ملی۔

یاسمین نے اُسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اُسی طرح کھڑی رہی۔ اُس کی نظریں برآمدے میں کھلنے والے کمرے پر تھیں۔ افضل نے یہ محسوس تو کر لیا تھا لیکن اُس نے یاسمین کی نظر کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کچھ ہی دیر بعد اُس کمرے سے ایک آدمی باہر نکلا۔ وہ برِاعظم امریکہ کے اشتراکی گوریلوں کی طرح سبز رنگ کے فٹیگز پہنے ہوئے تھا۔ اُس کا بایاں ہاتھ بش شرٹ کی جیب میں تھا۔ افضل نے اندازہ لگایا کہ یا تو اُس آدمی کا ہاتھ زخمی یا کٹا ہوا ہے اور یا وہ پستول تھامے ہوئے ہے۔ وہ سیاہ رنگت والا تقریباً تیس برس کی عمر کا ایک چھوٹے قد کا آدمی تھا۔ اُس نے موٹے شیشیوں کی عینک لگا رکھی تھی اور شیشوں کے پیچھے اُس کی بے چین آنکھیں لگاتار حرکت میں تھیں۔ افضل یاسمین کی بے چینی کو سمجھ گیا۔

''میرا بھائی امین۔'' یاسمین نے کھنکتی آواز میں تعارف کرایا۔ افضل نے اُس کی آواز میں کھنک کا عکس پہلی مرتبہ محسوس کیا تھا۔ وہ اُس کی خوشی کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔ کیا بھائی سے ملاقات نے اُسے اتنا اعتماد دیا تھا یا وہ اُس کے آنے سے اتنا خوش ہوئی تھی!

افضل ایک الجھن میں بھی پڑ گیا۔ یاسمین کا بھائی ملک کے مفاد کے خلاف سرگرم عمل رہا ہے۔ کیا وہ اُس سے بات کرے یا عاشق اور میر سدا کو بلا کر اُسے گرفتار کر لے۔ امین اُس کے قریب آ گیا اور اُس نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ افضل ہاتھ بڑھانے میں ذرا جھجکا:

''ڈیم اِٹ۔ ہاتھ بڑھاؤ!'' امین کی آواز بھاری اور گرج دار تھی۔ افضل نے بغیر سوچے ہاتھ بڑھا دیا۔ امین کے ہاتھ کی گرفت مضبوط اور اُس میں گرم جوشی تھی۔

''میں خوش ہوں کہ ہماری ملاقات ہوگئی۔ میں مایوس ہوکر واپس جانے والا تھا۔''

افضل خاموش رہا۔ وہ ابھی تک صدمے سے باہر نہیں آسکا تھا۔

''میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو قطعاً ایسے نہ کرتا۔ ہمارے والد کا بھی پتا چل گیا ہے۔ وہ خیریت سے ہیں۔ اُنھیں ایف آئی یو لے گئی تھی۔ اب آزاد ہیں۔'' امین ہنسا:

''بیٹھو!''

''آپ بہن بھائی دنوں کے بعد ملے ہیں۔ میں چلتا ہوں۔'' افضل نے پہلی بات کی۔ اُسے اپنی آواز اجنبی لگی۔ اُس نے محسوس کیا کہ یہ اعتماد کی کمی کی وجہ سے تھا۔

''بیٹھو! میرے پاس ابھی وقت ہے۔'' امین کی آواز میں حکم تھا اور ایک جونیئر افسر ہوتے ہوئے افضل بیٹھ گیا۔

''افضل، میں غیر ضروری باتوں میں زیادہ وقت ضائع نہیں کروں گا۔'' وہ افضل کا جواب سننے کے لیے رکا۔ افضل خاموش رہا۔ امین نے بات جاری رکھی:

''دو یا تین دن کے بعد حملہ ہو جانا ہے۔ تم تمام لوگ جنگ میں مارے جاؤ گے۔ میں تمہارے لیے ایک تجویز لے کر آیا ہوں۔'' وہ پھر رکا اور افضل اس بار بھی خاموش رہا۔

''تم یہاں سے نکل جاؤ! میں تمہیں کلکتہ تک پہنچا سکتا ہوں۔ وہاں سے تم نیپال کی طرف نکل جانا یا پنجاب کو چلے جانا اور کسی مناسب جگہ سے بارڈر پار کر لینا! ایک ہی فوج کا حصہ رہنے کے باوجود ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ یہ تجویز ایک ہمدرد کی طرف سے اپنے مہربان کے لیے ہے۔''

افضل پھر خاموش رہا۔ اُس کی خاموشی سے امین جھنجلا گیا۔

''تمہارے منھ میں زبان نہیں؟'' امین کے لہجے میں برہمی تھی۔ افضل نے اپنے پیروں کو حرکت دی۔ یاسمین اور امین کو لگا کہ وہ اُٹھنے کو ہے لیکن بیٹھا رہا، یاسمین تخت پوش پر بیٹھ گئی۔

''میں آپ کی تجویز قبول نہیں کر سکتا۔''

''احمق مت بنو۔ تم لوگوں کو جنگ میں ایسی شکست ہو رہی ہے کہ ہر سپاہی مارا جائے گا۔ کچھ ہندوستان کے حملے کی زد پر آئیں گے اور کچھ کو مقامی گوریلے ختم کر دیں گے۔ ایک بار پھر سوچ لو!''

''سر! آپ اپنے حلف کو توڑ چکے ہیں۔ میں اپنے ماتحتوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔''

امین نے اپنی مایوسی کو چھپانا مناسب نہ سمجھا اور اُس نے برہمی سے دونوں ہاتھ ہوا میں

لہرائے:

''ابھی کچھ وقت ہے۔سوچ لو!''

پھرامین نے قدرے آہستہ اور تیز لہجے میں یاسمین سے بات کی۔یاسمین نے ایک مختصر سا جواب دیا۔امین نے اثبات میں سر ہلایا اور اُٹھ کھڑا ہوا:

''تم نے مجھے گرفتار نہیں کرایا۔تمھیں ایموش بھی نہیں کیا جائے گا۔''اُس نے ہاتھ ملایا۔دونوں چند لمحوں کے لیے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور پھر امین اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ دونوں خاموش بیٹھے رہے۔صحن میں اندھیرا پھیل گیا تھا۔افضل کو وہاں مزید ٹھہرنا خطرناک لگا۔امین کے گھر میں ہوتے ہوئے اُسے یاسمین کو ساتھ لے جانا نامناسب لگا۔

''تم تو آج نہیں جا سکو گی؟''افضل نے آہستہ سے پوچھا۔

''کیوں؟''یاسمین کی آواز میں شرارت تھی۔

''تمہارا بھائی آیا ہوا ہے۔''یاسمین کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''وہ چلا گیا ہے۔وہ دوسری طرف سے باڑ پار گیا۔''

افضل کو ایک دم یاسمین پر غصہ آیا۔

''وہ بتا کر بھی جا سکتا تھا۔کیا میں نے اُسے روک لیتا؟''

''ایسی بات نہیں۔وہ بتانا چاہتا تھا لیکن میں نے منع کر دیا۔میں یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ تم اپنے بارے میں زیادہ بات کرو۔خیر،اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔''

وہ صحن کے اندھیرے میں کچھ تلاش کرنے لگی۔فضا میں ہلکی سی خنکی تھی۔افضل کو باہر کھڑے عاشق اور میر سدا کا بھی خیال تھا۔اُسے اپنی حالت مضحکہ خیز لگی۔اُسے کلکتہ تک بھاگنے میں مدد کی پیش کش تھی،یہ بھی بتایا گیا کہ اگر وہ نہ بھاگا تو اُس کا زندہ بچ رہنا ناممکن تھا اور وہ اپنے ملک کے دشمن کی بہن کو پسند بھی کرتا تھا۔اُسے اُس عورت میں حوصلے اور ہمت کی ایک انتہا نظر آئی۔وہ اُسے ایک غیر معمولی عورت لگی۔کیا وہ بھی اُسے پسند کرتی تھی؟اور اگر وہ کلکتہ جانے کی تجویز قبول کر لے تو کیا وہ اُس کے ساتھ جائے گی؟

افضل کو اُمید کی ایک کرن نظر آنے لگی!

۲

''آج رات یہاں گزار سکتے ہو؟'' یاسمین نے اندھیرے میں ڈوبتے گھر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں کسی قیمت پر اپنی پوسٹ نہیں چھوڑ سکتا۔''

افضل کو امین کے ساتھ ملاقات کسی ڈرامے کا ایک فرسودہ سا ایکٹ لگی۔ کیا وہ اپنے گھر چکر لگاتا رہتا تھا یا اُس سے ملنے کے لیے خصوصی طور پر آیا تھا۔ دونوں بہن بھائیوں کو اتنا یقین تھا کہ وہ امین کو گرفتار نہیں کرے گا۔ یاسمین ایک ذہین عورت تھی اور شاید وہ اپنے بارے میں افضل کے احساسات ایک ہی رات میں سمجھ گئی تھی۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ کسی حساس لمحے میں وہ اتنا کمزور ہو گیا ہو کہ یاسمین نے اُسے بے بس سمجھا ہو۔ کیا وہ بے بس نہیں؟ وہ غیر قانونی طور پر یاسمین کو رات بھی پوسٹ پر لے گیا تھا اور آج بھی لے کر جانا چاہتا تھا۔ کیا وہ یاسمین کے بس میں ہے اور اُس پر بنگال کا جادو چل گیا ہے!

یاسمین کھردرے سے اندھیرے میں افضل کے چہرے کو نظروں سے ٹٹول رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو وہ پیار سے مسکرائی۔ افضل نے اُس کی مسکراہٹ کی نرمی کو اپنے وجود سے مس ہوتے محسوس کیا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ یاسمین تخت پوش پر بیٹھی رہی۔

''اُٹھو۔ دیر ہو رہی ہے۔''

یاسمین نے پھر اُس کے چہرے کو غور سے دیکھنے کی کوشش کی۔ اندھیرے میں وہ ایک دوسرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یاسمین خاموشی سے اُٹھ کر اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ باہر آئی تو وہ چل پڑے۔

''تالا نہیں لگاؤ گی؟''

''یہاں پاکستانی فوجیوں کے علاوہ کوئی نہیں آتا۔'' افضل کے ذہن میں مرشد علی آیا لیکن اُس

کا ذکر کرنا ایک غیر اخلاقی بات تھی۔

سکول میں وہ سیدھے افضل کے کمرے میں چلے گئے۔ افضل، یاسمین کو کمرے میں چھوڑ کر دفتر چلا گیا۔ اُس نے وائرلیس آپریٹر کو بلا کر پیغامات چیک کئے۔ اُس کے لیے کوئی پیغام نہیں تھا۔ اردگرد سے ہندوستانی توپ خانے کی گولا باری کی خبریں تھیں۔ کہیں کہیں ہندوستان کی فضائیہ نے سرحد پار کر کے کافی اندر تک نیچی پروازیں کی تھیں۔ رانی سنکیال میں بھی گولے گرے لیکن کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ اُس نے میجر بلال سے بھی کوڈ کا استعمال کرتے ہوئے بات کی اور اُنھیں پوسٹ کے دفاع کو مضبوط کرنے کے بارے میں بتایا۔ پلاٹون حوالدار اور وہ دیر تک مختلف امکانات پر غور کرتے رہے۔

افضل کھانے اور چائے کا بتا کر کمرے میں چلا گیا۔ یاسمین بستر پر لیٹی تھی۔ وہ اُسے دیکھ کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور افضل کو پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ افضل سیدھا غسل خانے میں چلا گیا اور لباس تبدیل کر کے اُس کے پاس آ بیٹھا۔ یاسمین نے اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھایا تو وہ تھام کر لکیریں دیکھنے لگا۔

''کیا تم ہاتھ پڑھ سکتے ہو؟''

افضل کو رنگ پور کا ریل گاڑی کا سفر یاد آ گیا۔

''نہیں۔ میں اس میں یقین نہیں رکھتا۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''تم خود کو اکیلے تو محسوس نہیں کر رہی ہو؟'' افضل نے اُس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

''قطعاً نہیں۔ تم میرے ساتھ ہو تو اکیلی کیسے ہوئی۔''

خاموشی نے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ افضل کو یہ خاموشی اُس کے کھچے ہوئے اعضا پر ٹکور کرتی محسوس ہوئی۔ وہ یاسمین کا ہاتھ پکڑے کچھ دیر اسی طرح خاموشی سے بیٹھے رہنا چاہتا تھا۔

''تم اپنے کو اکیلا تو محسوس نہیں کر رہے؟'' یاسمین اُس کے ساتھ لگ گئی۔ افضل نے ہونٹ سکیڑے اور گالوں میں ہوا بھر کے ایک پھونک ماری۔

''میری ذمے داری نے مجھے اکیلا ہونے کا احساس دیا ہوا ہے۔''

''کیا تم کھچاؤ میں ہو؟''

''تم کیا سمجھتی ہو؟''

''میں نے ہمیشہ تمھیں کھچاؤ ہی میں دیکھا ہے۔ تمہاری آنکھوں میں ہمیشہ ایک خوف ہوتا ہے۔ شاید تم اپنی ذمے داری کو زندگی سے بھی بڑا سمجھتے ہو۔ میں شاید ایک ریلیز ہوں۔ اگر میں نہ ملتی

تو؟'' یاسمین کے ہلکے سے قہقہے میں تلخی تھی۔

''میں اِس وقت اپنے دفتر میں ہوتا۔'' افضل نے مصنوعی بشاشت سے کہا۔

کھانا آ گیا جسے دونوں نیخاموشی سے کھایا۔ کھانے کے ساتھ ہی چائے آ گئی۔ افضل نے سگریٹ سلگا لیا۔ میر سدا اور عاشق کمرے میں موجود تھے۔ افضل کو ان دونوں کا یاسمین کے لیے کھانا اور چائے وغیرہ لانا پسند نہیں تھا۔ اُس نے اُن کے دو ساتھیوں کے خلاف یاسمین کا ساتھ دیا تھا۔ اُس کا بھائی اُن کو مارنے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھا اور وہ اُس کی بہن کے لیے کھانا اور چائے لا رہے تھے۔

پلاٹون کے دوسرے لوگ یاسمین کی اُس کے ساتھ موجودگی کو کس نظر سے دیکھ رہے تھے ..... کیا اُس کا یہاں رات گزارنا فیلڈ سیکیورٹی سیکشن تک پہنچ چکا ہے؟ اگر میجر بلال نے پوچھا تو وہ کیا جواب دے گا؟ اُس نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے ہوئے سوچا کہ وہ اُنھیں سچ سچ بتا دے گا۔ سچ کیا ہے..... یہی نا کہ اُسے یاسمین پسند ہے! اُس نے یاسمین کی طرف دیکھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اُس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس کے ماتھے کی لکیریں بہت نمایاں تھیں۔ وہ افسردگی سے مسکرائی۔

''میں تمھیں پسند کرتا ہوں..... کیا تم جانتی ہو؟''

افضل اُس کی مسکراہٹ کی افسردگی میں الجھ گیا تھا۔ اُسے ایک دم خفت کا احساس ہوا۔ اُس کا یہ فقرہ کہیں یاسمین کو کوئی اور پیغام نہ دے دے اور وہ اپنی رائے تبدیل کر لے۔ یاسمین کی رائے کیا ہو سکتی ہے؟ کیا وہ اُس کی مدد اِس لیے کرتا رہا ہے کہ وہ اُسے پسند تھی!

''ہاں! ہم ایک دفعہ پہلے بھی بات کر چکے ہیں۔'' وہ رکی:

''یہ ایک نرالی سنگت ہے۔ ایک رات، دو رات یا ساری عمر کی!''

''گھنٹوں یا پہروں کے بجائے اسے لمحوں کی اکائی سے ناپو۔ ہر لمحہ زندگیوں پر محیط ہے۔ اگر دیکھو تو اس کی ذمے داری پوری انسانیت پر ہے..... جس طرح تم پر ہونے والی زیادتی کے ذمے دار چند افراد نہیں، پوری انسانیت ہے۔''

افضل اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرنے لگا!

۳

افضل نے اُٹھ کر لالٹین بجھائی اور سیدھا لیٹ گیا۔ یاسمین اُس کی طرف کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ اُس نے اپنا پاؤں افضل کے پیروں کے درمیان دیا ہوا تھا اور ٹانگ افضل کے گھٹنے پر تھی۔

''تم نے کیا فیصلہ کیا؟''

''کون سا؟''

''یہاں سے جانے کا..... کلکتہ اور پھر آ گے!''

''ممکن نہیں۔ میں ان سب لوگوں کو حالات کے حوالے کر کے ان کے ساتھ دغا نہیں کر سکتا۔'' افضل نے سکول کی طرف اشارہ کیا۔

''میں اگر ساتھ چلوں تو.....؟''

اُس نے یاسمین کی ٹانگ کو پرے کیا اور اُس کی طرف کروٹ لے لی۔

''یہاں کے حالات نوشتہءِ دیوار ہیں۔ تم شاید اس طویل، کٹھن اور بے یقینی سے بھرے سفر کی متحمل نہ ہو سکو۔ مغربی پاکستان میں تم ہمیشہ اکلاپے اور بیگانگی کا شکار رہو گی۔ وہاں تمہیں اُس نظر سے نہیں دیکھا جائے گا جس کی تم حق دار ہو۔ اسی طرح اگر میں یہاں رہ جاتا ہوں تو تم یا تمہارا خاندان میری حفاظت نہیں کر سکے گا۔''

وہ خاموش ہو گیا۔ اُسے لگا کہ اُس نے ان چند فقروں کے ذریعے ایک طویل سفر طے کر لیا ہے۔ ایک بلند رکاوٹ تھی جسے وہ سوچے بغیر ایک جست میں عبور کر گیا۔ اُسے اب جنگ، فتح یا شکست سب بے معنی سا لگا۔ اُس نے ایک لمبا سانس لیا اور تکیے کے نیچے تلاش کر کے سگریٹ کی ڈبیا کو نکالی اور سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر ماچس جلانے لگا تو یاسمین نے ماچس لے لی:

''میں جلاتی ہوں۔''

یاسمین نے تیلی کو مصالحے پر رگڑا تو شعلہ پیدا نہ ہوسکا۔اُس نے دوبارہ یہی عمل دہرایا تو ایک دم شعلہ بلند ہوا۔وہ گھبرا گئی اور اُس کے ہاتھ سے تیلی بستر پر گر گئی۔افضل نے جلدی سے تیلی کو فرش پر پھینک دیا۔دونوں ہنسنے لگے۔

یاسمین نے نئی تیلی جلائی۔اس دفعہ وہ شعلے کے لیے تیار تھی۔اُس نے شعلہ افضل کی طرف بڑھا دیا۔افضل نے لمبا کش لیتے ہوئے یاسمین کو سگریٹ پیش کیا۔یاسمین نے بھی ایک لمبا کش لیا اور کھانسنا شروع کر دیا۔افضل اُس کی چھاتی اور کمر سہلانے لگا۔

''کیسے پیتے ہو اسے؟''

''ایسے ہی جس طرح تم پی نہیں سکیں۔''یاسمین نے پھر کھانسنا شروع کر دیا اور کھانستے ہوئے ہنسنے لگی۔

''تم میرے ساتھ اتنا طویل سفر کیوں کرنا چاہتی ہو؟''

یاسمین اُٹھی اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔اُس نے اپنی ٹانگیں افضل کے اوپر سے دوسری پائینتی پر رکھ لیں۔

''تم نے یہ سوال بہت دیر سے کیا ہے۔تمہارے مجھ پر احسان ہیں۔میں تمہیں یہ یقین دلانا چاہتی ہوں کہ ہم احسان فراموش نہیں۔میں اِس مشکل وقت میں اگر تمہارے ساتھ نہ جاؤں یا تمہارا ساتھ نہ دوں تو تم کیا سوچو گے؟تم نے بھی کئی ضابطے توڑ کر میرا ساتھ دیا ہے اور دے رہے ہو۔میں بھی دینا چاہتی ہوں۔''

''تم احسان کا بدلہ چکا رہی ہو یا مجھے پسند کرتی ہو؟''

''بدلے کی بات نہیں ہے۔ہر کوئی ہر کسی سے بدلہ لے رہا ہے۔یہ انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے۔تم نے اس سلسلے کو توڑا اور میں اسے جاری رکھنا چاہتی ہوں۔میں تمہیں پسند کرتی ہوں لیکن بعض اوقات پسند یا ناپسند کرنا ثانوی ہو جاتا ہے۔''

''پسند یا ناپسند کرنا اگر ثانوی ہو جاتا ہے تو اہم کیا ہے؟''

افضل نے سوچا کہ یہ عورت اُسے کن حالات میں ملی ہے!پھر اُسے خیال آیا کہ وہ اُسے ان حالات ہی میں مل سکتی تھی۔کسی اور قسم کے حالات میں شاید وہ ایک دوسرے کی طرف توجہ ہی نہ دیتے۔اُس نے یاسمین کے پاؤں کو سہلانا شروع کر دیا۔

''اہم یہ کہ ہم نے ایک دوسرے کو جانا ہے۔تمہارے اندر جو خلوص اور ایثار مجھے نظر آیا ہے شاید وہ تمہاری تہذیب کا حصہ ہے۔میرے ہاں بھی ایسے ہی ہے لیکن پھر بھی سمجھا نہ جا سکا۔میں یہ سمجھانے کے لیے تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔''

''تہذیب اور خلوص اہم ہو گئے اور میرا جذبہ ثانوی۔''

اُسی وقت سکول کا کمپاؤنڈ گولوں کی آواز سے گونج اُٹھا.....ایسے لگا کہ چھت اور دیواریں اُن کے اوپر آن گریں گی۔ یاسمین خوف کے مارے افضل سے چمٹ گئی اور کانپنے لگی۔ وہ روتے ہوئے بنگالی میں تیز تیز کچھ کہے جا رہی تھی۔ افضل کو میجر مسلم کی ماں یاد آ گئی۔ گولے لگاتار گر رہے تھے۔ افضل یاسمین کو ساتھ لگائے، خاموش لیٹا تھا۔ یاسمین کی کپکپی میں اضافہ ہو گیا۔ اُسے اچانک کچھ عجیب سا لگا۔ وہ ایک دم چھلانگ لگا کر اُٹھا اور یاسمین کو کھینچ کر غسل خانے میں لے گیا۔ اُس نے یاسمین کی شلوار اُتاری اور اُسے اپنی دھوتی دی جو یاسمین نے اپنی ٹانگوں کے گرد لپیٹ لی۔ افضل نے شلوار کے گیلے حصے کو بغیر صابن کے دھویا اور نچوڑ کر وہیں دروازے کے ساتھ پھیلا دیا۔ پھر اُسے وہ دوسرے کمرے میں لے آیا۔ غسل خانے میں واپس جا کر اُس نے وردی پہنی۔ باہر گولے اُسی رفتار سے گر رہے تھے۔ یاسمین اب کچھ سنبھل گئی تھی۔ اُسی وقت دروازے پر کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ افضل نے یاسمین کو غسل خانے میں دھکیلا اور دروازہ کھولا۔ باہر پلاٹون حوالدار تھا۔

''سر آپ کا بنکر کل تیار کر دیا تھا۔ چھت نہیں ڈالی جا سکی تھی۔ وہاں چلے جائیں۔''

افضل نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔

''پلاٹون مورچوں میں چلی گئی کیا؟''

''پہلی والی کے ساتھ ہی۔''

''ہتھیار؟''

''ہر آدمی اپنے ہتھیار کے ساتھ ہے۔ صرف آر آر باہر ہے۔ آپ کی ایس ایم جی لے آیا ہوں۔ کمرہ محفوظ نہیں۔''

''میں یہاں ٹھیک ہوں۔ گولے تقریباً ایک ہی جگہ پر گر رہے ہیں۔ سو خطرے کی بات نہیں۔ ہاں.....گاڑیاں؟''

''برآمدے میں دھکیل دی گئی ہیں۔''

''ہر آدمی اندر رہے اور خبردار بھی۔''

گولے گرنا بند ہو گئے۔ افضل بھاگتا ہوا دفتر پہنچا۔ اُس نے میجر بلال سے رابطہ کیا۔ رانی سنکیال میں ابھی تک گولا باری جاری تھی۔ میجر بلال نے اُسے بتایا کہ وہ روشنی ہونے سے پہلے اُس کے پاس پہنچ رہے ہیں۔ افضل سوچ میں پڑ گیا کہ یا تو وہ یاسمین کی بات کریں گے اور یا جنگ کے بارے میں

اطلاع ہوگی۔ اُس وقت رات کے دو بجے تھے۔ اُس نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ پلاٹون حوالدار کو بتا آیا کہ میجر بلال صبح جب آئیں تو اُنھیں کمرے کے بجائے دفتر لے جایا جائے۔

افضل کمرے میں گیا تو یاسمین ابھی تک غسل خانے میں تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر پیار سے بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے غسل خانے میں جا کر یاسمین کو بازوؤں میں لے لیا۔ کچھ دیر وہ اُسی طرح کھڑے رہے۔ پھر افضل اُسے کمرے میں لے آیا:

''دیکھا، جنگ کتنی بُری چیز ہے!''

''بہت ہی بھیانک اور خوف ناک..... میں اسے بھلا نہیں سکوں گی۔ ایک بات بتاؤں؟''

''ہوں؟''

''تمھیں جان جانے سے پہلے میں اُس جنگ کا حصہ ہونا چاہتی تھی جس میں تم سب مارے جاتے۔ ابھی جو میں نے محسوس کیا اُس کی روشنی میں، میں جنگ نہیں چاہتی۔ میں تمھیں زندہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں اُن سب کو زندہ دیکھنا چاہتی ہوں جو اس جنگ میں مرنے کے لیے تیار ہیں۔ ان گولوں نے میرے اندر ایسا خوف بھر دیا ہے کہ مجھے ہر کسی کی زندگی پیاری لگنے لگی ہے۔''

''مجھے جنگ کا تجربہ نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اِس میں حصہ لینا ہوگا۔''

''تم بھی ایسے ہی گولے چلاؤ گے..... لوگوں کو ایسے ہی دہشت زدہ کرو گے؟''

افضل خاموش رہا۔ وہ کیا بتاتا کہ بریگیڈ کے پاس صرف چھ توپیں تھیں جو کسی بھی طرح اُن توپوں کا جواب نہیں دے سکتی تھیں جنھوں نے کچھ دیر پہلے گولے برسائے تھے۔

''افضل! یاد ہے، ہم جھولے پر بنگلہ نظمیں پڑھتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔''

''تم بھول جاؤ گی؟''

''نہیں۔''

''میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ آؤ لیٹیں۔ کل کافی مصروف دن ہوگا۔''

''زیادہ کیا ضروری ہے..... جھولے پر بیٹھنا یا جنگ کی مصروفیت؟''

''جھولا، لیکن جنگ کی مصروفیت سے میں چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ یہ میری مجبوری ہے۔''

''میں تمھارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ تمھارے ساتھ مروں گی۔''

''میرے ساتھ مرو گی تو مجھے تمھارے لیے مرنا ہوگا۔''

یاسمین مسکرائی اور وہ وردی اُتارنے لگا۔

۴

میر سدا نے افضل کو جگایا۔ اُس نے شیو بنائے اور دانت صاف کیے بغیر وردی پہنی اور دفتر پہنچ گیا۔ میجر بلال وہاں موجود تھے۔ وہ اُسے تھکے تھکے سے لگے۔ افضل نے سلیوٹ کیا اور مہمان والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ میجر بلال اُس کی کرسی پر بیٹھے تھے۔ دونوں کے لیے چائے آ گئی۔ باہر اندھیرا تھا۔ افضل آرمرڈ کور کا افسر تھا۔ وہ بہت دور سے آتی ٹینکوں کے چلنے کی مدھم سی گونج محسوس کر سکتا تھا۔

''سر! کہیں دور ٹینک حرکت میں ہیں۔'' میجر بلال بھی غور سے سننے لگے اور پھر اُنھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''افضل یہ وہ جنگ ہے جس میں ہمیں نقشوں کی ضرورت نہیں۔'' اُن کا لہجہ تلخ تھا۔

''اگلے چوبیس سے چھتیس گھنٹوں کے درمیان مغربی پاکستان کی سرحدوں سے ہندوستان پر حملہ کر دیا جائے گا اور غالباً اُس کے بارہ گھنٹوں کے اندر اندر ہندوستان، مشرقی پاکستان پر حملہ کر دے گا۔ تیار ہو؟'' وہ ہنسے۔

''اپنے ذرائع کے اندر تیار ہوں۔ کوئی منصوبہ؟''

''کئی ملے لیکن میں نے تمھیں نہیں بتائے۔ نا قابلِ عمل تھے۔ یہاں سے اب ہمیں چلنے کے لیے تیار رہنا ہے۔ شاید حملے کی رات یہاں سے کسی اور جگہ چلے جائیں۔ نیک مرد والی پلاٹون میرے پاس آ گئی ہے۔ تمھیں ساتھ لے کر اُسے کمپنی کے ساتھ ملیں گے۔''

افضل خاموش رہا۔

''مورال کیسا ہے؟''

''بظاہر بلند ہے۔''

''ایک اور بات!'' میجر بلال نے سرسری سے لہجے میں کہا۔ افضل ایک دم سنبھل گیا۔

''وہ لڑکی..... فیلڈ سیکوریٹی سیکشن والے اُس سے سوال جواب کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ تمہارے پاس ہے؟''

''پاس نہیں سر، وہ میرے ساتھ ہے۔''

افضل کے لہجے میں اعتماد تھا۔ میجر بلال نے اُس کی طرف غور سے دیکھا۔

''سر! وہ اُس سے سوال جواب نہیں کر سکتے۔''

''کیوں؟'' میجر بلال کے لہجے میں حیرانی اور دل چسپی تھی۔

''میں اُسے پسند کرتا ہوں، اگر حالات نے اجازت دی تو میں اُس سے شادی بھی کر سکتا ہوں۔''

میجر بلال نے چونک کر افضل کی طرف دیکھا۔ افضل کو اس ردِعمل کی توقع تھی۔ اُس نے میجر بلال کی آنکھوں میں دیکھا۔ چند لمحوں کے لیے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ میجر بلال، افضل کی آنکھوں کی تحریر کو پڑھنے میں کامیاب ہوگئے۔

''ٹھیک ہے۔ اُس کا خیال رکھنا۔ مجھے وہ لڑکی بہادر لگی تھی۔ صرف اُس کا بھائی غدار ہے۔''

وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ افضل گیٹ تک اُن کے ساتھ گیا۔

سورج طلوع ہونے میں ابھی تھوڑا ہی وقت تھا۔ افضل نے سوچا کہ یاسمین کو ایک نظر دیکھ لے اور شیو کر کے دانت بھی صاف کر لے۔

وہ کمرے میں گیا تو یاسمین نے دھوتی اُتار کر اُس کی شلوار پہن لی تھی۔

۵

افضل سوچنے لگا کہ یاسمین کو گھر کیسے بھجوائے! جنگ کے آثار نظر آنے کی وجہ سے مقامی لوگوں کے رویے میں تبدیلی متوقع تھی اور یاسمین کے گھر تک جانے کے لیے محافظوں کا ساتھ ہونا ضروری تھا۔ اُس نے یاسمین سے بات کی تو اُس نے کہا کہ وہ اکیلی چلی جائے گی اور سورج غروب ہونے سے پہلے واپس بھی آ جائے گی۔ افضل کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ ان دنوں میں وہ کسی قسم کی مسلح جھڑپ میں ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا۔

اُس نے یاسمین کو گیٹ پر الوداع کہا۔

پیر گنج میں آنے کے بعد یہ پہلا دن تھا کہ اُس کے پاس کرنے کو کچھ نہیں تھا۔ کھاد کی بوریوں میں مٹی بھر کر اُس کے بنکر کی چھت بنائی جا رہی تھی۔ اُس نے اس کام میں کسی دل چسپی کا اظہار نہ کیا اور کرسی دھوپ میں رکھ کے نقشے کو پڑھتا رہا۔ پھر وہ اس کام سے بھی اُکتا گیا اور فاکنر کا ناول لا کر پڑھنے لگا۔ اُسے فاکنر کا بیان خشک اور بدمزہ لگا۔ اُس نے کتاب بند کر دی اور کافی دیر تک آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔ اسی میں اُس کی آنکھ لگ گئی۔ پچھلے چند دنوں سے وہ نیند پوری نہیں کر سکا تھا۔ اُسے کرسی کی نیند میں عجیب سے خواب آتے رہے۔ یہ خواب مکان کی قید سے آزاد تھے۔ وہ کسی دیومالائی پس منظر میں کبھی اپنے گھر والوں سے ملتا اور کبھی یاسمین اُس کی بانہوں میں ہوتی۔ یہ تصویریں بڑی تیزی سے بدل رہی تھیں۔ یاسمین کے کسی بے وقت کے قہقہے سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اُسے ایک پرانا مقولہ یاد آیا کہ فوجی کو جب بھی موقعہ ملے، اُسے کھانا کھا لینا چاہیے اور سو جانا چاہیے۔ اگلی نیند یا کھانے کا کچھ پتا نہیں، کب ملے۔ وہ کرسی سے اُٹھ کر کمرے میں جا کر سو گیا۔

اُس کی آنکھ کھلی تو اُسے روشنی میں کمی نظر آئی۔ اُس نے سوچا کہ یہ زیادہ سونے کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ اُس نے آنکھیں مل کر پھر باہر دیکھا تو دن کافی ڈھل چکا تھا۔ اُس کی نظر کلائی پر بندھی گھڑی پر

گئی تو ساڑھے تین بج چکے تھے۔ وہ غنودگی کی کیفیت میں دفتر گیا اور وائرلیس آپریٹر کو بلایا۔ اُس کے لیے کوئی پیغام نہیں تھا۔ آپریٹر سے اُس نے وائرلیس ٹریفک کے متعلق پوچھا تو اُس نے اطلاع دی کہ ٹریفک کے والیوم میں ناقابلِ یقین حد تک اضافہ ہوا ہے۔ عاشق نے آکر بتایا کہ وہ افضل کے لیے کھانا لے کر گیا تھا لیکن اُسے گہری نیند سوتے دیکھ کر جگانا مناسب نہ سمجھا۔ افضل نے فوجی مقولہ توڑا اور اُس وقت کھانے سے انکار کر دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ یاسمین کے ساتھ ہی کھائے گا اور اُس وقت چائے کے ساتھ پکوڑے لانے کو کہا۔

پلاٹون حوالدار کو ساتھ لے کر اُس نے سارے بنکروں کا چکر لگایا اور اُسے کچھ دیر کے بعد متوقع حملے کے متعلق بتایا تو وہ خاموش رہا۔ افضل کو اُس پر ترس آیا۔

بنکر اُس کے کمرے سے تھوڑے فاصلے پر چار فٹ زیرِ زمیں بنایا گیا تھا۔ مٹی سے بھری بوریوں سے ایک موٹی چھت ڈالی گئی تھی جو کافی محفوظ تھی۔ بنکر کی دیواریں اور فرش سیلا تھا اور افضل نے اندازہ لگایا، اگر رات وہاں گزارنا پڑی تو وہ ٹھٹھر جائے گا۔ اُس نے پلاٹون حوالدار کو ہدایت کی کہ ابھی سے وہاں آگ کا بندوبست کر دیا جائے تاکہ بنکر کے سیلے پن میں کمی آسکے۔

دفتر میں آکر افضل نے پوری پلاٹون کو اکٹھا کیا اور اُن کو خطاب کیا۔ اُس نے متوقع جنگ کی سب کو اطلاع دی۔ آدمیوں کے ملے جلے تاثرات تھے۔ افضل نے دونوں گاڑیوں کو منتشر کرنے کو کہا اور حکم دیا کہ کوئی بھی آدمی کمرے میں نہیں سوئے گا۔ اُس نے اپنی چارپائی بھی بنکر میں لگوانے کو کہا۔ کافی دیر تک وہ سب ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے، کسی نے جنگ کے متعلق بات نہ کی۔

ساڑھے چار بجے کے بعد افضل گیٹ پر کھڑا ہو گیا۔ جیسے پہلے سے طے کیا گیا ہو، جلد بعد ہی یاسمین آگئی۔ وہ اُسے کھچاؤ میں نظر آئی۔ افضل خود بھی ایسی ہی کیفیت میں تھا۔ وہ اُسے بنکر میں لے گیا جہاں انگیٹھی میں کوئلے دہک رہے تھے۔ یاسمین قدرے حیران ہوئی اور اُس نے کھچاؤ کم کرنے کے لیے مصنوعی سی جھرجھری لی۔ افضل اُسے ساتھ لگائے دیر تک کھڑا رہا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس بغل گیری میں وہ ایک دوسرے کو اپنے خدشات منتقل کرتے ہوئے اپنے خوف سے چھٹکارا حاصل کر رہے ہیں۔ اُس نے یاسمین کے چہرے کو اُٹھا کر آنکھوں میں دیکھا تو اُسے وہاں تھوڑی دیر پہلے والے کھچاؤ کی جگہ سکون نظر آیا۔ اُس نے سوچا: شاید اُس کی اپنی آنکھوں میں بھی ایسا ہی سکون آگیا ہو!

اُس نے یاسمین کو آہستہ سے الگ کیا اور بنکر کا پردہ گرا دیا۔

۶

افضل نے یاسمین کوتھوڑی دیر بنکر میں بیٹھنے کو کہا اور خود دفتر آ گیا۔سورج غروب ہو چکا تھا۔پلاٹون کےلوگ دریوں پر بیٹھے کھانا کھار ہے تھے۔افضل اُن کے ساتھ بیٹھ گیالیکن کھانے میں شامل نہیں ہوا۔وہاں ماحول گمبھیر سا تھااور سب ایک دوسرے کے ساتھ مصنوعی سے لب و لہجے میں بات کر رہے تھے۔ایک طرف رکھے ریڈیو سے ترانے نشر ہو رہے تھے۔اچانک اناؤنسر نے خبروں کا اعلان کیا۔بتایا گیا کہ پاکستانی فضائیہ نے ہندوستانی ہوائی ٹھکانوں پر حملے کیے ہیں اور پاکستانی افواج ہندوستانی علاقوں میں پیش قدمی کر رہی ہیں۔پیش قدمی کا سن کر سب آدمیوں نے تالیاں بجائیں۔

افضل نے وائرلیس آپریٹر کو بلایااور اُسے کمپنی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ رابطہ کرنے کو کہا۔آپریٹر نے واپس آکر بتایا کہ رابطہ نہیں ہو رہا۔افضل اُس کے ساتھ وائرلیس سیٹ والے بنکر میں چلا گیااور دونوں رانی سنکیال،ٹھاکر گاؤں اور رنگ پور میں بریگیڈ ہیڈکوارٹر کے ساتھ رابطہ کرنے میں مصروف ہو گئےلیکن کامیابی نہ ہوئی۔وہ سمجھ گیا کہ اُن کا نیٹ جیم کردیا گیا ہے۔

وہ وہاں سے دفتر آیااور اُس نے پلاٹون حوالدار کو حکم دیا کہ سب لوگ مورچے سنبھال لیں اورشیلنگ کے دوران میں بھی کمپاؤنڈ میں لگاتار تین آدمی پٹرول کرتے رہیں۔اُس نے خبردار کیا کہ کسی وقت بھی پچھلی رات سے زیادہ شدید شیلنگ شروع ہوسکتی ہے لہذا،سب لوگوں کوذہنی طور پر تیار رہنا چاہیے اورشیلنگ میں جب طویل وقفہ آئے تو گاڑی لوڈ کر لی جائے،غیرضروری سامان لے کر جانے کی ضرورت نہیں؛اگر رانی سنکیال سے رابطہ نہ ہوسکا تو وہ لوگ 'اے' کمپنی کے علاقے کی طرف چلے جائیں گے۔

اُس نے عاشق کو بلا کر ہدایت کی کہ کھانا گرم کیے بغیر بنکر میں لے آئے کیوں کہ آگ جلانا خطرناک ہوسکتا ہے۔اُس نے ایک بار پھر پلاٹون حوالدار کو چوکنا رہنے کی ہدایت کی اور اپنے بنکر کی طرف چل پڑا۔اُسی وقت پیرگنج سے نعروں کی آواز آنے لگی۔وہ سمجھ گیا کہ بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کی

خوشیوں کا آغاز ہو چکا تھا۔

بنکر کا پردہ گرا ہوا تھا اور لالٹین کی زرد روشنی کی اُداسی ہر کونے میں بکھری ہوئی تھی۔ یاسمین گھٹنوں پر کہنیاں رکھے، ہتھیلیوں پر ٹھوڑی ٹکائے، کرسی پر بیٹھی زمین کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے دیوار اُس کی ریوری کو روک رہی ہو۔ وہ کچھ دیر پہلے والی ہیجانی یاسمین نہ لگی۔ وہ اُس کے سامنے چارپائی پر بیٹھ گیا۔

''یاسمین، جنگ شروع ہو گئی ہے!''

''یہ کئی سالوں سے شروع تھی۔ میں کہوں گی کہ آج ختم ہوئی ہے۔''

''ڈر رہی ہو؟''

''تم جانتے ہو کہ محبت سے برتر کوئی جذبہ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔ سب صعوبتیں سہہ لوں گی۔ پیر گنج میں سب سے پہلا آزادی کا نعرہ میں نے بلند کیا تھا۔ اِس وقت سب لوگ مجھے بلا رہے ہیں اور میں اُن کی نہیں رہی۔''

''میں جانتا ہوں۔ آج صبح تمھیں گرفتار کیا جا رہا تھا اور میں نے کہا کہ تم میری ہو چکی ہو۔''

''صحیح کہا تھا۔ 'فار ہوم دی بیل ٹولز' پڑھی ہے؟''

''ہاں۔''

اُن کا کھانا آ گیا۔ افضل نے عاشق کو چلے جانے کو کہا۔

''سر! چائے کب پئیں گے؟''

''آگ نہیں جلائی جائے گی۔''

''چائے بنکر میں بنانی ہے اور تھرمس میں آ جائے گی۔ آپ کی انگیٹھی بھی تبدیل ہونے والی ہے۔'' اُسی وقت میر سداد دہکتے ہوئے کوئلوں کی ایک اور انگیٹھی لیے اندر داخل ہوا۔ ایک آدمی انگیٹھی کو ٹاٹ سے چھپائے ہوئے تھا۔

''ایک گھنٹے تک چائے لے آنا۔''

یاسمین نے ایک لمبی سانس لی۔

''عاشق! وائرلیس آپریٹر سے کہو کہ رابطے کی کوشش کرتا رہے..... اپنی کسی بھی یونٹ یا سب یونٹ کے ساتھ۔''

''کھانا شروع کرو۔ میں نے صبح سے تھوڑے سے پکوڑوں کے علاوہ کچھ نہیں کھایا۔''

''میں نے تو وہ بھی نہیں کھائے۔ میرے باپ کا پیغام تھا کہ میں رات کہیں نہ جاؤں۔''

افضل خاموش رہا۔

یاسمین نے پلیٹ میں دال ڈالی اور دونوں اپنی پریشانیوں اور الجھنوں کو بھول کر کھانے میں مصروف ہو گئے۔ پیر گنج میں نعروں کا شور بڑھ گیا تھا۔ افضل نے فیصلہ کیا کہ کھانے کے بعد کمپاؤنڈ کا ایک چکر لگائے اور وائرلیس آپریٹر کے ساتھ مل کر کسی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرے اور اگر رابطہ نہ ہو سکے تو اگلے اقدام کا فیصلہ کرے ورنہ کچھ ہونے کا انتظار کرنا تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ یاسمین سے معلوم کرے کہ اُس کے باپ نے گھر سے باہر جانے سے کیوں منع کیا تھا:

''تمہارے باپ نے گھر سے کہیں باہر جانے سے کیوں منع کیا تھا؟''

''کچھ کہہ نہیں سکتی۔ جنگ کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے اور رات کی شدید گولا باری بھی۔ اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ میں یہاں آتی ہوں۔''

''برا نہیں مناتا یہاں آنے کا!''

''میں کوئی بچی نہیں۔''

کھانے کے بعد افضل نے سر باہر نکال کر عاشق کو آواز دی۔ وہ برتن اُٹھا کر لے گیا۔ افضل بھی اُس کے پیچھے باہر نکل گیا۔ اُس نے کمپاؤنڈ کا چکر لگایا۔ تین آدمی گشت پر تھے اور اُس نے دیکھا کہ ٹرک پر ضروری سامان لاد دیا گیا ہے۔ اُسے اچانک رضا کاروں کا خیال آیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ اُن کا کیا کرے؟ ٹرک میں اتنی جگہ نہیں تھی کہ وہ ساتھ جا سکتے۔ اگر وہ پیچھے رہ گئے تو مقامی آبادی اُن کا تکا بوٹی کر دے گی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ اُسے یہ ناگوار قدم اُٹھانا پڑے گا اور موجودہ ذرائع کو مدِ نظر رکھتے ہوئے رضا کار اُن کے ساتھ ٹرک میں نہیں جا سکتے۔

افضل وائرلیس پر کسی سے رابطہ نہ کر سکا۔ اُن کا پورا نیٹ جیم تھا۔ اردگرد شیلنگ کی آوازیں سنی جا سکتی تھیں۔ رانی سنکیال میں یقیناً گولا باری ہو رہی تھی ورنہ ابھی تک ٹرک آ گیا ہوتا۔ وہ کمرے میں گیا تو یاسمین سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ اُسے یاسمین کی سادگی پر حیرت ہوئی۔ آج رات سونا ممکن نہیں تھا۔ ہندوستان کی فوج نے کسی بھی وقت پیش قدمی شروع کر دینا تھی اور اُس سے قبل قیامت کی شیلنگ ہونا تھی۔

''آج سویا نہیں جا سکے گا۔ ہندوستان نے کسی بھی وقت حملہ کر دینا ہے۔''

یاسمین کے چہرے پر عجیب قسم کا تاثر آ گیا۔ افضل کو ایسے لگا کہ وہ خوش ہوئی ہے مگر اگلے لمحے اُس کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ وہ خوف زدہ سی نظر آنے لگی۔

''کیا ہم مارے جائیں گے؟''

''مارے جانے سے ڈرتی ہو؟ ممکن ہے اکٹھے مریں۔''

''تمہارے ساتھ مل کے جان دینے سے نہیں ڈرتی لیکن ابھی مرنا بھی نہیں چاہتی۔ تمہارے ساتھ کچھ وقت اور گزارنا چاہتی ہوں۔ مر گئے تو سب ختم ہو جائے گا۔ ہم نے پچھلے چند دنوں میں ہر روز ایک زندگی گزاری ہے۔ سوچو تو ہم کتنی زندگیاں گزار چکے ہیں! تم نے ٹھیک کہا تھا۔ انہیں لمحوں کی اکائی سے ناپنا چاہیے۔''

اُسی وقت پہلی والی گری۔ ڈر کے مارے یاسمین کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ افضل نے اُسے ساتھ لگا کے اُس کی پیٹھ کو سہلانا شروع کر دیا۔ گولے تھوڑے تھوڑے وقفے سے گرنے لگے۔ کبھی وہ قریب گرتے اور کبھی کچھ فاصلے پر۔ تھوڑی دیر کے بعد یاسمین نے اپنے آپ پر قابو پالیا اور وہ افضل کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ شاید اُسے رات والا واقعہ یاد آ گیا تھا۔

''کوئی ایسا طریقہ ہو جائے کہ اسی طرح گولہ باری ہوتی رہے اور ہم بنکر میں رہیں۔''

افضل پھیکی سی ہنسی ہنسا۔ اُس کی تشویش میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اگر کوئی آدمی زخمی ہو گیا تو اُسے فوری طبی امداد بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔ اچانک گولا باری میں اضافہ ہو گیا۔ گولے گرتے تو لگتا کہ کوئی چیز اُنہیں زمین سے اُٹھا کر واپس پٹخ دے گی۔ افضل کو پہلی دفعہ یاسمین کے وہاں ہونے سے پریشانی ہونے لگی۔ وہ سوچنے لگا: کیا یاسمین کو گھر بھجوا دے؟ وہ اگر رضا مند ہو گئی اور اُس کے جانے کے بعد یہاں سے حرکت کرنا ضروری ہو گیا تو کیا وہ اُسے ملے بغیر چلا جائے گا؟ یہاں افضل کو یاسمین کے ساتھ اپنے تعلق کا احساس ہوا۔ اُس نے اُسے وہیں رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

''مجھے آج رات یا صبح کسی وقت یہاں سے چلے جانا ہوگا۔'' افضل نے بظاہر لاتعلقی سے کہا مگر وہ اپنے لہجے میں دُکھ کی چبھن کو چھپا نہ سکا۔ بنکر میں ایک دفعہ پھر بے یقینی غلبہ پا گئی۔ یاسمین کچھ دیر نظریں نیچے کیے بیٹھی رہی۔ اُس نے سر اُٹھایا تو آنکھوں میں آنسو تھے۔ افضل نے اُن آنسوؤں کو حسرت سے دیکھا۔ یہ اُن آنسوؤں سے مختلف تھے جو اُس نے گلزار اور اکبر کو دیکھنے کے بعد اُس کی آنکھوں سے گرتے دیکھے تھے۔ افضل کے اپنے اندر ایک عجیب سی ہل چل مچ رہی تھی۔ وہاں ایک شور بپا تھا جسے وہ یاسمین سے چھپائے رکھنا چاہتا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ یاسمین اُس کے ساتھ جانے کو تیار ہے مگر کیا اُسے ساتھ لے جانا مناسب ہے؟ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ یاسمین کو ساتھ نہیں لے جائے گا۔

وہ اُٹھا اور تیزی سے باہر نکل گیا!

۷

شیلنگ اُسی رفتار سے ہو رہی تھی۔ وہ اندھیری رات میں کمپاؤنڈ میں ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ ایک دفعہ اُس کا گشت کرتے آدمیوں سے بھی سامنا ہوا۔ اُنھوں نے اُسے بنکر ہی میں رہنے کو کہا تو افضل دھیرے سے ہنس دیا۔ اُس نے سکول کا ایک چکر اُن کے ساتھ بھی مل کر لگایا۔ وہ افضل کے اس جذبے سے بہت متاثر ہوئے۔

پیر گنج میں نعروں کا شور ختم ہو گیا تھا۔ یا تو لوگ تھک گئے تھے کہ صبح دوبارہ جشن کا آغاز کر دیں گے اور یا وہ شیلنگ سے خائف ہو کر گھروں میں دبک گئے تھے۔ وہ آپریٹر کے پاس گیا۔ پلاٹون حوالدار بھی وہاں تھا۔ ابھی تک کسی سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔ افضل نے پلاٹون حوالدار کو صبح وہاں سے چلنے کے احکام دیے اور کہا کہ تین آدمی اُس کے ساتھ جیپ میں ہوں گے اور پٹرول کی ضروری مقدار ساتھ رکھ لی جائے گی اور باقی گرا دیا جائے گا۔

''سر! وہ بنگالی عورت؟'' پلاٹون حوالدار کے لہجے میں جھجک اور گستاخی تھی۔ افضل کو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ وہ یاسمین کے یہاں رہنے سے لاتعلق نہیں تھے اور انھیں افضل کا اُس کے ساتھ تعلق پسند نہیں تھا۔ افضل کو ایک دم ندامت کا احساس ہوا لیکن پھر اُس کے اپنے جذبے کی صداقت غالب آ گئی۔ اُسے کسی کے ردِعمل کی پروا نہیں تھی اور اُس نے جواب دینا بھی مناسب نہ سمجھا۔ وہ کچھ دیر وہاں بیٹھا اور پھر بنکر کی طرف چل پڑا۔

باہر شیلنگ اُسی رفتار سے ہو رہی تھی۔ گولے گرتے تو اردگرد ہر چیز کانپ اُٹھتی۔ اُس کے سامنے ایک والی اُس کے کمرے کے اوپر گری۔ سارا کمرہ اینٹوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔ افضل کا ٹرنک اندر تھا۔ اُسے اپنی کاڈرائے کی پتلون کے ضائع ہونے کا بہت دکھ ہوا۔ اُس کا ٹوتھ برش اور شیو کا سامان بھی وہیں تھا۔ ایک والی سکول کی عمارت پر گری۔ عمارت کا ایک حصہ ملبے میں تبدیل ہو گیا۔

شیلنگ سے سکول کا کمپاؤنڈ ملبے میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ گولے کسی وقت بھی ٹرک پر

گر سکتے تھے۔ افضل نے سوچا کہ اُن کا وہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہوگا، لیکن اس خوف ناک شیلنگ میں وہ یاسمین کو کہاں چھوڑے!

وہ جب آپریٹر کے پاس تھا، اُس وقت گولے اُس کے بنکر کے کافی قریب گرے تھے، اتنا قریب کہ کچھ مٹی اندر بھی چلی گئی تھی۔ یاسمین خائف اور بے بس سی بیٹھی تھی۔ وہ جب اندر گیا تو یاسمین نے سکھ کا سانس لیا۔ افضل نے گھڑی دیکھی تو دو بجے تھے۔ اُس کے یہاں سے چلے جانے میں تھوڑا وقت باقی تھا۔ اچانک اُس نے اوپر سے گزرتی سیٹیوں کی آواز سنی۔ یاسمین نے گھبرا کر اُس کی طرف دیکھا تو افضل اُسے تسلی دینے کے لیے مسکرانے لگا:

''گولے اب کسی اور طرف گرنے لگے ہیں۔ سیٹیوں کی آواز اُن کے اوپر سے گزرنے کی تھی۔'' اُسی وقت دور کہیں دھماکوں کی دبی دبی سی آوازیں آئیں۔ پھر تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہاں سے گولوں کے دھماکے سنائی دینے لگے۔

''ہم پر فائر کرنے والی توپوں کا رُخ کسی اور طرف شفٹ ہوگیا ہے۔ تم آرام کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔'' افضل پردہ اُٹھا کر باہر چلا گیا۔ پلاٹون چلنے کی تیاری میں مصروف تھی۔ افضل نے اُنھیں روک دیا۔ اُس نے بتایا کہ ہندوستانی توپ خانہ اِس وقت 'اے' کمپنی پر گولے گرا رہا ہے۔ وہاں فائر بند ہو جائے تو ہم لوگ چل پڑیں گے۔ اِس وقت وہاں جانا مناسب نہیں لیکن وہ تیار رہیں تا کہ جب جانا ہو تو پانچ منٹ کے اندر سکول سے نکل جائیں۔

وہ واپس بنکر میں آ گیا۔ وہ اپنے آپ پر حیران ہو رہا تھا۔ وہ مستعدی کے ساتھ پیر گنج سے نکل جانے کی تیاری میں مصروف تھا اور جب اندر آتا تو یاسمین اُس کے سامنے آ کھڑی ہوتی۔ کیا وہ لاشعور میں اُسے ساتھ لے جانا چاہتا ہے؟ یا کیا اُسے یاسمین کا خیال ہی نہیں اور وہ اُس سے دور ہو جانا چاہتا ہے؟ یہاں سے جانے کے بعد کیا وہ اُسے بھول جائے گا یا زندگی بھر اُس کے لیے تڑپتا رہے گا اور کسی مناسب وقت پر اُسے لینے کے لیے آ جائے گا؟

''تھوڑا لیٹ لیں۔'' یہ کہہ کر افضل چارپائی پر لیٹ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ دوبارہ لیٹنے کا موقع نہیں ملے گا۔ یاسمین کرسی پر بیٹھی رہی۔ افضل نے بستر پر خالی جگہ کو تھپتھپایا اور وہ وہاں لیٹ گئی۔

''یاسمین! میں اکیلا ہی جا رہا ہوں۔ تمھیں ساتھ لے جانا ممکن نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ہم سب یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے۔ مجھے اپنے آپ پر اتنا اعتماد ضرور ہے کہ میں اِن لوگوں کو حفاظت سے کہیں پہنچا سکتا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ سوائے تمہارے میرا اردگرد کوئی ہمدرد نہیں لیکن تم بھی ہماری مدد نہیں کر سکتیں۔''

یاسمین نے اُس کی طرف کروٹ لے لی۔ افضل اُس کی سانسوں میں رات کے آخری پہر اُٹھنے والی باس کو محسوس کرسکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی باس اُس کی اپنی سانسوں میں بھی ہوگی۔

''افضل! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ حالات کبھی تو بہتر ہوں گے۔ شاید پاکستان آنے والی پہلی بنگلہ دیشی عورت میں ہوں گی۔ میرا انتظار کرنا!''

''نہیں، میں آؤں گا۔ تم انتظار کرنا۔ میرا پتا لے لو اور ریڈ کراس یا کسی اور ملک کے سفارت خانے کی معرفت مجھے خط لکھنا!'' اُس نے اپنی یونٹ کا نمبر اپنے ڈاریکٹریٹ کی معرفت لکھ دیا۔

''وعدہ؟'' یاسمین نے ہاتھ بڑھایا۔

''ہاں وعدہ!'' افضل نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگایا: ''جھولے پر میرے ساتھ بیٹھنا!''

''تم مجھے 'اوور' کوٹ سنانا۔''

''سگریٹ ہونٹوں میں لو، میں سلگاؤں گی۔''

افضل نے ڈبیا سے سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبایا۔ یاسمین نے تیلی جلائی۔ افضل نے اُسے سگریٹ دیا اور یاسمین نے چھوٹا سا کش لے کر دھواں باہر نکالا۔

''میں تمہارے آنے تک انتظار میں سگریٹ پیا کروں گی۔''

افضل نے آہستہ سے ہنستے ہوئے اُسے ساتھ لگا لیا۔

باہر قدموں کی آواز سنائی دی۔ افضل کرسی پر بیٹھ گیا۔ عاشق چائے کے دو پیالے لیے اندر داخل ہوا۔ افضل نے باہر جھانکا تو بہت ہی ہلکا اجالا اُس کی آنکھوں سے ٹکرایا۔ رات کے اندھیرے کے بعد یہ اُجالا آنکھوں کو اچھا لگا۔ چائے ختم ہوگئی۔ افضل اب جانے کو تیار تھا۔ یاسمین نے اُس کی طرف دیکھا۔ ''میں جھولے پر انتظار کروں گی!''

''میں آؤں گا۔ یہ خلیج ہم عبور کریں گے اور تمھیں 'آنندی' بھی سناؤں گا۔''

افضل یاسمین کو دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔ اُس کے کمرے کے پاس ٹرک اور جیپ کھڑی تھی۔ اُس نے سکول پر آخری نظر ڈالی۔ اُسے دور کہیں سے آسمان کی طرف اُٹھتی ہوئی گونج سنائی دی۔ پھر آسمان چھوٹے چھوٹے دھبوں سے بھر گیا۔

یہ ہندوستانی فوج کو اُٹھائے ہیلی کوپٹر تھے!

۱۰ مارچ

2007ء
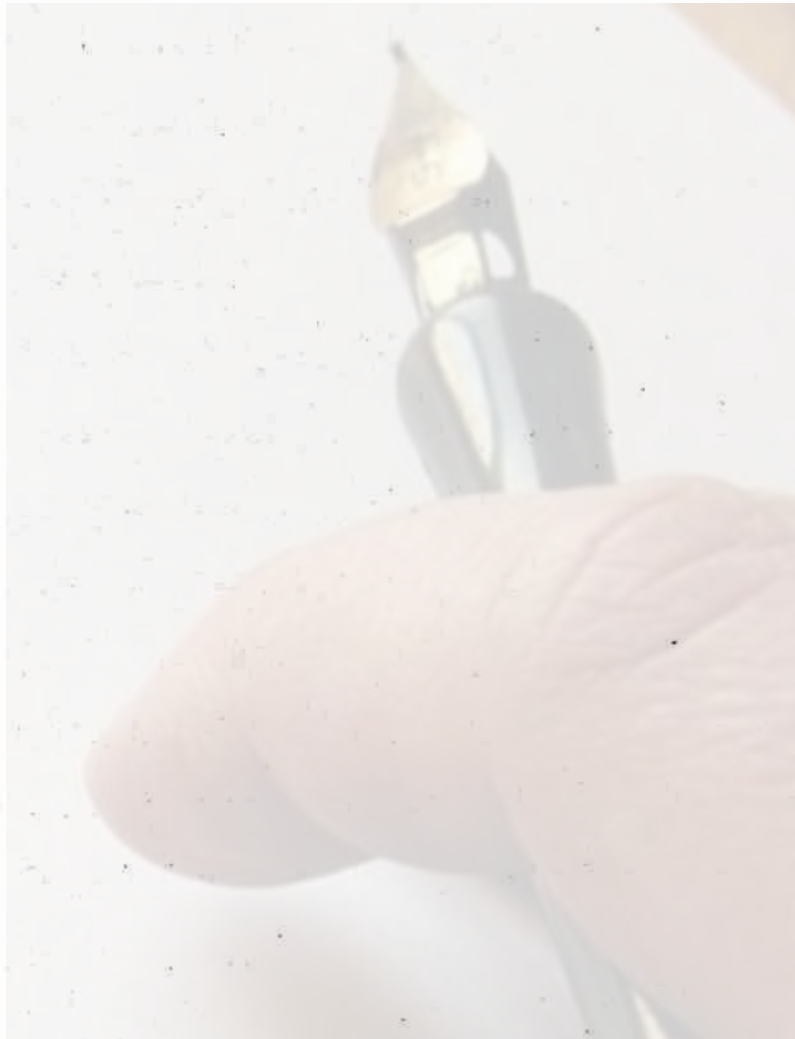
خالد فتح محمد کا خاندان ماڑی بوچیاں ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ کے ایک دور افتادہ گاؤں قلعہ جے سنگھ میں آباد ہوا۔ خالد فتح محمد 19 اپریل 1949ء کو پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اسی گاؤں میں حاصل کی۔ وہ گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں زیرِ تعلیم تھے کہ عساکرِ پاکستان میں ملازمت کے لیے منتخب ہو گئے۔ 1993ء میں ملازمت سے علیحدگی اختیار کر کے گوجرانوالہ چھاؤنی میں سکونت اختیار کی اور لکھنے لکھانے کے سلسلے کا آغاز ہوا۔ ان کے تین افسانوی مجموعے، دو طبع زاد ناول اور ناولوں کے چار تراجم چھپ چکے ہیں۔ ان کے افسانے، تجزیاتی مطالعے اور تنقیدی مضامین اردو کے موقر جراید میں چھپتے ہیں۔ وہ ایک ادبی پرچے ادراک کے مدیر ہیں جس کا شمار دنیا کے اہم رسائل میں ہوتا ہے۔

ISBN 978-969-8455-39-2
9 789698 455392
Jumhoori Publications